بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

الحقائق فی الحدائق

المعروف

شرح حدائق بخشش

(جلد 14)

عرف شرح قصیدۂ نور شریف

تصنیف لطیف

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملّت، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

انتساب

بنام بین الاقوامی شہرت یافتہ مداح الرسول حضرت الحاج محمد اُویس رضا قادری اُویسی زادجن کی مساعی جمیلہ سے گمشدہ شرح قصیدہ نور شریف کو مسلسل بڑی جدوجہد سے منظر عام پہ لائے۔

فجزاہ اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء

بجاہ امام الانبیاء حبیب کبریا صلی اللّٰہ علیہ وسلم و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور۔ پاکستان

حکیم اہل سنت

حضرت حکیم اہل سنت الحاج محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے انوارِ عقیدت کا پیش لفظ لکھا بطورِ تبرک شرح میں لکھا جارہا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

پیش لفظ

از جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ان کے کارنامے نیّر تاباں کی طرح درخشاں ہیں۔مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کے لئے ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ وہ سرکارِ دوجہاں، سیدالانبیاء حضور اکرم ﷺ کے عاشقِ صادق تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں عشق ومحبت رسول (ﷺ) کو جاگزیں کرنے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کررکھا تھا۔اسی عشق ومحبت کے والہانہ جذبات کے اظہار کے لئے انہوں نے رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین ﷺ کی تعریف وتوصیف میں کئی نورانی قصائد لکھے اوراس بیکس پناہ میں نعت کی صورت میں کئی دُرِ شہوار نذر گزرائے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تمام رضوی

نذرانے سرکارِ ابد قرار میں شرف قبولیت حاصل کر چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج نغماتِ رضا ایک عالم میں گونج رہا ہے اور نعت گو شعراء نے اس میدان میں وہ جوہر دکھائے ہیں کہ اردو کے نعتیہ ادب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ (انوارِ عقیدت صفحہ ۳)

تاثرات

از حضرت علامہ الحاج پروفیسر (ر) منشا علی

خلیفہ مجاز حضرت سید پیر جماعت علی محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نزد غوثیہ مسجد، ون یونٹ کالونی بہاولپور۔ پاکستان

حضرت علامہ محمد فیض احمد اُویسی مدظلہ العالی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ ''آفتاب آمد دلیل آفتاب'' آپ ہر باطل سے جدا مسلک اہل سنت و جماعت طریق سلف صالحین پر گامزن ہیں۔ مدتِ دراز سے دینی اور علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ درس و تدریس، تقریر و تحریر آپ کا شب و روز مشغلہ ہے۔ آپ کی تصانیف بہت کثیر تعداد میں شائع ہو چکی ہیں، سالہا سال سے حرمین شریفین کی حاضری اور خاص مسجد نبوی شریف میں رمضان المبارک میں اعتکاف کی سعادت آپ کو حاصل ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللہَ یَنْصُرْکُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ ۝ (پارہ ۲۶، سورۂ محمد، آیت ۷)

اے ایمان والو اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

وعدۂ خداوندی کے مطابق آپ کو ہر جگہ مناظروں میں فتح نصیب ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عشقِ رسول ﷺ کی جو شمع روشن فرمائی حضرت علامہ محمد فیض احمد اُویسی مدظلہ العالی اسی سے ہر طرف اجالا کر رہے ہیں۔ آپ کے فیوض و برکات ہمیشہ جاری و ساری رہیں۔ (آمین)

منشا علی

۲۳ مارچ ۲۰۰۳ء

شکریہ نامہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

فقیر اُویسی غفرلہ نے ابتداً صرف چار جلدوں کا خاکہ ذہن میں رکھ کر شرح حدائق بخشش کا آغاز کیا لیکن اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی روحانیت کے تصرف سے بڑھتے بڑھتے آپ کے یومِ وصال کے مطابق پچیس جلدوں کا مجموعہ تیار ہوگیا لیکن طباعت کے مراحل میرے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔اس کا حل بھی ہوگیا کہ مختلف ادارے ایک ایک دو دو جلدیں شائع کرنے لگے۔شرح قصیدۂ نور شریف اور شرح شجرہ قادریہ برکاتیہ رضویہ ۱۵،۱۴ جلدیں بھی معرضِ وجود میں آنے کو بعجلت تیار تھیں کہ تقدیرِ ربانی نے انہیں گوشۂ گمنامی میں ڈال دیا۔خدا بھلا کرے بین الاقوامی مداح الرسول الحاج محمد اُویس رضا صاحب مدظلہ قادری اُویسی کراچی باب المدینہ پاکستان کا جنہوں نے انہی دو جلدوں کو گوشۂ گمنامی سے منظرِ عام پر جلوہ گری کے نہ صرف اسباب باہم پہنچائے بلکہ ان کی جملہ اشاعت اپنے ذمہ لگائی۔ فجزاہ اللّٰہ عنا و عن جمیع المسلمین خیر الجزاء

یاد رہے کہ موصوف نے گذشتہ سال سے تاحال اپنی جیب خاص سے پچاس تصانیف اُویسی کی اشاعت فرما چکے ہیں اور آئندہ بھی اس کارِ خیر کا عزم بالجزم رکھتے ہیں اور فقیر نے مسجد سیرانی کی تعمیر نو کے کام کا آغاز کیا ہے تو اس کی تعمیر کی تکمیل کے لئے خاصی تگ و دو فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جملہ مقاصد میں کامیاب وکامران فرمائے۔ آمیـــــــن

بجاہ حبیبہ سید المرسلین و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

یہ چند سطور اس لئے لکھی ہیں تاکہ ”من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ“ پر عمل کی سعادت نصیب ہو۔

ازمن دعا و جملہ اجبًا آمین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور۔ پاکستان

۱۵ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

اظہارِ عقیدت

از پروفیسر علامہ الحاج غلام مصطفیٰ صاحب مجددی

شکر گڑھ (پاکستان)

اُویسی نسبتوں والا سراپا فیض احمد کا — ضیاء تقسیم کرتا ہے اُجالا فیض احمد کا
نظر مسرور، جاں پرسوز دل پرنور الفت سے — تصور میں بسا رہتا ہے نقشہ فیض احمد کا
خدا کے فیض سے فیضان ملا ہے فیض احمد کو — کہ فیضان ہے زمانے میں انوکھا فیض احمد کا
قلم مصروف ہے دین مبین کی پاسبانی میں — ذہن مشغول مدحت میں ہمیشہ فیض احمد کا
اُویسیت بھی رضویت بھی حاصل قادریت بھی — بلندی پر چمکتا ہے ستارا فیض احمد کا
عرب کے رہگزاروں میں عجم کے گلستانوں میں — خدا کے فضل سے دیکھا ہے شہرہ فیض احمد کا

اسے محکم کیا ہے دین کے محکم نے دنیا میں
غلام زار بھی دیکھا ہے شیدا فیض احمد کا

(غلام مصطفیٰ مجددی، ایم اے شکر گڑھ)

فیض مجسم

اے صاحبِ قرطاس و قلم فیض مجسم — واللہ تیرا نام ہے اک کوشش پیہم
زندہ ہے ترے دل میں شہ قرآن کی الفت — قائم ہے ترے سر پہ سدا دامنِ "محکم"
سیرت میں تری خلق پیمبر کے نظارے — طاری ہے تری خلق پر ایماں کا عالم
تو شیخ مجدد کا وفا دار سپاہی — ہاتھوں میں ترے شاہ بریلی کا ہے پرچم

تو پیکر اسرار دروں تابش عرفاں
تو نغمہ لاہوت کی آوازِ دمادم

(غلام مصطفیٰ مجددی، ایم اے شکر گڑھ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

فقیر قادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

مقدمہ

شرح قصیدۂ نور سے پہلے ایک مقدمہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ قصیدۂ نور کے علمی حقائق قارئین کے اذہان میں مکمل طور پر جاگزیں ہوں۔

قصیدۂ نور کا شانِ وُرود

جناب ڈاکٹر محمد ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں کہ اسی سال ۱۳۱۵ھ میں فاضل بریلوی نے حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی کی شان میں قصیدہ نوری باسم تاریخی "مشــرقستــان قــدس" لکھا۔ مذاق میاں بدایونی کے حلقہ کی طرف سے اس قصیدہ پر فنی وعروضی اعتراض کئے گئے اور ایک کتابچہ "مراۃ الغیب" کے نام سے شائع ہوا۔ مولانا علی احمد خان اسیر بدایونی (ف ۱۹۲۷ء) نے مراۃ الغیب کے جواب اور مشرقستان قدس کی تائید میں ایک رسالہ مشرقستان اقدس لکھا جو مولوی نواب سلطان احمد خان بریلوی کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس قصیدہ کا پہلا شعر ہے

ماہ سیما ہے احمد نوری　　　مہر جلوہ ہے احمد نوری

بعض لوگوں نے کچھ لگائی بجھائی کی تھی جس کے نتیجہ میں قصیدہ لکھا گیا تھا چنانچہ درجِ ذیل اشعار میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

میرے حق میں محافظوں کی نہ سن　　　حق یہ میرا ہے احمد نوری

تو ہنسا دے کہ نفس بد نے ستم　　　خون رولایا ہے احمد نوری

اس قصیدۂ نوری کے تتبع میں بدایوں کے دو بزرگ حاجی عطا محمد بدایونی اور محمد نبی سوز بدایونی نے بھی حضرت نوری میاں کی شان میں قصیدے لکھے تھے اول الذکر قصیدہ ہماری نظر سے گزرا ہے۔

۱۳۱۷ھ میں فاضل بریلوی نے اپنا مشہور قصیدہ نور لکھا جس کا پہلا شعر

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا　　　صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اور آخری شعر ہے

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے　　　ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

سب سے پہلے یہ قصیدہ عرس قادری بدایوں میں ۵ جمادی الآخرے ۱۳۱۱ھ کو پڑھا گیا جس میں ہندوستان کے نامور علماء اور مشائخ مولانا عبدالقادر بدایوانی، مولانا وصی احمد محدث، مولانا ہادی، خاں سیتاپوری، مولانا ہدایت رسول، شاہ محمد فاخرالہ آبادی، مولانا عبدالصمد سہوانی، شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، شاہ تجمل حسین شاہ جہانپوری وغیرہ موجود تھے۔ حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں صدر شائع تھے۔ حضرت فاضل بریلوی بھی تشریف فرماتھے بدایوں کے مشہور نعت خواں حبیب قادری مرحوم نے اپنے مخصوص انداز میں قصیدہ نور پڑھا لوگ بیان کرتے ہیں کہ محفل سراپا نور بن گئی۔ ایک ایک شعر چار چار پانچ پانچ مرتبہ پڑھا گیا، کیف وسرور کی ایک کیفیت برپا تھی، تحسین وآفرین کے نعرے تھے، دس بجے یہ قصیدہ شروع ہوا اور قبل ظہر ختم ہوا۔

حضرت شاہ احمد نوری قدس سرہ نے جو گردن جھکائے مراقب نظر آرہے تھے گردن اُٹھائی اور دست بدعا ہوئے۔ حضرت بریلوی والہانہ انداز کے ساتھ اُٹھے اور بے ساختہ چیخ نکلی۔ (معارف رضا کراچی شمارہ ۱۴۱۴ھ)

فائدہ

مولانا علی احمد خاں نے اس پر بھی اسی زمین میں ایک قصیدہ نور لکھا تھا جو اسی روز رات کو بعد اختتام وعظ پڑھا گیا اس قصیدہ کا مطلع ہے

مرحبا آیا عجب موسم سہانا نور کا　　　بلبلیں گاتی ہیں گلشن میں ترانہ نور کا

قصیدہ کا اختتام اس طرح ہوا

ہوں میں مقلد رضا کا اس زمین نور میں　　　میں نے بھی جاگیر میں پایا علاقہ نور کا

دو جہاں میں رات دن یارب رضا کے ساتھ ساتھ　　　بہر ذوالنورین رکھنا ہم پہ سایہ نور کا

نور کی بارش جھما جھم ہوتی آتی ہے اس پر　　　لو رضا کے ساتھ بڑھ کر تم بھی حصہ نور کا

اس قصیدہ کی بھی خوب دھوم رہی۔

حاجی عبدالجامع جامی بدایونی ۱۹۶۵ء بدایوں کے ثقہ شاعر اور مرفہ الحال بزرگ تھے ان کے والد گرامی حضرت عبدالقدیر، حضرت شاہ آل رسول مارہروی کے خاص مرید تھے چنانچہ حضرت کے تضمین پر حاجی عبدالقدیر جو مرثیہ باسم تاریخی "مرثیہ آل رسول مقبول الہ ۱۲۹۶ھ" لکھا ہے اور المطابع کھیڑہ بزرگ (بدایوں) سے شائع ہوا ہے۔ حاجی صاحب کا

بیان ہے کہ والدصاحب نے اس مرثیہ کومولانا احمد رضا خان بریلوی کودکھانے کے بعد شائع کیا ہے۔

اسی وقت ایک مرثیہ باسم تاریخی مرثیہ ''قطب زمانہ آل رسول ۱۲۹۶'' منظومہ غلام غوث المتخلص وحشت مذاق (مطبوعہ احمدالطابع دہلی) بھی شائع ہوا ہے مگر اول الذکر کوخاص شہرت حاصل ہوئی۔

شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ مولانا ضیاءالدین بدایونی مرحوم (ف۱۹۷۰ء) نے بھی اسی زمین میں ایک قصیدہ ۱۳۷۶ھ میں باسم تاریخی ''نورِخورشید'' لکھا جس کے آخری دوشعر ملاحظہ ہوں

ہے منور نور سے قبر رضا قبر اسیر — ان کے صدقے یہ قصیدہ بھی ہو سارا نور کا

اے عرب کے چاند چمکا دے مری لوح جبیں — ہو ضیا کو پھر مدینہ میں نظارا نور کا

اجمال کے بعد تفصیل

ڈاکٹر محمد ایوب نے اختصار سے کام لیا ہے۔ درحقیقت یہ ایک پرکیف اعلیٰ داستان ہے جسے علامہ ضیاءالقادری صاحب نے تفصیل سے لکھا ہے ان کے قلم سے قصیدۂ نور کا شانِ نزول پڑھیئے۔

ہزار ہزار حمد وثناوشکر وسپاس اس نورِ مطلق کی جلوہ گاہ تجلیات میں جس کو قرآن مبین میں ''اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ '' (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا) کے اسم نورانی کے ساتھ یاددلایا گیا اور ہزاراں ہزار درودوسلام اس نورِمجسم، نیّر اعظم، مہرعرب ماہ عجم، آفتاب بدر شمس السماء بدرالدرجی مسند ارائے، عرش رب العلا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ انور پر جس کوخالق حسن وجمال نے کہیں ''قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ'' (بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا) کہیں ''شٰهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًاۙ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا'' (حاضرناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکادینے والا آفتاب) کے روشن خطاب سے یادفرمایا۔ حضوراکرم ﷺ توحیدواسلام کے انوار سے عالم رنگ وبوکا مقدمہ جگمگایا، ظلمت کدوں میں چراغ توحید جلایا، فصحاءِعرب کونطق نورانی عطا فرمایا۔ حضرت حسان، حضرت کعب، حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذوقِ شعروادب کوچارچاند لگائے، مسجد نبوی میں ان اصحاب جلیل سے اپنے نعت ومناقب کے اشعار خود بہ نفس نفیس سنے ان کے حق میں دعائے مغفرت وبرکت فرمائی۔ بعض مواقع پراپنی روائے مبارک عطا فرما کران مداحین دربارِنبوت کی عزت افزائی فرمائی۔ ان روشن واقعات کی موجودگی میں صاف طور پرمعلوم ہوتا ہے کہ حضور پرنور، شافع یوم النشور ﷺ کواپنی مدح وثناسننا محبوب تھا۔ اصحابِ کرام میں بعض حضرات کا مذاق شعروادب نہایت بلند تھا۔

فارسی شعراء نے ہمیشہ حمد ونعت کو نہایت مخصوص طور پر اپنے کلام اور اپنے دیوانوں کی مقبولیت کا شاہکار بنا کر عنوانِ دیوان قرار دیا۔ فارسی شعراء میں عارف نامی حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی کو دربارِ نبوت سے خلعت قبولیت عطا ہوا۔

اردو شعراء میں اگر ایک طرف حضرات انیس و دبیر و منیر و دیگر مرثیہ گو حضرات نے مدح ومناقب کو معراجِ کمال تک پہنچایا تو دوسری جانب حضرت امیر مینائی، محسن کاکوروی، رضوان مرادآبادی، رضا سندیلوی، حافظ پیلی بھیتی، شاد عظیم آبادی، لطف، حسن رضا بریلوی، اسیر، شرر، حامد، مذاق، لطف بدایونی نے نعت ومناقب میں غیر فانی شہرت حاصل کی اور اہل ایمان کو محبت و عقیدت حضور اکرم ﷺ واصحاب اہل بیت وائمہ واولیائے معظمین کا درس دیا۔ دورِ حاضرہ میں ہندوستان و پاکستان کے اندر یادگار بزرگانِ سلف حجۃ الخلف حضرت قبلہ لسان الحسان شاعر اعظم امامت حسان پاکستان استاذ الشعراء حضرت استاذی ملاذی مولانا شاہ ضیاء القادری البدایونی دام ظلہم الاقدس کی ذاتِ گرامی قابل ہزار نازش وافتخار ہے جن کی ساری عمر حمد ونعت ومناقب ہی میں گزری، ہزاروں شعراء حضرت قبلہ کے فیض کلام سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ مدتوں خصوصیت کے ساتھ نعت گو شعراء کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

گذشتہ محرم کی مجالس پڑھنے کے لئے منجملہ دیگر علماء کرام کے حضرت شیر پنجاب عالم بے نظیر واعظ خوش تقریر مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب قبلہ مدیر ماہنامہ طیبہ سیالکوٹ آپ تشریف فرما کراچی ہوئے تھے آپ نے ماہ طیبہ کے میلاد نمبر کے لئے شعراء محترم کو دی۔ مصرعہ اس طرح شائع فرمایا

مصرعہ ''باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا''

اور ماہِ طیبہ کے ذریعہ پانچ پانچ شعر طلب فرمائے۔ راقم الحروف اور دیگر تلامذہ حضرت قبلہ نے برادرِ گرامی حضرت مختار صاحب اجمیری کی تحریک پر اشعار لکھے اور حضرت قبلہ کے سامنے اصلاح کے لئے پیش فرمائے۔ یہ عاجز بدایوں میں اکثر اپنی جماعت کے ساتھ محافل میلاد شریف میں اعلیٰ حضرت رضا بریلوی اور حضرت اسیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہا کے قصائد نور کے چند اشعار برسوں پڑھتا رہا ہے۔ بدایوں کے دیگر نعت خواں حضرات نے بھی انہی دونوں بزرگوں کے قصائد نور کے اشعار پڑھتے ہیں۔ حضرت قبلہ نے ہم لوگوں کے اشعار دیکھ کر فرمایا کہ میاں ہمیں تو آج تک یہ واہمہ بھی پیدا نہ ہوا کہ اپنے دو واجب التعظیم بزرگوں کے نوری قصائد کی موجودگی میں خود کچھ لکھنے کی جسارت کریں مگر آپ لوگوں کی جرأت قابل حیرت ہے کہ ایسے جلیل القدر شعراء کے کلام کے سامنے اپنے چند اشعار پیش کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ

اُن نورانی قصائد کے انوار سے تمہارے قلوب کو منور فرمائے۔

اس کے بعد حضرت قبلہ نے ان دونوں قصائد کا آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف میں آپ سے ساٹھ سال پیشتر پڑھا جانا اور مجمع کے تاثرات کا اظہار فرمایا میں نے درخواست کی کہ سرکار اپنے قلم سے اُس مبارک موقع کے حالات تحریر فرمادیں اور حضور بھی کچھ اشعارِ نور کی زمین میں ہمارے دل و دماغ منور کرنے کے لئے ارشاد فرمادیں اور حضرت اقدس شاہ اسیر قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدایونی کا قصیدہ مرحمت فرمائیں تاکہ بطورِ یادگار ربیع الاول شریف ہم ان قصائد کو طبع کرائیں۔ ہماری درخواست قبول ہوئی ناظرین کرام حضرت قبلہ کی زبانِ قلم سے آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا وہ نورانی منظر سماعت فرمائیں۔

رئیس صدیقی قادری ضیائی بدایونی

میں نے محفل میں سنا ہے ہر قصیدہ نور کا ہے مرے پیش نظر اب تک وہ نقشہ نور کا

یادا یا میلہ درمے خانہ منزل داشتم جام ہے بردست ساقی بالمقابل داشتم

قصہ کوتاہ از حصول فیض پیرے فروش بود حاصل ہر تمنائیکہ در دل داشتم

میخانہ بغداد کے مست ساقی کی جلوہ گاہ جس کو ہم میر نجف کے متوالے، ساقی چشت وعراق کے بادہ گسار صدیوں سے آستانہ عالیہ قادریہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور لاکھوں معتقدین قادری اس مقدس آستانہ کو بہشت عقیدت سمجھتے ہیں۔ یہ آستانہ مبارک بغداد و چشت کربلا و نجف مکہ و مدینہ کے فیوض باطنی کا مرکز ہے یہاں عرس قادری کے نام سے ہر سال عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے۔ ایامِ عرس شریف میں در و بام سے ایک صدا گونجتی ہے۔

ہمنام غوثِ پاک ہے دولہا بنا ہوا ہے قادری فقیروں کا میلہ لگا ہوا

ہندوستان کے تمام اعراس میں عرس قادری کو ہی یہ انفرادی خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں تمام شرعی آداب ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور ومعروف علماء ومشائخ اپنے مواعظ حسنہ سے حاضرین کو مستفیض فرماتے ہیں۔ میں اب سے ساٹھ سال پیشتر ایک نورانی مجلس کا جو آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف میں بسلسلۂ عرس سالانہ حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ معین الحق فضل رسول القادری القرشی ہورہی تھی تذکرہ کررہا ہوں۔ یہ عرس شریف اس زمانہ میں یکم تا تیہ ۷ جمادی الثانی ایک ہفتہ تک نہایت عظیم الشان پیمانہ پر ہوتا تھا۔ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محبّ رسول مولانا شاہ مظہر حق عبدالقادر العثمانی، سیدنا فقیر نواز فقیر قادری البدایونی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین اور حضرت مولانا شہید مرحوم حکیم

شاہ عبدالقیوم القادری قدس سرہ مہتمم عرس شریف ہیں۔ ۵ جمادی الثانی ۱۳۱۷ ہجری ہے، خوشگوار گرمی کا موسم ہے، آستانہ عالیہ قادریہ میں مولانا ہادی علی خان لکھنوی علیہ الرحمۃ کا شہادت کا بیان ہو چکا ہے، مسند علماء و مشائخ پر اکابر عظماء رونق افروز ہیں۔ایک در میں گاؤ تکیہ سے پشت لگائے صدر خانوادہ قادریہ مسند نشین آستانہ برکاتیہ نور مجسم، فیض ہمہ تن، فرزند محبوب، ذوالمنن قطب زمن حضرت سیدنا ابوالحسن قبلہ احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلوہ فرما ہیں۔ صحن درگاہ معلیٰ میں ہم شبیہہ غوث الثقلین سیدنا شاہ علی حسین اشرفی میاں، حضرت مولانا شیخ المشائخ سیدنا شاہ تجمل حسین جمن میاں شاہ جہانپوری، حضرت سید شاہ فخر عالم قادری، حضرت نوشہ میاں قادری چشتی سنبھلی وحضرت سجادہ نشین آستانہ قادریہ رزاقیہ بانسہ شریف حضرت سجادہ نشین آستانہ عالیہ کالپی شریف، حضرت مولانا حافظ سید شاہ عبدالصمد مودودی چشتی حافظ صحیح بخاری سہسوان، حضرت مولانا مجدد مایۂ حاضر شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی، حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف سمنانی کچھوچھوی، حضرت مولانا شاہ محمد فاخر بیخود اجملی الہ آبادی، حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا ہادی علی خان سیتاپوری، مولانا ہدایت رسول لکھنوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ نیز مارہرہ شریف، بریلی، بدایوں، پیلی بھیت وغیرہ کے اکابر علماء وادباء و شعراء موجود ہیں۔ شہادت کا وعظ جس میں تضرع وزاری کا خصوصی کیف سامعین پر طاری تھا ختم ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت شہید مرحوم مولانا شاہ عبدالقیوم منتظم عرس شریف اعلیٰ حضرت سید فقیر نواز فقیر قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جو حسب عادت کریمہ سفید چادر اوڑھے دروازہ آستانہ عالیہ پر استادہ تھے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نعت شریف پڑھنے والی ایک جماعت کو ہمراہ لئے ہوئے درگاہ شریف میں داخل ہوئے۔ ان کو تخت پر بیٹھنے کی اجازت دی اور خود مجمع کو مخاطب فرمایا۔ اعلان کیا کہ حضرات سکون واطمینان سے تشریف رکھیں ہمارے شہر کے مشہور نعت خواں حافظ عبدالحبیب قادری حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا صاحب کی نو تصنیف قصیدہ نور پڑھیں گے ارباب ذوق اس نورانی قصیدہ کو طمانت قلب کے ساتھ سن کر انشاء اللہ المجید کیف اندوز ہوں گے۔

حافظ عبدالحبیب قادری مرحوم مولوی محلّہ بدایوں کے معزز طبقہ کے فرد تھے سروے میں ملازم نہایت خوش گلو تھے بڑی پاٹ دار آواز تھی، شہر میں بے حد مقبول تھے۔ آپ نے پیش خوانی میں

هزار بار بشویم بمشک و گلاب هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

اور اُردو کی نظمیں پڑھیں اس کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا مشہور قصیدہ نورانی یعنی

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

پڑھنا شروع کیا۔ایک خاص بات عرض کردوں آج کل درگاہ معلیٰ کا صحن مسقّف ہے ڈاٹ لنٹر وغیرہ کی چھت ہے۔اُس زمانہ میں صحن کھلا ہوا تھا سرخ ٹول کا نہایت حسین خوشنما شامیانہ صحن پر تنا ہوا تھا۔ دس بجے دن کے بعد قصیدہ نور شروع ہوا تھا۔صحن درگاہ تمام مقدس نورانی بزرگوں سے بھرا ہوا تھا۔آفتاب کی شعاعیں سرخ شامیانہ سے چھن چھن نعت خوانوں کے لب ودہن اور حاضرین کے رُخ ہائے روشن کو چومنے میں مصروف تھیں۔شامیانہ سے نور چھن رہا تھا، درودیوار سے نور نور کا نغمہ بلند تھا،علماء ومشائخ ادباء شعراء حاضرین محفل کیف وسرور کے عالم میں ''سبحٰن اللہ وصل علیٰ'' کے مودبانہ تحسین وآفرین میں مشغول تھے۔ایک ایک شعر چار چار پانچ پانچ بار پڑھوایا جارہا تھا، ہر شخص پر وجد طاری تھا۔یہ معلوم ہوتا تھا کہ انوارِ الٰہی کی بارش ہورہی ہے۔حافظ حبیب صاحب نے پورا قصیدہ صاحب عرس کے حضور اور مصنف قصیدہ کی موجودگی میں پڑھا اور ایک بجے کے قریب ختم کیا جس وقت حافظ صاحب نے مقطع پڑھا

اے رضاؔ یہ احمد نوری کا سارا فیض ہے　　　ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

حضرت سیدنا شاہ احمد نوری قدس سرہ نے جو گردن جھکائے ہوئے مراقب نظر آرہے تھے گردن مبارک بلند فرمائی، دست دعا اُٹھائے حضرت بریلوی والہانہ انداز کے ساتھ اُٹھے زبان سے چیخ نکلی اور حضرت میاں صاحب قبلہ کے زانوئے اقدس پر سر رکھ دیا۔

حضرت شہید ملت علیہ الرحمۃ نے حضرت فاضل بریلوی کو مبارک باددی ''سبحان اللہ'' کیسی عظیم ومبارک محفل، کیسے عظیم ومبارک اکابر، علماء ومشائخ (رحمہم اللہ) کی موجودگی اور کیسا عظیم ومبارک قصیدہ اور روح پرور نظارہ ہے۔قصیدۂ نور کی یہ عظمت ومقبولیت یقیناً اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی خصوصی نظر عنایت ہے جو اس کے مصنف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبوبیت ومقبولیت کی اعلیٰ دلیل ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (پارہ ۲۸،سورۃ الجمعۃ،آیت ۴)　　　یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

نوٹ

یہ مضمون استاذ الشعراء مولانا شاہ یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدایونی کا خود نوشت ہے جسے فقیر نے معارف رضا کراچی اور انوارِ عقیدت مطبوعہ مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ سے لیا ہے اس نذرانۂ عقیدت کی مذکورہ بالا نورانی محفل کے عنوان کے ابتدا میں لکھا ہے

میں نے محفل میں سنا ہے یہ قصیدہ نور کا　　　ہے مرے پیش نظر اب تک وہ نقشہ نور کا

حضرت ضیاء القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اس بیان کو تقریباً ایک صدی بیت گئی خود حضرت ضیاء القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قصیدۂ نور شریف کے اختتام پر حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے محفل میں اعلان فرمایا کہ حضرات آپ کے قلوب فاضل بریلوی کے نورانی قصیدہ نے یقیناً منور فرمائے اب میں آپ کو دوسری خوشخبری سناتا ہوں کہ شب کے جلسہ میں ہمارے محترم دوست خان صاحب مولانا علی احمد خان صاحب اسیر بدایونی کا قصیدہ نورانی پڑھا جائے گا انشاء المجید اس قصیدہ سے بھی آپ اتنا ہی محظوظ ہوں گے۔ تمام علماء و مشائخ اور شعراء و ادیب حضرات تشریف لائیں تو اولاً ہمارے مشہور واعظ برادر محترم مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی وعظ فرمائیں گے بعدہٗ دوسرا نورانی قصیدہ پڑھا جائے گا۔

غرض دن گذارا آستانہ عالیہ قادریہ کا لنگر عشاء سے قبل تقسیم ہوگیا۔ عشاء کے وقت تک تمام درگاہ معلیٰ رنگ برنگ کے شیشہ آلات کی روشنی سے جگمگا کر بقعۂ نور بن گئی۔ عشاء کی نماز کے بعد شب کی محفل کا آغاز ہوا ابتداً نعت خوانی ہوئی۔ حضرت مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کے کلام میں بلا کی کشش تھی آپ کے وعظ کا جہاں اعلان ہوا وہاں مخلوقِ الٰہی ٹوٹ پڑتی تھی۔ شب کی محفل بڑی درگاہ مجیدی میں ہوئی تھی دونوں درگاہیں تمام احاطہ آستانہ قادریہ کثرتِ اژدہام کے باعث پُرنظر آتے ہیں بارہ بجے کے قریب وعظ ختم ہوا اور قصیدہ خوانی کا مکرر اعلان ہوا۔

اس فقیر کی عمر اُس وقت ۱۷ سال کے قریب تھی شعر فہمی شعر گوئی کا شباب نہ سہی مگر ادبی مذاق ضرور شباب پر تھا۔ دن میں قصیدہ کی مقبولیت اس کے اعلیٰ معیار تحسین و آفرین کے نغموں نے مجھے اس یقین کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ اب دوسرا قصیدہ کامیاب نہ ہو سکے گا پھر چونکہ قصیدہ بھی میرے اب مجازی اور مربی استاد کا قصیدہ تھا اس لئے اعلان کے بعد سے ہی میرے اضطراب میں ترقی تھی چنانچہ میں نے کھانے کے لئے وقت حضرت قبلہ مولانا اسیر علیہ الرحمۃ سے عرض کی چونکہ حافظ غلام حبیب صاحب سے زیادہ بہتر کوئی دوسرا پڑھنے والا نہیں ہے اور وہ دوسرا قصیدہ اس محنت کے ساتھ پڑھ بھی نہ سکیں گے اس لئے قصیدہ کے کامیاب ہونے میں شک معلوم ہوتا ہے فرمایا تم بچے ہو میں نے ایسے بہترین پڑھنے والے فراہم کر لئے ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ محفل کو درہم برہم کر دیں گے۔

چنانچہ اعلان کے بعد مشائخ و علماء تخت کے گرد و پیش اور شعراء چاروں طرف بیٹھ گئے۔ حاضرین عرس جو درگاہ بازار میں ادھر اُدھر ٹہل رہے تھے دونوں درگاہوں میں جمع ہو گئے۔

میں نے دیکھا کہ مولانا اسیر اپنے ہمراہ شیخ سخاوت حسین غزنوی، شیخ نثار احمد غزنوی، مرزا یعقوب بیگ کتب فروش، حافظ محمود احمد کو جو سب کے سب متشرع تھے لائے اور تخت پر بٹھایا۔ میں نے کبھی ان حضرات کو محافل میلاد میں پڑھتے نہیں دیکھا تھا ان حضرات نے اول تو فاتحہ خوانی کی درخواست کی اور اس کے بعد فارسی کی مشہور رباعی

پیش از همه شاهانِ غیور آمدۂ	هر چند که آخر بظهور آمدۂ
اے ختمِ رسل قرب تو معلومم شد	دیر آمده زراه دور آمدۂ

سوز کے لہجہ میں اس انداز سے پڑھی کہ تمام محفل متوجہ ہوگئی بعض لوگوں کے اصرار پر دوبار، پھر دوسری دھن میں تیسری مرتبہ تیسری طرز پر اور چوتھی مرتبہ پھر اسی رباعی کو نئے انداز سے پڑھا۔ تمام مجمع میں ایک خاص لہر دوڑ گئی ساری مجلس مسحر معلوم ہوتی تھی۔ یہ لوگ موسیقی کے ماہر شہر کے شریف افراد آوازیں نہایت مترنم گلے بہترین سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے، نصف رات گذر چکی ہے، نور ظہور کا وقت ہے۔ غرض ان حضرات نے حضرت مولانا اسیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قصیدہ شروع کیا۔

مرحبا آیا عجب موسم سہانا نور کا	بلبلیں گاتی ہیں گلشن میں ترانا نور

قصیدۂ نورانی

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا — مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا — بارہ برجوں سے جھکا ایک ایک ستارہ نور کا

ان کا قصر قدر کے خلد ایک کمرہ نور کا — سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

عرش بھی فردوس بھی اُس شاہ والا نور کا — ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا — بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا — نور دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

تیرے ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا — رُخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

پشت پر ڈلکا سرا نور سے شملہ نور کا — دیکھیں موسیٰ طور سے اُترا صحیفہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا — سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

بینیِ پرنور پر رخشاں ہے بکہ نور کا — ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

مصحف عارض پہ ہے خطِ شفیعہ نور کا — بوسیہ کا رو مبارک ہو قبالہ نور کا

آبِ زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا — مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

پیچ کرتا ہے فدا ہونے کو لمعہ نور کا — گردِ سر پھرنے کو بنتا ہے عمامہ نور کا

ہیبت عارض سے تھراتا ہے شعلہ نور کا — کفش پا پر گر کر بن جاتا ہے گپھا نور کا

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا — تیری صورت کے لئے آیا ہے سورۂ نور کا

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا — ہے گلے میں آجتک کو راہی کُرتا نور کا

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا — نور نے پایا ترے سجدے سے سیما نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا — سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

کیا بنا نامِ خدا اسرا کا دولہا نور کا — سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

بزمِ وحدت میں مزا ہو گا دوبالا نور کا
ملنے شمع طور سے جاتا ہے کہ نور کا

وصف رُخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیا نور کا
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا

دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا
من رای کیسا یہ آئینہ دکھایا نور کا

صبح کر دی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا
شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

پڑتی ہے نوری بھرن اُمڈ ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشف کفر آتا ہے اھلا نور کا

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

نسخ ادیاں کر کے خود قبضہ بٹھایا نور کا
تاجور نے کر لیا کچا علاقہ نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

دیکھ ان کے ہوتے نازیبا ہے دعوٰی نور کا
مہر لکھ دے یاں کے ذروں کو مچلکہ نور کا

یاں بھی داغِ سجدۂ طیبہ تمغا نور کا
اے قمر کیا تیرے ہی ماتھے ٹیکا نور کا

شمع ساں ایک ایک پروانہ ہے اُس بانور کا
نورِ حق سے لو لگائے دل میں رشتہ نور کا

انجمن والے ہیں انجم بزم حلقہ نور کا
چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

کس کے پردے نے کیا آئینہ اندھا نور کا
مانگتا پھرتا ہے آنکھیں ہر نگینہ نور کا

اب کہاں وہ تابشیں کیسا وہ تڑکا نور کا
مہر نے چھپ کر کیا خاصہ دھندلکا نور کا

قبر انور کہیئے یا قصرِ معلّٰی نور کا
چرخِ اطلس یا کوئی سادہ سا قبہ نور کا

آنکھ مل سکتی نہیں در پر ہے پہرا نور کا
تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا

نزع میں لوٹے گا خاکِ در پہ شیدا نور کا
مر کے اوڑھے گی عروسِ جاں دوپٹہ نور کا

تاب مہر حشر سے چونکے نہ کشتہ نور کا
بوندیاں رحمت کی دینے آئیں چھینٹا نور کا

وضع واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا　　یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا　　اس علاقے سے ہے اُن پر نام سچا نور کا

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا　　بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

سرگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال　　ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

تاب حسن گرم سے کھل جائیں گے دل کے کنول　　نو بہاریں لائیگا گرمی کا جھلکا نور کا

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے　　حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

سبزہ گردوں جھکا تھا بہر پا بوس براق　　پھر نہ سیدھا ہو کھایا وہ کوڑا نور کا

تاب سم سے چوندھیا کر چاند انہیں قدموں پھرا　　ہنس کر کے بجلی نے کہا دیکھا چھلاوا نور کا

دید نقش سم کو نکلی سات پردوں سے نگاہ　　پتلیاں بولیں چلو آیا تماشا نور کا

عکس سم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند　　پڑ گیا سم و زر گردوں پر سکہ نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں　　کیا ہی چلتا تھا اشاروں پہ کھلونا نور کا

ایک سینہ تھا مشابہ ایک وہاں سے پاؤں تک　　حسن سبطین ان کے جاموں میں نیما نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں　　خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص　　کھیعص اُن کا ہے چہرہ نور کا

اے رضاؔ یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میر ی غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

نوٹ

قصیدۂ نور فقیر نے مکمل طور پر یہاں پر اس لئے لکھ دیا تا کہ قارئین شرح پڑھنے سے پہلے ان اشعار کو سامنے رکھیں اس طرح سے شرح فہمی میں سہولت ہوگی۔ ان شاءاللہ

تضمین

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قصیدۂ نور پر جو تضمین حضرت مولانا اختر الحامدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمائی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں

مرحبا کیا روح پرور ہے نظارا نور کا　　فرش سے تا عرش پھیلا ہے اُجالا نور کا
تاجدارِ شرق سائل بن کے نکلا نور کا　　صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

ڈالی نور نور کی پتہ پتہ نور کا　　بوٹا بوٹا نور کا غنچہ غنچہ نور کا
نور کی اک اک کلی کلی اک اک شگوفہ نور کا　　باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

جشن نورانی ہے ہر جانب ہے چرچا نور کا　　انجمن آرا ہوا مکہ میں کعبہ نور کا
ماہ حق تشریف لایا بن کے قبلہ نور کا　　بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

دونوں عالم کی ہر اک شے پر سکہ نور کا　　دو جہاں کی نعمتیں ادنیٰ صدقہ نور کا
ان کے بحر لطف سے کوثر ہے قطرہ نور کا　　ان کے قصرِ قدر سے خلد ایک کمرہ نور کا
سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

فرق انور پر خدا نے تاج رکھا نور کا　　نور نے خود نور کو مالک بنایا نور کا
کون سی شے ہے نہیں ہے جس پہ قبضہ نور کا　　عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا
یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

کس قدر سنو لا گیا ہے آج چہرہ نور کا　　پھیکا پھیکا دھندلا دھندلا ہے اُجالا نور کا
روئے انور سے ذرا پردہ اُٹھانا نور کا　　آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا

بڑھ گیا پا کر جبین نور رتبہ نور کا　　دور پہنچا نور کی دنیا سے شہرہ نور کا

اللہ اللہ کوئی دیکھے تو نصیبا نور کا   تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

نور کی سرکار میں آیا ہے منگتا نور کا   ہے یہی دُربار دربارِ معلّیٰ نور کا
ایک مدت سے دلِ مضطر ہے پیاسا نور کا   میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

پنجگانہ پیش کرتے ہیں قصیدہ نور کا   یہ نمازیں ہیں حضور نور تحفہ نور کا
سامنے ہوتا ہے آنکھوں کے سراپا نور کا   تیری ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا
رُخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

آسمانِ نور سے آیا رسالہ نور کا   یا کتابِ نور پر رکھا ہے پارہ نور کا
عرش سے نازل ہوا کیا خوب نسخہ نور کا   پشت پر ڈھلکا سرِ انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

فرقِ انور نور کی دستار چہرہ نور کا   سادگی میں بھی ہے اک انداز پیارا نور کا
کجکلا ہی پر کچھ ایسا رعب چھایا نور کا   تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

ضو فگن ہے کعبہ جاں پر منارا نور کا   ہے اسی کی سیدھ میں لاریب رستہ نور کا
زرفشاں کیا پرچم حق پر ہے تارا نور کا   بینی پُرنور پر درخشاں ہے بکہ نور کا
ہے لواءِ الحمد پر اُڑتا پھریرا نور کا

صفحۂ قرطاس نوری پر یہ نقطہ نور کا   کس قدر ہے جگمگاتا استعارا نور کا
نور کی تحریر بخشش عفو نامہ نور کا   مصحف عارض پہ ہے خطِ شفیعہ نور کا
لو سیاہ کارو مبارک ہو قبالہ نور کا

مشعل روشن پہ ہے نازک سا شیشہ نور کا   یا غدارِ نور پر تاریک پردہ نور کا
تیرتا ہے چاندنی میں چاند کیسا نور کا   تابِ زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا

مصحفِ اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

چار سو ہے طور کے گردش میں شعلہ نور کا   مثل پروانہ ہے چکر میں شرارہ نور کا
ہے طوافِ ماہ میں مصروف بالا نور کا   پیچ کرتا ہے فدا ہونے کو لمعہ نور کا
گردِ سر پھرنے کو بنتا ہے عمامہ نور کا

ہے جلالِ مہر سے لرزاں شرارہ نور کا   کانپتا رعب سحر سے ہے ستارا نور کا
طور پر ہے رعشہ براندام کوندہ نور کا   ہیبت عارض سے تھرّاتا ہے شعلہ نور کا
کفش پا پر گر کے بن جاتا ہے گپھا نور کا

چشم ما زاغ البصر قوسین قبلہ نور کا   والضحیٰ نوری جبیں والفجر چہرہ نور کا
شرحِ قرآنِ الٰہی ہے سراپا نور کا   شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

جسم نورانی ہے کیسا صاف ستھرا نور کا   منبع انوارِ حق مہر مجلّے نور کا
پیراہن ہے تن پہ یا مشعل پہ شیشہ نور کا   میل سے بالکل مبرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کو راہی کرتا نور کا

تجھ سے پاتا ہے جہان نور صدقہ نور کا   آستاں بوسی سے بڑھ جاتا ہے درجہ نور کا
تیری چوکھٹ پر ہے ساجد ہر فرشتہ نور کا   تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا ترے سجدے سے ماتھا نور کا

اللہ اللہ ہے وجود پاک کیسا نور کا   اک مکمل مظہر باری تعالیٰ نور کا
آیۂ نورا مبینا ہے اشارہ نور کا   تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سائے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

قال ہے رخسار پر ماہ دو ہفتہ نور کا   زلف مشکیں میں ہلالی خم انوکھا نور کا
رُخ یہ غازہ نور کا آنکھوں میں سرمہ نور کا   کیا بنام نامِ خدا اسریٰ کا دولہا نور کا
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

سیلِ حسن ورنگ ہے اُمڈا ہے دریا نور کا　　اک عجب عالم ہے تا قصر تدلیٰ نور کا
اب حریم نور سے اُٹھے گا پردہ نور کا　　بزمِ وحدت میں مزا ہو گا دوبالا نور کا
ملنے شمع طور سے جاتا ہے اِک نور کا

ہر طرف ہے بزمِ نورانی میں چرچا نور کا　　عالم انوار میں بکھرا ہے نغمہ نور کا
جلوہ گاہ نور میں آتا ہے دولہا نور کا　　وصف رُخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

شب پرہ کیا جائے دن ہوتا ہے کیسا نور کا　　دیکھ سکتا ہے اندھیرا کب اجالا نور کا
لطف پا سکتا ہے کیا آنکھوں سے اندھا نور کا　　یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیہ نور کا
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا

اک حجاب نو بہ نو جلوہ بہ جلوہ نور کا　　ہر تجلی ہر کرن ہر عکس پردہ نور کا
کر سکیں آنکھیں نہ جی بھر کر نظارا نور کا　　دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا
من رآنی کیا یہ آئینہ دکھایا نور کا

لے کے آیا عید جاء الحق سویرا نور کا　　شرقِ انوارِ حرا سے مہر نکلا نور کا
دھوپ چمکی نور کی پھیلا اُجالا نور کا　　صبح کر دی نور کی سچا تھا مژدہ نور کا
شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

ابر رحمت جھوم کر کعبہ سے اُٹھا نور کا　　نکھری نکھری ہے فضاء منظر ہے پیارا نور کا
قحط تاریکی گیا آیا زمانہ نور کا　　پڑتی ہے نوری جھرن اُمڈا ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشت کفر آتا ہے اہلا نور کا

تم سے پہلے تھا کہاں اجالا نور کا　　تم سے پہلے تھا کہاں یہ دور دورہ نور کا
تم سے پہلے ایک بت خانہ تھا کعبہ نور کا　　ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور تھا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

نورِ کامل دین کامل لے کے آیا نور کا　　ہے شریعت نور کی جاری ہے سکہ نور کا

ناسخ مطلق خدا نے خاص بھیجا نور کا　　نسخ ادیاں کر کے خود قبضہ بٹھایا نور کا

تاجور نے کر لیا کچا علاقہ نور کا

کس قدر مسرور ہے ہر ایک منگتا نور کا　　سب کو قسمت سے سوا ملتا ہے حصہ نور کا

بھیڑ ہے دربار میں جاری ہے صدقہ نور کا　　جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا

نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

پھوٹ نکلا اے تعالیٰ اللہ چشمہ نور کا　　شاد ہیں سائل اُبلتا ہے خزانہ نور کا

موج اُٹھی بحر کرم کی ہاتھ اُٹھا نور کا　　بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسا نور کا

ماہ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

مَل چکے ہیں اپنی آنکھوں سے یہ تلوا نور کا　　ان کے دل پر نقشِ کفِ پا نور کا

تو ہے معمولی دیا یہ طورِ سینا نور کا　　دیکھ ان کے ہوتے نازیبا ہے دعویٰ نور کا

مہر لکھ دے یاں کے ذروں کو مچلکہ نور کا

خاتم شاہی درخشندہ عطیہ نور کا　　مہر تصدیق عقیدت ہے یہ ٹھپہ نور کا

رکھتے ہیں اپنی جبیں پر ہم بھی سکہ نور کا　　یاں بھی داغِ سجدۂ طیبہ ہے تمغہ نور کا

اے قمر کیا تیرے ہی ماتھے ہے ٹیکہ نور کا

ہر ادا ہر طرز ہر خُو ہر سلیقہ نور کا　　ہر روش ہر طور ہر ڈھب ہر سلیقہ نور کا

پاس رہ کر بن گئے پیکر صحابہ نور کا　　شمع ساں اک ایک پروانہ ہے اس با نور کا

نورِ حق سے لو لگائے دل میں رشتہ نور کا

دائرہ ہے گردِ خورشید مدینہ نور کا　　مہر حق پر ہے شعاعوں سے احاطہ نور کا

شمع محفل شاہ دیں اصحاب گھیرا نور کا　　انجمن والے ہیں انجم بزمِ حلقہ نور کا

چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نور کا

تجھ سے مکہ نور کا تجھ سے مدینہ نور کا　　تجھ سے قبلہ نور کا تجھ سے کعبہ نور کا

تجھ سے جس رشتہ کو نسبت ہے وہ رشتہ نور کا　　تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

بخت اللہ غنی عثماں تمہارا نور کا — اختر قسمت ہے یا ماہ دوہفتہ نور کا
خلعت نور علیٰ نور ملا کیا نور کا — نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

کس کے جلوے سے ہوا سارا زمانہ نور کا — کس کے پَرتو سے بنی دنیا نمونہ نور کا
کس کے عکسِ نور سے تھا ذرہ ذرہ نور کا — کس کے پردے نے کیا آئینہ اندھا نور کا
مانگتا پھرتا ہے آنکھیں ہر نگینہ نور کا

اب کہاں وہ عکس ریزی وہ اجالا نور کا — اب کہاں وہ جگمگاہٹ وہ چمکنا نور کا
اب کہاں وہ صبح دلکش وہ سویرا نور کا — اب کہاں وہ تابشیں کیسا وہ تڑکا نور کا
مہر نے چھپ کر کیا خاصہ دھندلکا نور کا

تم مقابل تھے تو تاباں تھا نصیبہ نور کا — تم مقابل تھے تو پھیلا تھا اُجالا نور کا
تم مقابل تھے تو منظر اور کچھ تھا نور کا — تم مقابل تھے تو پہروں چاند بڑھتا نور کا
تم سے چھٹ کر منہ نکل آیا ذرا سا نور کا

جگمگاتا ہے کلس صل علیٰ کیا نور کا — گنبد خضرا ہے یا بُرجِ مطلا نور کا
اک حسیں منظر ہے تا اوجِ ثریا نور کا — قبر انور کہئے یا قصر معلیٰ نور کا
چرخ اطلس یا کوئی سادہ سا قبہ نور کا

بارگاہ نور ہے یہ آستانہ نور کا — ہے یہاں کا چپہ چپہ گوشہ گوشہ نور کا
حاجب و درباں یہاں ہے ذرہ ذرہ نور کا — آنکھ مل سکتی نہیں در پر ہے پہرہ نور کا
تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا

روح پرور کس قدر منظر ہوگا نور کا — موت آئے گی بتانے جب کہ دولہا نور کا
بن کے چمکے گا غبارِ نور غازہ نور کا — نزع میں لوٹے گا خاکِ نور پہ شیدا نور کا
مر کے اوڑھے گا عروسِ جہاں دوپٹہ نور کا

باغِ بخشش سے چلے جب تک نہ جھونکا نور کا ہو بہارِ سامعہ جب تک نہ نغمہ نور کا
سن نہ لے جب تک لبِ عیسیٰ سے مژدہ نور کا تابِ بہرِ حشر سے چونکے نہ کشتہ نور کا
بوندیاں رحمت کی دینے آئیں چھینٹا نور کا

درحقیقت مبتدا ہے ذات والا نور کا وجہ وصل و غایت و مقصود منشا نور کا
نورِ مطلق نے بنایا تجھ کو مبدا نور کا وضعِ واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

مرسلیں انوار تو جوہر سراپا نور کا سب نبی تارے ہیں تو مہر مجلی نور کا
فرع یہ تو اصل یہ گل تو حدیقہ نور کا انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقہ سے ہے ان پر نام سچا نور کا

ہے منور دن منور رات صدقہ نور کا دھوپ کیسی چاندنی کیا ہے اتارا نور کا
روز و شب آتے ہیں لے کر در پہ کاسہ نور کا یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

جھیل پر ہیں حسن کی دو آہوانِ خوش جمال نور کی رفتار سے بھی تیز تر ہے جن کی چال
مرشد کامل نے میرے دی ہے کیا ستھری مثال سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لا مکاں تک جن کا رمنا نور کا

دیکھنا کچھ ایسا جوبن لائیں گے دل کے کنول دائمی عہد جوانی پائیں گے دل کے کنول
تازگی پا کر نہ پھر مرجھائیں گے دل کے کنول تابِ حسن گرم سے کھل جائیں گے دل کے کنول
نو بہاریں لائے گا گرمی کا جھلکا نور کا

خاک والے تا فلک تیرے توسط سے گئے دیکھنے بس اک جھلک تیرے توسط سے گئے
نور سے لینے چمک تیرے توسط سے گئے ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
فدارسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

برق سے چشمک زنی آخر نہیں کوئی مذاق بھول بیٹھا اک تجلی ہی میں سارا طمطراق

باادب خم آج تک ہے منزلِ نیلی رواق   سبزۂ گردوں جھکا تھا بہر پابوسِ براق
پھر نہ سیدھا ہو سکا کھایا وہ کوڑا نور کا

نورِ حق راکب ہو جب مرکب کا پھر کیا پوچھنا   چال کیا تھی برقِ سینا کا تھا گویا کوندنا
کس کا زہرہ دیکھنا کیسا کہاں کا حوصلہ   تابِ سم سے چوندھیا کر چاند انہی قدموں پھرا
ہنس کے بجلی نے کہا دیکھا چھلاوا نور کا

رات چمکانے کو دوڑی اختر بخت سیاہ   رج اجالے کے لئے لی صبح نے مکہ کی راہ
ارتسام عکس کرنے دل پہ آئے مہر و ماہ   دید نقش سم کو نکلی سات پردوں سے نگاہ
پتلیاں بولیں چلو آیا تماشا نور کا

مہر آیا بہر نظارا پئے دیدار چاند   نیر تاباں ہوا اک ایک پرانوار چاند
وہ بنا خورشید عالمتاب یہ ضو بار چاند   عکس سم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند
پڑ گیا سیم و زر گردوں پہ سکہ نور کا

چاندنی لاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں   نور برساتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں
باادب آتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں   چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

دونوں تاروں میں ہے خورشید نبوت کی چمک   دونوں پھولوں میں ہے گلزارِ رسالت کی مہک
دونوں شہزادوں میں ہے شاہ دو عالم کی جھلک   ایک سینے تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں نیا نور کا

یہ ادا یہ طور یہ اندازِ شاہ دوجہاں   ہو بہو گویا سراپائے حسین لامکاں
جیسے شمع من رآنی قد رای الحق ضوفشاں   صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

کس قدر شفاف ہے آئینہ نوری نہاد   جس کے دیکھے سے خدا بیساختہ آتا ہے یاد
بے نیاز ہر ستائش ماورائے حسن داد   ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص

کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

یہ قصیدہ جو حد فکر رسا ہے دور ہے   جو مضامیں کی بلندی میں بہت مشہور ہے
میں کروں تخمیں اختر کب مرا مقدور ہے   بس رضا و احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی تضمین بھی بڑھ کر قصیدہ نور کا

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین وبارک وسلم

نوٹ

مورخہ ۱۵ ربیع النور (ربیع الاول شریف) بروز ہفتہ دو بجے شب تضمین مکمل ہوئی۔ ۳۰ اپریل ۱۹۷۲ء

انتباہ

ضرورتِ شعری کے لئے نہیں محض احتراماً لفظ بس اور واؤ عاطفہ کی تبدیلی کی گئی ہے۔ اصل میں ہے

اے رضاؔ احمد نوری کا فیض نور ہے   اے رضا کی جگہ بس رضا و احمد نوری کا فیض نور ہے

(اختر الحامدی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الحمد العلی الکبیر والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم البشیر والنذیر

امابعد! شرح حدائق بخشش کے حصہ اول کے اختتام کے بعد حصہ دوم کی شرح میں فارسی غزل چھوڑ دی گئی ہے اس کے بعد قصیدہ نور شریف شروع ہوتا ہے اس لئے قلم ہاتھ میں لے کر غوث ورضا رضی اللہ عنہما کے فیض و برکت سے امید رکھتا ہوں کہ دوسری شروح کی طرح اس قصیدہ نور شریف کو پایۂ اختتام تک پہنچا سکوں (انشاء اللہ السعی والاتمام من اللہ تعالیٰ)

وماتوفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور۔ پاکستان

۲۱ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

آغازِ شرح

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

حل لغات

طیبہ (بفتح الطاء و تخفیف اولیاء) مدینہ پاک کے اسماء میں ایک اسم ہے۔ بٹتا ہے اس کا مصدر بٹنا ہے بمعنی تقسیم ہونا۔ باڑا، خیرات، لنگر۔

شرح

مدینہ طیبہ میں صبح کے وقت نور کا لنگر تقسیم ہونے لگا تو خیرات لینے کے لئے نور کا تارا بھی حاضر ہوا یعنی حضور سرورِ دوعالم ﷺ عالم بالا سے عالم دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت صبح کا وقت تھا۔ جیسے عام دستور ہے کہ بچوں کی ولادت پر خیراتیں کی جاتی ہیں، لنگر لٹائے جاتے ہیں۔

بلاتمثیل نبی پاک ﷺ کی ولادت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے اور اٹھارہ ہزار عالم کی ہر شے اس لنگر عام سے خیرات لے رہا تھا یہاں تک باوجودیکہ تارہ خودنوری ہے وہ بھی اس لنگر سے نور کی خیرات لینے کے لئے حاضر ہوا۔

ابحاث المیلاد

جدید مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت ربیع الاول میں ہوئی۔ابن کثیرالدمشقی نے لکھا ہے کہ

وھذا مالاخلاف فیه انه ولد ﷺ یوم الاثنین ثم الجمھور علیٰ ان ذلک کان فی شھر ربیع الاول

اس امر پر ذرا بھی اختلاف نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ دوشنبہ (پیر) کے دن پیدا ہوئے پھر جمہور کا یہ بھی قول ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔

سب کا اتفاق ہے کہ آپ کی پیدائش مبارک کا سن عام الفیل تھا اور جمہور محققین کی تحقیق کے مطابق حضور ﷺ ۱۲ ربیع الاول پیر کے روز صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے چنانچہ محمد بن ہشام نے ''سیرت ابن ہشام'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن بارہویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے جس سال اصحاب فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور طبری نے بھی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول پر اجماع ہے یہاں تک کہ منکرین میلاد کے اکابر کو بھی اس پر اتفاق ہے۔شبلی نعمانی ایک یہودی کے شاگرد کی غلطی ۹ ربیع الاول لکھ دے تو اس کی بات بے وزن ہے کوئی صرف ضد سے ۱۲ ربیع الاول میں ولادت مبارکہ کا انکار کرتا ہے تو جمہور کے خلاف اس کی بات کون سنے گا۔

نکتہ

قمری مہینوں میں سے بعض مہینے حضور ﷺ کے اس دنیا میں ظہور فرمانے سے پیشتر ہی متبرک اور مقدس مشہور تھے اور حضور کے اعلانِ نبوت کے بعد بھی بعض مہینوں کو عظمتیں نصیب ہوئیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور کی اس دنیا میں تشریف آوری کسی ایسے باعظمت مہینے میں کیوں نہ ہوئی۔

اس کی وجہ بیان کرتے ہیں ''یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ رمضان یا حرمت والے مہینوں یا شعبان المبارک میں پیدا ہوتے تو بعض ناسمجھ اس سے بے بنیاد وہم کا شکار ہو جاتے کہ آپ کو جو عظمت و شان حاصل ہے وہ ان

مہینوں کی فضیلت اور قدر ومنزلت کی وجہ سے ہے لیکن خالقِ حکیم جل جلالہ نے چاہا کہ آپ کی ولادت ماہِ ربیع اول میں ہو تا کہ یہ مہینہ آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے شرف و بزرگی حاصل کرے۔

فضیلت شب میلاد

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں شب میلاد مبارک بلاشبہ لیلۃ القدر سے افضل ہے اس لئے کہ میلاد کی رات خود حضور اکرم ﷺ کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر حضور اکرم ﷺ کو عطا کی گئی ہے۔ لیلۃ القدر نزولِ ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفس نفیس حضور ﷺ کے ظہور سے شرف یاب ہوئی۔

تارا نور کا

حضرت عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں رسول کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اس رات مجھے ہر چیز سورج کی روشن دکھائی دیتی تھی میں نے ستاروں کو دیکھا تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری طرف سے ہیں۔

عن فاطمة بنت عبدالله قالت لما احضرت ولادة رسول الله ﷺ رايت البيت حين وقع اى نزل من بطن امه قد امتلاء نوراً ورايت النجوم تدنوا حتى ظننت انها مستقع علی (رواہ البیہقی ،مواہب لدنیہ)

جناب فاطمہ بنت عبداللہ (صحابیہ) بیان کرتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ جلوہ آرائے جہاں ہوئے میں نے دیکھا تمام گھر نور سے جگمگا اُٹھا اور میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر نہ گر پڑیں۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ علامہ زرکشی اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کو صحیح کہا ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں

شاھدہ حديث العرباض　　　اس کی صحت کی شاہد حدیث عرباض ہے۔

وقول الشفاء ام عبدالرحمن بن عوف لما سقط ﷺ علیٰ يدى اى وضعته امه واستهل سمعت قاتلا رحمتک الله واضاء الیٰ مابين المشرق والمغرب حتى فظرت الى قصور الروم (کتاب الشفاء جلد۳ صفحہ ۳۷۶، ابونعیم ومواہب لدنیہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں جب نبی کریم ﷺ دنیا میں تشریف فرما ہوئے تو میں نے اُن کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھایا تو کسی کہنے والے کی آواز کو سنا جو کہتا ہے "رحمک اللہ" (اے محمد پاک ﷺ! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) اور تمام مشرق و مغرب کے درمیان ایسی تیز روشنی چمکی کہ میں نے روم کے محلوں کو دیکھ لیا۔

زمین چمک اٹھی

حضرت امام جلال الدین سیوطی جناب عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

لماولد النبی ﷺ اشرقت الارض . (خصائص کبریٰ جلد اصفحہ ۵۱)

جب سرورِ عالم ﷺ زینت بخش عالم ہوئے تو ساری زمین نور سے چمک گئی۔

انبیاء کرام کی مبارک بادیاں

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نورِ مصطفی ﷺ مجھ میں جلوہ افروز ہوا تو میرے جسم سے پیاری پیاری خوشبو آیا کرتی۔ جب پہلا مہینہ گزرا تو حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ سے کہنے لگے آمنہ تجھے خوشخبری ہو تو نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی ﷺ کی حاملہ ہے۔ پھر دوسرے مہینے حضرت شیث علیہ السلام مبارک باد دینے آئے۔ تیسرے مہینے حضرت نوح علیہ السلام، چوتھے مہینے حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں مہینے حضرت ہود علیہ السلام، چھٹے مہینے حضرت ابراہیم علیہ السلام، ساتویں مہینے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، آٹھویں مہینے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نویں مہینے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبارک بادیاں اور بشارتیں دینے آئے۔

شب ولادت

جب نورِ محمد ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آنے لگا تو شانِ قدرت دیکھئے رات ختم ہونے لگی اور دن نمودار ہونے لگا یعنی رات کی تاریکی کا خاتمہ ہو رہا تھا اور اجالا ظاہر ہونے لگا۔ ایک مختصر جماعت آسمان سے نمودار ہوئی ان کے پاس تین جھنڈے تھے۔ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ فرشتوں نے ایک جھنڈا میرے گھر کے صحن میں گاڑھ دیا، دوسرا جھنڈا کعبہ شریف کی چھت پر اور تیسرا بیت المقدس پر لگا دیا۔ پھر مجھے ایک شربت کا پیالہ پیش کیا گیا میں اسے دودھ سمجھ کر پی گئی وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ پھر چند معزز خواتین میرے پاس آئیں میں نے پوچھا آپ کون ہیں ان میں سے ایک بولی میں حضرت مریم عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہوں، دوسری خاتون بولیں میں حضرت آسیہ فرعون کی بیوی ہوں، تیسری نے کہا میں حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہوں اور باقی سب جنت کی حوریں ہیں ہم

سب آپ کی خدمت کے لئے آئی ہیں۔

ظہورِ معجزات

(۱) جب حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے تو سجدہ کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی۔

(۲) بعدازاں تین شخص اور ظاہر ہوئے جن کے چہرے مثل آفتاب کے درخشاں تھے ایک کے ہاتھ میں چھاگل نقرئی اور دوسرے کے ہاتھ میں زمردیں طشت اور تیسرے کے ہاتھ میں حریر سبز تھا۔ انہوں نے حضور کو اُس طشت میں بٹھایا اور چھاگل کے پانی سے جس میں مشک کی طرح خوشبو آتی تھی سات مرتبہ نہلایا اور وہ حریر سبز آپ کو پہنایا۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رضوان بہشت و خوارزن جنت تھے پھر ان میں سے ایک نے حضور اکرم ﷺ کو لے کر اپنے پروں میں کچھ دیر چھپایا اور سر و چشم پر بوسہ دیا اور آپ کے کان میں کچھ کلمات کہے کہ میں جن کو نہ سمجھتی تھی۔ پھر با آواز بلند کہا اے محمد ﷺ تجھے بشارت ہو کہ تمام انبیاء کا علم تجھے عنایت ہوا اور حمد و مفاتح نصرت تجھے عطا کی گئیں اور تیری عظمت و ہیبت تمام خلائق کے دلوں میں ڈالی گئی کوئی فرد بشر تیرا ذکر نہ سنے گا مگر اس کا دل تیرے خوف سے ترساں و لرزاں ہوگا۔

(۴) بعدازاں ایک اور شخص دیکھا کہ اُس نے اپنا منہ حضور کے دہن پر رکھا اور مثل کبوتر کے بچہ کے حضور کو بھرایا میں دیکھتی تھی کہ وہ حضور کو کچھ بھراتا تھا اور حضور اشارے سے طلب زیادتی فرماتے تھے پھر اُس شخص نے کہا اے محمد (ﷺ) تجھے تمام اخلاقِ حسنہ مرحمت فرمائے گئے۔

(۵) حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک میں تیل ڈالا گیا اور کنگھا کیا اور آنکھوں میں سرمہ لگایا۔

(٦) پھر آپ کو لے کر میری نظر سے غائب ہو گیا اُس وقت میرے دل پر نہایت اندوہ و غم طاری ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج میرے گھر والے کہاں ہیں کہ میں ان واقعات میں مبتلا ہوں اور کوئی میرے پاس نہیں آتا۔ اسی اثناء میں وہی شخص حضور کو لے کر حاضر ہوا اور آواز دے کر کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) کو تمام زمین میں طواف کرایا اور حضرت آدم علیہ السلام کے پاس لے گیا۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے لئے دعائے برکت فرمائی اور کہا اے محمد تجھے بشارت کہ تو میرے تمام فرزندان اولین و آخرین کا سردار ہوگا پھر وہ حضور کو میری گود میں دے کر چلا گیا۔

(۷) حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ جس رات حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے خانہ کعبہ میں مشغول بمناجات تھا کہ اچانک خانہ کعبہ نے مقامِ ابراہیم میں سجدہ کیا اور پھر اپنی اصلی حالت پر آکر بزبانِ فصیح کہا اللہ بہت بڑا ہے جس نے

محمد (ﷺ) کو پیدا فرمایا اور مجھے بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک کیا۔

(۸) ہبل نامی بت میرے سامنے منہ کے بل گر پڑا۔

(۹) کسی نے غائبانہ باآواز بلند کہا کہ آج آمنہ کا فرزندار جمند پیدا ہوا جو موردِ لطف وکرمِ الٰہی ہوگا اور تمام خلق کی طرف مبعوث ہوکر سب کو ہدایت فرمائے گا، کفر وضلالت سے بچائے گا اور دونوں جہاں کا تاجدار تمام خزانوں کی کنجیوں کا مالک ومختار ہوگا۔ اے لوگو تم اس کی ولادت کے دن کو روزِ عید بناؤ اور قیامت تک اُس سے تبرک حاصل کرو۔

(۱۰) حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے جب یہ واقعات دیکھے اور ایسے کلمات سنے تو حیرت نے مجھ پر غلبہ کیا اور زبان بند ہوگئی میں نے حالت خواب خیال کرکے اپنا ہاتھ منہ پر پھیرا اور اپنے آپ کو بیدار پایا۔

(۱۱) پس باب شبیہ سے بطحا کی جانب نکلا تو صفا کو دیکھا کہ کبھی چمکتا ہے کبھی اُٹھتا ہے اور مروہ اضطراب میں ہے یہ دیکھ کر اور زیادہ مجھ پر حیرت طاری ہوئی کہ اطراف وجوانب صفاومروہ سے میرے کان میں آواز آئی اے قریش کے سردار! آج تیرا کیا حال ہے اور کیوں ترساں ولرزاں ہے۔ اس وقت میں نے اپنے میں جواب دینے کی قدرت نہ پائی۔

(۱۲) اور گھر کی طرف توجہ کی تاکہ اُس فرزند کو دیکھوں جب دروازہ کے قریب پہنچا تو ایک سفید مرغ کو دروازے کو پروں سے گھیرے ہوئے تھا دیکھا گھر کے گرد ابر سفید کا حصار پایا اور ہر جگہ نور ہی نور نظر آیا جس نے مجھے گھر میں جانے سے باز رکھا میں تھوڑی دیر وہیں ٹھہرا رہا اور دل میں کہتا رہا یا الٰہی یہ خواب ہے یا بیداری۔

(۱۳) اس کے بعد دروازہ پہ آکر دروازہ کھلوایا آمنہ نے خفیف سی آواز سے جواب دیا میں نے دروازہ کھولو ورنہ میرا جگر شق ہوجائے گا۔ آمنہ نے جلدی سے دروازہ کھولا تو میں نے اُس کی پیشانی پر نظر کی تو وہ نورِ کرامت ظہور نہ دیکھا تو گھبرا کر استفسار کیا تو آمنہ نے جواب دیا کہ میں نے وضع حمل کیا۔ عبدالمطلب نے کہا وہ نور جلد مجھے دکھا۔ آمنہ نے کہا فلاں جگہ سفید کپڑے میں وہ نورِ نظر جلوہ فرما ہے جاکر دیکھ لو۔ عبدالمطلب اُس جگہ آئے اور حضور کو دیکھنا چاہا تو ایک شخص مہیب صورت تلوار کھینچے سامنے آیا اور کہا کہ جب تک تمام ملائکہ ان کی زیارت سے مشرف نہ ہوں گے کسی کو مجال ان کے دیکھنے کی نہ ہوگی یہ حال دیکھ کر حضرت عبدالمطلب کے بدن پر لرزہ طاری ہوا اور ان کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور باہر آکر چاہا کہ قریش کو اس حال سے آگاہ کریں کہ زبان بولنے سے بند ہوگئی اور سات روز تک یہی حال رہا۔

(۱۴) حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب فرماتی ہیں کہ جس رات حضور پیدا ہوئے میں نے چھ عجیب وغریب دیکھے

(۱) حضور نے زمین پر تشریف لاتے ہی سجدہ کیا۔

(۲) سجدے سے سر اُٹھا کر بزبانِ فصیح ''لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ'' فرمایا۔

(۳) حضور کا نورِ مبارک چراغ کے نور پر غالب آیا اور تمام گھر اس نور سے معمور ہو گیا۔

(۴) میں نے جب حضور کو غسل دینا چاہا تو ہاتف غیبی نے پکار کر کہا اے صفیہ! تو تکلیف نہ کر ہم نے انہیں پاک وصاف بھیجا ہے۔

(۵) آپ ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

(٦) آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جس پر کلمہ طیب منقوش تھا۔ (مدارج، معارج، المواہب، الشفاء شرح لعلی القاری علیہ احمد الباری)

(۱۵) حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے شب ولادت مصطفیٰ تین نورانی جھنڈے لہرائے ہوئے دیکھے ایک جھنڈا مشرق میں، ایک جھنڈا کعبہ پر۔ (مواہب اللدنیہ جلد اصفحہ ۲۱)

(۱٦) حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شب ولادت مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ نے ایک سفید ریشمی چادر آسمان اور زمین کے درمیان بچھا دی۔ (مواہب اللدنیہ جلد اصفحہ ۲۱)

(۱۷) محمد بن سعد نے ایک جماعت سے حدیث بیان کی اس میں سے عطاء اور ابن عباس بھی ہیں کہ آمنہ بنت وہب (آپ کی والدہ ماجدہ) کہتی ہیں کہ جب آپ یعنی نبی کریم ﷺ میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ نور نکلا جس کے سبب مشرق ومغرب کے درمیان سب روشن ہو گئے۔

فائدہ

اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ اس نور سے آپ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔

حضور ﷺ نے اسی واقعہ کی نسبت خود ارشاد فرمایا ''ورؤیـــا امـــی التاس میں بی بھی آپ'' کا ارشاد ہے ''وکـــذالـــک امهـــات الانبیـــاء یعنی انبیا علیہم السلام کی مائیں ایسا نور دیکھا کرتی ہیں۔ (اخرجہ احمد والبزار والطبرانی والحاکم والبیہقی)

اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے نوری جلوہ سے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شام کے محلات نظر آ گئے۔

نکات

(۱) یہ جملہ امور خرق عادات ہیں معجزات میں داخل ہیں یا کرامات میں اس بیان سے ایمانِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثابت ہوتا ہے ورنہ کافرہ کے لئے اتنا بڑا تقدس و کمال کیسا؟

(۲) نور کا خروج حضور اکرم ﷺ کی نورانیت کی دلیل نہیں تو پھر کیا کہو گے۔

(۳) جس ذات کی ماں مکہ معظّمہ سے شام کے محلات دیکھ رہی ہے تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ وہ مقدس مولود کائنات کو دیکھتا ہے اور دیکھ رہا ہے۔ (ﷺ)

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

حل لغات

سہانا (ہندی) دلپسند، من بھانا، پیارا۔ پھول پھولا (ہندی) پھل پھلا، شاد آباد۔

شرح

باغِ طیبہ میں ایک پیارا اور من بھاتا پھول کھلا ہے بلبلیں اس کی خوشبو سے مست ہو کر نور کا کلمہ (نورانی ترانہ) گا رہی ہیں۔

اجمال

ان تمام مضامین کا خلاصہ اور دریا در کوزہ ہے جو شب میلاد وقوع پذیر ہوا۔ مصرعہ اول کا مضمون پہلے شعر کی شرح میں پڑھ لیں۔ مصرعہ ثانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے موقعہ پر فرشتوں نے مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر جھنڈے گاڑے تھے اجلاس کی صورت میں حضرت آمنہ کی خدمت میں فرشتے، انبیاء اور حورانِ بہشت مبارک باد دینے آئے تھے۔

تفصیل

(۱) سا داتِ انبیاء عظام علیٰ نبینا علیہم السلام کا حوالہ پہلے شعر میں گذرا ہے اور ملائکہ کرام کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) اس رات میں فرشتوں کو حکم الٰہی ہوا کہ تمام عالم کو منور کریں رضوان کو حکم ہوا کہ بہشت بریں کے دروازے کھول کر مشامِ جبروت و لاہوت کو معطر کر دے، مالک دوزخ کو فرمان ہوا کہ آتش دوزخ کو آج کی رات بجھا دے، تخت شیطان جو بین السماء والارض معلق تھا الٹ دیا گیا، ابلیس مردود چالیس شبانہ روز جبل بوقیس پر بحالت اضطراب واویلا کرتا رہا پھر

ایک فرشتہ نے اس کو دریا میں غوطہ دیا اور منہ کالا کیا تو اس کی ذریت نے سبب پوچھا وہ مردود بولا کہ ہماری اور تمہاری خرابی ایسی ہوئی جو کبھی نہ ہوئی تھی آج کی رات آمنہ زوجہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیغمبر آخرالزماں سرورِ دو جہاں احمد مجتبیٰ ﷺ کے نور سے منور ہوئیں۔

(۳) روئے زمین کے بادشاہ گونگے ہوئے اور بات نہ کر سکے اور مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی، اسی طرح دریائی حیوانات نے ایک دوسرے کو بشارت دی کہ ابوالقاسم کا زمین پر ظہور قریب ہو گیا ہے۔ (حجۃ اللہ از نبہانی صفحہ ۲۲۳)

(۴) روض الافکار میں لکھا ہے کہ سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں پیدا کرنا چاہا تو جنت کے دایان رضوان کو حکم فرمایا کہ آج کی رات فردوس کے تمام دروازے کھول دیئے جائیں اور ایک منادی کرنے والا سات آسمانوں اور زمینوں میں بآوازِ بلند پکارے کہ اے ساکنانِ آسمان اور اے ساکنانِ زمین ہوشیار ہو جاؤ کہ جو نورِ مخزون اور پوشیدہ کیا ہوا تھا اس رات میں اپنی ماں کے بطنِ اطہر میں قرار پایا۔ (خیر المونس جلد ۱ صفحہ ۵۹)

(۵) روایت ہے کہ اس رات کو شیطان کا تخت اوندھا ہو گیا اور چالیس رات دن وہ لعین دریاؤں میں سرگرداں رہا حتیٰ کہ آتش خصومت سے جل کر سیاہ ہو گیا بعد ازاں کوہ ابوقبیس پر فریاد کی۔ اس کی تمام اولاد جمع ہوئی تو کہا اے ملعونوں ہماری ہلاکت کے اسباب جمع ہوئے اور اشرف الاولین والآخرین رحمِ مادر میں مستقر ہوا جو آسمانی راہ ہم سے چھوڑا دے گا اور بتوں کو توڑے گا اور عدل کرے گا اور ظلم کو مٹائے گا اور اس کی امت کے لوگ پہلی امتوں سے افضل ہوں گے جو دین میں اخلاص کریں گے اور اہلِ تقویٰ و اہل نجات ہوں گے، سب بھلائیاں دنیا کی ان میں ہوں گی اور کوئی چیز کھانے پینے کی بغیر اللہ کے نام نہ کھائیں گے اور سب کو اچھے کاموں کا حکم دیں گے اور بُری باتوں سے منع نہ کریں گے اور نیک کاموں میں جلدی کریں گے اور فقراء و مساکین کے دینے سے خوش ہوں گے اور صلہ رحمی بجالائیں گے۔ تب عفریت نے جواب دیا کہ ہم نے اُن سے پہلے چھ طبقوں سے جیسے چاہا کرایا حالانکہ وہ قومیں اُن سے طاقت اور عمر میں زیادہ تھیں ان سے جو چاہیں گے کرائیں گے اور ان کے دل میں آرزوئیں ڈالیں گے جن سے ان کے دل خوش ہو جائیں گے تب ابلیس خوش و خرم ہوا۔ (دلائل النبوت جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

حورانِ جنت

حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ ارشاد فرماتی ہیں کہ ربیع الاول کی بارہویں شب صبح صادق کے وقت میرا سارا مکان کچھ ایسی عورتوں سے بھر گیا جن کو میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا اور وہ سب یہی کہتی تھی کہ اے آمنہ ہم جنت کی حوریں ہیں تیری اور تیرے بچے کی خدمت کے لئے آئی ہیں۔اللہ کے دلدار ہیں یہ نبیوں کے سردار ہیں ، یہ نبی آخرالزماں ہیں، یہ سلطانِ انس و جاں ہیں۔آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ میرے بچے کو انہوں نے گود میں لیا ہوا تھا اور کچھ اس طرح کہہ رہی تھیں

خوشا خوبی خط و خال محمد ﷺ دو عالم ہے محو جمال محمد ﷺ
گداؤ شہنشاہ و پیر و پیمبر ہیں منت کشانِ نوال محمد ﷺ
ہویدا ہے شمس و قمر سے فلک پر جلال محمد جمالِ محمد ﷺ
بنا کر مٹائے گئے نقش لاکھوں بنے تب کہیں خط و خال محمد ﷺ
یہ آنکھیں بنی ہیں فقط دیکھنے کو تماشائے حسن و جمالِ محمد ﷺ
تمامی بشر ہیں ہوا خواہ جنت ہے جنت کو شوقِ وصالِ محمد ﷺ
وہ مہ پر چاندنی جس کی چھٹکی لحد میں ہے داغِ غلامی آل محمد ﷺ
زباں نبی سے خدا بولتا ہے ہے وحی الٰہی مقالِ محمد ﷺ
جو ہاتھوں سے دل جائے یا رب تو جائے یہ دل نہ جائے خیالِ محمد ﷺ
پھر آسماں مشعل مہر لے کر پر آخر نہ پائی مثالِ محمد ﷺ
پہنچتی ہے لو جس کی عرشِ بریں تک ہے بیشک وہ شمع جمالِ محمد ﷺ

شب معجزات میں مزید معجزات

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ

فاخضرت الارض وحملت الاشجار. (مواہب لدنیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶)

اللہ تعالیٰ نے زمین کو ولادتِ مصطفیٰ کی خوشی میں سرسبز کر دیا۔

پوری زمین سرسبز و شاداب ہوگئی، درخت ثمردار ہو گئے یعنی خشک درخت ثمردار ہو گئے، خشک زمین سرسبز ہو گئی۔

اور مزید ارشاد فرمایا کہ

لما حضرت ولادت آمنة قال الله تعالیٰ الملائکته افتحوا ابواب السماء کلها وابواب الجنان وابست الشمس یو مئذ نورا عظیماً. (مواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۲۱)

اللہ تعالیٰ نے یومِ میلادِ مصطفیٰ کے دن فرشتوں کو ارشاد فرمایا کہ آسمان کے دروازے کھول دو، جنت کے دروازے کھول دو اس دن سورج کو نورِ عظیم سے ملبوس کیا گیا۔

اور لکھا کہ

وکان قداذن الله تعالیٰ تلک السنة اللنساء الدنیا ان یحملن ذکوراً کرامةًمحمد ﷺ

اللہ تعالیٰ نے اس سال یعنی ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کے سال تمام حاملہ عورتوں کے لئے حکم ارشاد فرمایا کہ وہ لڑکے جنیں عزتِ مصطفیٰ کے سبب۔

گویا اللہ تعالیٰ نے ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کے صدقے اس سال تمام حاملہ عورتوں کو لڑکوں کی خیرات تقسیم فرمائی۔

اور مزید اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

رایت رجالاً قد وقفوا فی الهواء بایدیهم باریق من فضة ثم نظرت فاذاانا بقطعة من الطیر قداقبلت حتی عظت حجرتی مناقیرها من الزمرد واجتهاد من الیاقوت فکشف الله عن بصری فرایت مشارق الارض ومغاربها. (مواہب)

میں نے مردانِ خدا کو ہوا میں کھڑا دیکھا ان کے ہاتھوں میں چاندی کے برتن تھے پھر میں نے ایک جماعت پرندوں کی دیکھی یہاں تک کہ میرے پاس آئے میرا حجرہ ڈھانپ لیا ان کی چونچیں زمرد کی تھیں ان کے پَر یاقوت کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری بصر کے سامنے یہ انکشاف کر دیا تو میں نے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا ایک ایک ستارا نور کا

حل لغات

مجرا، ملازمت، باریابی، سلام۔ بارہ برجوں، تفصیل آگے آتی ہے۔

شرح

بارہ ربیع الاول کو چاند سلام اور نیاز مندی سے سجدے کی صورت میں تھا بلکہ شب ولادت بارہ برجوں سے ہر ایک

ستارہ سلامی کے لئے جھکا۔

فائدہ

اس شعر میں حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علم نجوم کی اصطلاح میں حضور اکرم ﷺ کی مدح سرائی فرمائی ہے یعنی بارہویں تاریخ کو چاند آپ کی پیدائش پر آداب بجالا کر نورانی سجدہ پیش کیا بلکہ ایک چاند ہی نہیں بارہ برجوں سے ہر نورانی ستارے نے جھک کر مجرا یعنی سلام پیش کیا۔ فقیر یہاں پر حضرت علامہ شمس بریلوی مدظلہ کی شرح قصیدہ رضا سے بروج کی تحقیق عرض کرتا ہے تا کہ اس شعر کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

تحقیق بارہ برج

حضرت علامہ شمس بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ذیل کی آیت لکھ کر اپنی تحقیق کو آگے بڑھایا ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ. (پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۹۷)

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے تارے بنائے کہ ان سے راہ پاؤ خشکی اور تری کے اندھیروں میں۔

اس ارشادِ باری کے مثل سورۃ الاعراف، سورۃ الصفت اور دیگر آیاتِ قرآنی میں نجوم کا ذکر آیا ہے اور انسان ان نجوم سے جس طرح رہنمائی اور اندھیری راتوں میں سمتیں معلوم کر کے فائدے اُٹھاتا ہے اس کو بیان کیا گیا ہے لیکن عہد جاہلیت میں ان ستاروں کو جس طرح تقدیر انسانی پر کارفرما سمجھا جاتا تھا اس کی سختی سے تردید بھی فرمائی گئی ہے۔ عہد جاہلیت میں بت پرستی کے ساتھ ساتھ ستارہ پرستی کا بھی خوب شیوع تھا، صابئی مذہب اسی ضلالت اور گمراہی کا نام تھا۔

دوسری صدی ہجری میں عباسیوں کے زمانے میں فلسفہ و منطق کی طرح علم نجوم پر بھی جو یونانی کتابیں موجود تھیں وہ ترجمہ کرائی گئیں۔ برا کہ کی سرپرستی میں علم نجوم و فلکیات کے علوم کو پروان چڑھنے کا خوب موقعہ ملا، ان کی سرپرستی میں صرف یونانی فلکیات پر مشتمل کتابوں کے تراجم نہیں ہوئے بلکہ ہندوستان سے سنسکرت زبان کے زبان دانوں کو گرانقدر عطیات سے نوازا گیا اور ان کی بغداد کے بیت الحکماء میں خوب پذیرائی ہوئی۔ سدھانت کا ترجمہ اسی کرم نوازی کا مرہونِ منت ہے۔ مختصر یہ کہ عباسی سلطنت کے دور میں اس علم کو پروان چڑھنے کا خوب موقع ملا۔ ایران میں بھی نجوم و فلکیات سے بڑا شغف تھا چنانچہ ایرانیوں نے بھی اس علم کی خوب سرپرستی کی جس کی نشانی عید نوروز کی صورت میں آج بھی موجود ہے۔ یورپ تو قرنوں سے اس علم میں دادِ تحقیق دے رہا ہے مسلمانوں نے یورپ کی تحقیقات سے بھی پورا پورا

علم کی حد تک فائدہ اُٹھایا اور آج تک علم توقیت میں المینک کو بڑا عمل دخل حاصل ہے نجوم کے ساتھ ساتھ علم فلکیات وعلم ہیت کو بھی فروغ حاصل ہوتا رہا۔ چنانچہ عصر حاضر نے فلکیات وعلم ہیت کے بہت سے قدیم نظریات کو باطل قرار دے دیا۔ فلاسفۂ اسلام جو فلک میں حرق والیام کے قائل نہ تھے اور حضور اکرم ﷺ کے سفر معراج جسمانی پر اسی نظریہ کی بدولت استحالہ پیش کرتے تھے اور یہ کہ معراج جسمانی سے انکار کر دیا کہ فلک میں خرق والیام محال ہے افسوس کہ یہ منکرین معراج اگر آج ہوتے تو فلک کا خرق والیام کے پورے نظریہ کی دھجیاں بکھیرتے اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور امریکی خلاء نورد کو چاند کی سطح پر اترتے دیکھ کر شرم سے اپنا منہ چھپا لیتے۔ آج امریکہ اور روس نے زہرہ اور مریخ تک اپنے سیاروں کو پہنچایا ہے یہ خرق والیام کا دعویٰ کرنے والے اگر آج ہوتے تو اس کا جواب دیتے افسوس انہوں نے یہ نہیں سمجھا اور جانا کہ

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفٰی سے مجھے کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں (علامہ اقبال)

واضح ہو کہ علم ہیئت یعنی فلکیات فلسفہ نظری ہی کا ایک شعبہ ہے جو علم جویات کی فرع ہے جس نے آج سے قرنوں پہلے ترقی کرتے کرتے ایک مستقل علم یا فن کی شکل اختیار کر لی ہے جویات میں اس سے دلچسپی کی بدولت دو علوم خوب پروان چڑھے ایک علم ہیئت اور دوسرا علم نجوم۔ عالم ہیئت میں افلاک، ان کی بناوٹ، ان کی وضع محل وقوع، ان کا دور اور ان کی گردش سے بحث کی جاتی ہے اور علم نجوم میں سیاروں، ستاروں، بروج، منطقۃ البروج، سیاروں کے سعد ونحس، محل سعادت اور محل نحس کے مسائل زیر بحث آتے ہیں۔ سیاروں کی چال، ان کی نظر تدیسی اور تیلیثی پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ساکنانِ خطہ ارض پر جب علم نجوم ان کی رفتار جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان پر بحث کی جاتی ہے، نجوم کی رفتار سے قسمت کا حال بتانا یہ صرف کم عقلوں کو فریب میں مبتلا کرنے

صفحہ نمبر ۵۹ خالی ہے اُس پر مواد پرنٹ ہونے سے رہ گیا ہے۔

انسان پر ان کے اثرات کو بڑے یقینی رنگ میں پیش کیا۔ ان شعراء نے علم ہیئت کی مصطلحات کو اپنے کلام میں پیش کیا ہے۔

فلکیات اور علم ہیئت پر ہمارے علماء نے جب قلم اُٹھایا تو اس موضوع پر بھی انہوں نے دنیائے علم وفن کو حیرت میں ڈال دیا جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ان علوم نے ایران میں بڑا فروغ پایا۔ ایران میں علم ہیئت پر بہت کام ہوا مراغہ کی رصدگاہ، زیچ، عمر خیام و اور زیچ، ملا شاہی آج تک ان کی یادگار ہیں۔ ان رصدگاہوں اور ان ماہرین فن کی مرتب

کردہ زیجوں نے دانایانِ فرنگ کو بھی حیرت میں ڈال دیا صد سالہ زیچ بھی مسلمانوں نے تیار کی علم ہیئت پر انہوں نے اپنی تحقیق کی جو یادگاریں چھوڑی ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔علم ہیئت پر المختصر فی الھیۃ البیطہ یعنی چغمینی نے دنیا سے خراجِ تحسین وصول کیا اور اس کی شرح المشہور یہ شرح چغمینی اس موضوع پر بے مثال کتاب قرار پائی۔مدارسِ اسلامیہ میں پہلے کبھی اس کتاب کا بھی درس دیا جاتا تھا اب تو لوگ اس کا نام بھی بھول گئے الغرض مسلمانوں نے اس موضوع پر بھی دادِ تحقیق دی اور اپنی فکر کے شاہکار یادگار چھوڑ گئے،فارسی شعراء میں چند شعراء نے ان علمائے ہیئت کی بیان کردہ مصلحات کو اپنی شاعری میں اپنایا بعض نے کم اور بعض نے زیادہ۔

بدر چاچی فارسی زبان کا مشہور شاعر ہے جس نے محمد تغلق کی مدح جو قصیدے لکھے ہیں ان میں اس کثرت سے ان مصلحات کو پیش کیا کہ آج ان قصائد سے چند اشعار بھی زدِعوام کو کیا خواص بھی نہیں ہیں۔بدر چاچی کی پیش کردہ مصلحات کو اس وقت سمجھا جا سکتا ہے جب علم ہیئت اور علم الافلاک سے واقفیت ہو۔اردو کے متقدمین اور متوسلین شعراء نے علم ہیئت کی مصطلحات کو بہت کم رقم کیا ہے البتہ فلک کج رفتار کا شکوہ طرح طرح سے کیا ہے۔سودا،غالب،مومن اور ذوق کے یہاں فلکیات کی کچھ اصطلاحیں ضرور بیان ہوئی ہیں لیکن محض تقلیداً اور رسماً مثلاً غالب کہتے ہیں

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ　　　دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

ذوق بہادر شاہ ظفر کی مدح کے قصیدے کی تشبیب میں کہتے ہیں

حمل سے حوت تلک جابجا ہیں تصویریں　　　بنا ہے عالم بالا بھی عالم تصویر

البتہ مومن خان کے یہاں پر مصطلحات بطورِ فن استعمال ہوتی ہیں کہ مومن خان علم نجوم پر کافی دسترس رکھتے تھے۔ ان شعراء کی بدولت اور ہندو معاشرے کے اثر سے نجوم پرستی تو نہیں نجوم کے اثرات کو یقین کے درجہ تک مان لیا۔علامہ اقبال نے مسلمانوں کو جہاں درسِ خودی دیا وہاں انہوں نے اس ستارہ پرستی پر بھی زجر کیا۔

ستارہ کیا تجھے تقدیر کی خبر دے گا　　　کہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار وزبوں　(علامہ اقبال)

اگر چہ اسلامی تعلیمات اور اصلاحی تحریکات کے نتیجے مسلمان عموماً اس ''طلسم نیرنجات'' سے قدرے الگ تھلگ رہے لیکن عوام اس سے دامن نہ بچا سکے۔وہ غالب جیسے بالغ نگاہ کا یہ شعر پڑھتے ہیں

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان　　　ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

تو گردش فلک کے نتائج انسانی حالت پر ان کے لئے ایک قابل قبول نظریہ بن جاتا اور انشاء کی طرح وہ بھی یہ

کہنے لگتے

بھلا گردشیں فلک کی چین دیتی ہے کسے افشا　　　غنیمت ہے جو ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

میں اس قبیل کے مزید اشعار پیش کر کے کلام کو طول دینا نہیں چاہتا۔ عرض کرنا یہ ہے کہ اصحابِ فضل و کمال نے اس علم کو بھی ایک علم ہی کی حیثیت سے اپنایا اور ایک علم ہی کی طرح اپنی افکار کی عقدہ کشائی سے اس علم کے دقائق کو واشگاف کیا اور شرح بنایا۔

چودھویں صدی ہجری کے نابغۂ اعظم فقیہ بےعدیل حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ علم ہیئت، رمل اور جفر پر جو عبور حاصل تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ علم نجوم، علم ہیئت کے مبادیات ہی تو ہیں آپ کو علم ہیئت پر جو کامل دسترس حاصل تھی اس کے باعث علم نجوم خود بخود آپ کی قلمروئے افکار میں داخل تھا۔ علم ہیئت علم ریاضی پر کمال دسترس کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ اس علم کے نکات کی عقدہ کشائی ہوسکتی ہے اور نہ ہی نتائج اخذ ہوسکتے ہیں جب تک علم ریاضی پر عبور حاصل نہ ہوا اور ان علوم کی مصطلحات پر پوری پوری دسترس نہ ہو علم ہیئت کی مبادیات کو سمجھنا ہی دشوار ہے۔ اس میں بلکہ اور کمال حاصل کرنا تو دور کی بات ہے یہی وجہ ہے کہ آج فارسی اور اردو کے اشعار کا سرسری مطالعہ ہی ذہن اور فکر پر بار ہوتا ہے جن میں یہ اصطلاحات صرف کی گئی ہیں آج تو سودا کا یہ شعر بھی ایک معمہ سے کم نہیں

اٹھ گیا بھمن دے کا چمنستان سے عمل　　　تیغ اردی نے کیا ملک خزاں مستاقمل

ان علوم مذکورہ سے آج بیگانگی کا یہ عالم ہے کہ سودا، مومن اور ذوق کے ایسے قصیدے میں یہ اصطلاحات موجود ہیں ہماری نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں رکھتے اور پسندیدگی کا شرف ان کو حاصل نہیں ہوتا۔

انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے وسط تک ان اشعار کا غلغلہ بلند تھا اور ان کو کمالِ علم سمجھا جاتا تھا اس کو خود میری نادانی کے یا جہل مرکب! ایک نعتیہ غزل میں بیساختہ یہ شعر نوک قلم پر آ گیا

سفر رسول کی رفعتیں، یہ نزاکتیں، یہ لطافتیں　　　ہوئی مس نہ پائے رسول سے کہ یہ کہکشاں بھی تو دھول ہے

ایک ادبی نشست میں یہ شعر پڑھا تو سامعین میرے جہل کے آئینے میں حیرت سے اپنی صورتیں دیکھتے رہے خود میں مجھے بھی یہ احساس ہوا کہ میں نے کہکشاں کی حقیقت کیوں بیان کر دی کہ عام طور پر کہکشاں کو "جادۂ فلک" انگریزی میں "فلکی وے" کہتے ہیں مصطفیٰ زیدی کا یہ شعر ہے جس پر ان کو خوب داد ملی

ان ہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکے تو آؤ　　　میرے گھر کے راستہ میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

لوگ اس کہکشاں سے بہت محفوظ ہوتے ہیں جب کہ علم ہیئت میں ضباۃ النجوم، فارسی میں ''غبار کوبکی'' ہے جس کے معنی ہیں ستاروں کی دھول آج جدید علم فلکیات میں کہکشاں یعنی''Milky Way'' کا جب مشاہدہ کیا گیا تو یہ غبار کوبکی سے۔ یوں جدید تحقیق کی بنیا دسیارہ متعدد کہکشاں پر مشتمل ہے۔

بہر حال یہ عرض کرنا تھا کہ یہ علوم اب زینت طاق نسیاں بن گئے ہیں اور ان علوم پر ہمارے اسلاف کا جو گرانقدر ذخیرہ ہے وہ الماریوں کی زینت ہے ایسے دور میں امام احمد رضا قدس سرہ کی کاوش اور فکر کے وہ شعری نمونے جن کو حدائق بخشش حصہ سوم میں شامل اور منضبط کیا گیا ہے تو عام طور پر قاری ان سے صرفِ نظر کرتا ہے میں یہاں بطورِ نمونہ اس نعتیہ قصیدے کے چند اشعار پیش کرتا ہوں جو علم نجوم اور علم ہیئت کی اصطلاحات سے معمور ہیں جہاں تک میرا خیال ہے امام احمد رضا نے بدر جاچ کے اُن قصائد سے متاثر ہو کر یہ قصیدہ لکھا ہے جو اس نے محمد تغلق کی مدح میں لکھے ہیں اور مدت گذری مطبع نولکشور سے وہ شائع ہوئے تھے اس ہیچمدان نے بھی ان کا مطالعہ کیا ہے لیکن نعت رسول مقبول ﷺ میں ان مصطلحات کا بیان کرنا کمال ہے جبکہ عالم مدح میں ہیں ان کو سلیقے سے استعمال کرنا مشکل ہے یہ تمام اشعار محاسن شعری سے آراستہ پیراستہ ہیں۔ اس مختصر مضمون کو ان محاسن شعری کو بیان نہیں کروں گا اب آپ اس قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے

طرفہ کے لئے چار باغ ایک نمونے کے تین   تینوں میں چا رنخشیج ، چاروں کی تازہ پھبن
تختۂ نسرین میں ہے گیندے کا صرف ایک پھول   ایک گل نیلوفر چار گل نارون
نارونِ ناردش نالم بالا حصار   سرور اقلیم ترک افسر لشکر شکن
ثور سے عذرا میں جب شمس نے تحویل کی   دلو سے نکلے نجوم چا ر کا چھوٹا گہن

یہ قصیدۂ نعتیہ در مصطلحات علم ہیئت و نجوم ۱۵۰ اشعار پر مشتمل ہے اس قصیدے کی تشبیب ان مصطلحات کے باعث بہت عسیر الفہم ہے۔ نعت رسول اللہ ﷺ میں ان مصطلحات کو پیش کرنا ایک ہی مشکل مرحلہ ہے لیکن نابغہ دوران نے یہ التزام ختم قصیدہ تک باقی رکھا ہے۔ تشبیب اور العزیز کے اشعار میں یہ مصطلحات زیادہ ہیں اور اپنے تبحر علمی سے اس میدان میں بھی وہ گولے سبقت لے گئے ہیں۔

معارف رضا ۱۴۰۵ھ کی تالیف وترتیب کا کام میرے مخلص محبّ سید ریاست علی صاحب قادری پورے انہاک سے سرانجام دے رہے ہیں مجھ سے بھی ان کا اصرار تھا کہ حسب سابق کسی اچھوتے موضوع پر امام احمد رضا کی کاوش فکر کو

پیش کروں میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اس قصیدے کو تشبیب کے اشعار کی تصریح وتشریح آپ کے سامنے پیش کروں تا کہ اس مخصوص فن میں احمد رضا نے جو کمال دکھایا ہے اس کا اندازہ آپ کو ہو سکے اور ایک ایسے موضوع سے آپ کو روشناس کراؤں جو آپ کی شاعری کے تحت اب تک نظروں سے اوجھل تھا خود میں نے جب کلامِ رضا کا تحقیقی جائزہ پیش کیا تو اس موضوع پر قلم نہیں اُٹھایا تھا کہ حدائق بخشش جلد اول و دوم میں اس قبیل کے اشعار بہت کم تھے۔ دوسرے یہ امر بھی مانع ہوا کہ جائزہ کی ضخامت بہت بڑھ چکی تھی اور میں اس موضوع پر کچھ نہ لکھ سکا اگر چہ اس قصیدے کی تشبیب کی تشریح اس موضوع پر کافی ووافی نہیں ہوگی لیکن معارفِ رضا کے صفحات بھی محدود ہیں دوسرے میں کئی ماہ سے علیل ہوں اس لئے ان چند اشعار کی شرح ہی پر اکتفا کرتا ہوں ممکن ہے کہ اب ایسا موقع میسر آجائے کہ حصہ سوم کے تمام مشکل اشعار کو اپنے ذہن کی رسائی کی حد تک حل کرسکوں اور آپ کے ذوقِ مطالعہ کے لئے کچھ سامان بہم ہو جائے۔

جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں یونانیوں نے علم ہیئت پر خاص توجہ دی بلکہ ان کے مذہب پر بھی اس علم کے اثرات مرتب ہوئے ۔ یونانی علم الاصنام میں یہ علم بہت دخیل رہا ہے جب اس موضوع پر یونانی افکار عربی میں ترجموں کی شکل میں مسلمانوں کے سامنے آئے تو انہوں نے ان خیالات اور افکار کو بس اسی حد تک قبول کرلیا کہ اسلامی نظریات پر اس سے کوئی ضرب پڑنے کا اندیشہ نہ ہو۔ یہ میں قرونِ اولیٰ کی بات کر رہا ہوں آج کل طوطے کے لفافوں سے فال اور قسمت کا حال معلوم کرنے کی بابت نہیں کہہ رہا ہوں۔

قرآنِ حکیم کی سورۃ البروج کی اس آیت

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ہ (پارہ۳۰، سورۃ البروج، آیت ۱) قسم آسمان کی جس میں برج ہیں۔

کنزالایمان کے محشی اور تعلیقات نگار صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی مرحوم ومغفور اس آیت کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں ہیں کہ جن کی تعداد بارہ ہے اور ان میں عجائبِ حکمتِ الٰہی نمودار ہیں، آفتاب ماہتاب اور کواکب کی سیر ان میں معین اندازے پر ہے جس میں اختلاف نہیں ہوتا۔

شمس وقمر، ان کی سیر اور ان کی منازل سے متعلقہ آیات ہیں۔ ان کی منازل اور سیر کے احوال کے بعد واضح طور پر یہ بتا دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں قدرتِ الٰہی نے ان کو مسخر کرلیا ہے پس ان کی سیر، موسم اور ان کے تغیرات سب کچھ اسی کے حکم میں ہیں۔

ذیل میں منطقۃ البروج، بروج کے نام، فلک الافلاک اور دیگر افلاک کو ان دائروں میں پیش کرتا جاؤں تا کہ امام

احمد رضا کے اشعار کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

Title\Sarha-Qasida-Noor-(Naqshah-.jpg not found.

۱۹ فلک الافلاک
۲۸ فلک ثوابت
۳۷ فلک زہرہ
۴۶ فلک مشتری
۵۵ فلک مریخ
۶۴ فلک شمس
۷۳ فلک زحل
۸۲ فلک عطارد
۹۱ فلک قمر
زمین سے اگر شمار کریں

سیارہ فلک زہرہ کے لئے فضا میں چھوڑا گیا ہے جواب تک کروڑوں میل کا فاصلہ طے کر چکا ہے اور اپنے اس سفر میں اس کو کئی اور سال صرف کرنا ہوں گے ۔ سیارہ زہرہ فلک زہرہ سے زمین کے اعتبار سے سب سے بعید ترین سیارہ ہے فلک نہم اگر پہلا فلک قرار دے کر شمار کریں۔

Title\Sarha-Qasida-Noor(Naqshah-.jpg not found.

حمل سے حوت تلک جا بجا ہیں تصویریں
بنا ہے عالم بالا ہی عالم تصویر

شکل دائرہ معدل النہار

Title\Sarha-Qasida-Noor-(Naqshah).jpg not found.

دائرہ منطقہ البروج

ان بروج کے ناموں کی مناسبت سے علم ہیئت و نجوم محض خیال کی بناء پر ایک برج کی شکل قیاس کر لی ہے مثلاً برجِ ثور کے نام کی مناسبت سے اس کی شکل ایک نرگاد کے بنالی ہے، میزان کے معنی ترازو کے ہیں لہٰذا برج جو ہاتھ میں کمان میں لئے ہوئے ہیں اسی قیاس کی بناء پر باقی بروج کی شکلیں ہیں۔ ان تمام بروج میں سے ہر ایک برج کسی سیارے کے لئے خانہ سعد ہے یہی کسی سیارے کے خانہ دبائی یا محل نحوست (نجس) ہے۔ یہ دائرہ ایک منطقہ یعنی میاں بند یا کمر کے ٹپکے کی طرح اور ہفت الافلاک کے احوال میں واقع ہے۔ منطقہ البروج کا یہ دائرہ دائرہ معدل النہار کو قطع کرتا ہے جیسا کہ دائرہ ۲ میں آپ دیکھ سکتے ہیں پس شمس جب دونوں نقطوں میں سے کسی نقطہ تقاطع پر پہنچتا ہے تو زمین پر رات دن برابر ہوتے ہیں۔

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری میں بروج کا کئی جگہ ذکر آیا ہے مثلاً آپ فرماتے ہیں

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا — بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

ہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں جس کے — ڈالے ایک بوند شب دے پہ بارانِ عرب

علم ہیئت یا علم الافلاک میں آسمانوں کی تعداد نو ہے (نوافلاک) عام طور پر زبان زدِ عام ہفت الافلاک ہیں جیسا کہ غالب کے پیش کردہ شعر میں سات آسمان موجود ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ افلاک نو ہیں۔ مشہور فارسی شاعر ظہیر فاریابی اپنے ممدوح قزل ارسلان کی تعریف میں کہتا ہے

نه کرسی فلاک هنه اندیشه زیر پائی　　　تابوسه برر کاب قزل ارسلان دهد

ان کی ہیئت وقوع کو سمجھنے کے لئے آپ پیاز کی ایک گانٹھ لے کر ان کی عرضی تراش کیجئے پھر اس نصف حصے کو الٹا کر کے دیکھئے ہر پیاز کے پرت آپ کو تہ بہ تہ نظر آئیں گے بالکل یہی صورت ان افلاک کی ہے کہ ایک سطح بالائی دوسرے فلک کی سطح اندرونی کی تہ کے نیچے واقع ہے فلک الافلاک سے مراد فلک نہم ہے جو تمام آسمانوں پر محیط ہے۔ بسانِ شرع میں اس کو عرش کہتے ہیں

فلک ہشتم	فلک ثوابت سے
فلک ہفتم	فلک زحل سے
فلک ششم	فلک مشتری سے
فلک پنجم	فلک مریخ سے
فلک چہارم	فلک شمس سے
فلک سوم	فلک زہرہ سے
فلک دوم	فلک عطارد سے
فلک اول	فلک قمر سے

پس یہ دائرہ الافلاک فلک قمر پر نہتی ہو جاتا ہے فلک قمر تمام کرہ زمین کو محیط ہے فلک قمر کے جوف میں کرۂ نار سے اور کرہ نار کے جوف میں کرۂ باد سے اور کرۂ باد کے جوف میں کرہ آب ہے اور اس کرہ آب میں کرہ خاک ہے کرہ آب تمامی کرہ خاک کو محیط ہے۔

قدیم ماہرین افلاک نے اس کے دور کی مسافت کو بھی واضح کیا ہے لیکن موجودہ عام ارضیات میں اور قدیم متعین کردہ ساخت میں بہت فرق ہے فلک ثوابت پر جب عظیم عدسوں والی دوربینوں سے رصد گاہوں میں معائنہ کیا گیا تو ان کے طبعی محل وقوع سے ایسا معلوم ہوا کہ وہ جانوروں، پرندوں اور بعض انسانوں جیسی تصویریں ہیں بس بروج کے ناموں سے ملتی جلتی تصویروں کے مانند ان کواکب اور ان کے اجتماع کی تصویریں بھی خیالی اور ذہنی طور نسر طائر متعین کر لی گئیں مثلاً نبات النعش۔

تھیں نبات النعش گردوں دن کے پردے میں نہاں　　　شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں

(غالب)

دب اکبر، دب اصغر، کتماک رامح، مماک اعزل، نسر طائر، جادۂ فلک (کہکشاں) بہ ضیاتہ النجوم ہے اہل فارس اس کو غبار کوہی کہتے ہیں۔ اسی طرح سبعہ سیاروں کے مخصوص نام ہیں اہل فارس نے ان کے نام بطورِ علم بھی استعمال کئے ہیں اور صفات سے متصف کر کے ان کے صفاتی نام بھی رکھ لئے ہیں ذیل میں اس کی صراحت ملاحظہ کیجئے۔

ان ذہنی تصویروں کو ان چند صفحات میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

سبعہ سیارگان

عربی نام	فارسی نام	فارسی میں صنعاتی نام
شمس	مہر	رنگریز فلک، طباخِ فلک
قمر	ماہ	تمام فلک
مریخ	بہرام	جلاد فلک
زحل	کیوان	نحس فلک
عطارد	تیر	دبیر فلک
زہرہ	برجیس	رقاصۂ فلک
مشتری	ناہید	قاضی فلک

بحیثیت مجموعی ان سبعہ سیارگان کو آبا سے علوی ہی کہا جاتا ہے جبکہ اربعہ عناصر (اخشیجان) امہات ہیں ان کی اثر آفرینی اور اُنبات کی اثر پذیری سے دنیا کی یہ رنگارنگی ہے لیکن ان کی رفتار، ان کی اثر آفرینی، عناصر اربعہ کی اثر پذیری میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے

وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ ا (پارہ ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۵۴)

اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا سب اس کے حکم کے دبے ہوئے۔

وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ (پارہ ۲۳، سورۃ یٰسین، آیت ۳۸، ۳۹، ۴۰)

اورسورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہو گیا جیسی کھجور کی پرانی ڈال۔سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے۔

اس موضوع پر متعدد آیات موجود ہیں جن سے ثابت اور ظاہر ہے کہ یہ سب اجرام فلکی بھی اس کے حکم کے بندے ہیں اس کے حکم سے ان کی رفتار ایک برج سے دوسرے برج میں تحویل ہوتی ہے۔اگر میں فلکیات اور ہیئت کے بیان کو جاری رکھوں تو بہت سے صفحات پُر ہو جائیں گے اور پھر بھی کلام ختم نہیں ہو گا یہ چند امور میں نے اس لئے بیان کر دیئے ہیں کہ قارئین کو ان اشعار کے سمجھنے میں آسانی ہو تو ان مصطلحات ہیئت و نجوم سے معمور قصیدے میں امام احمد رضا کی فکر وقاد نے پیش کئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کی صرف فہرست مکمل کر دینے سے وہ حق ادا نہیں ہوتا جو ہمارے ذمہ ہے اور نہ وہ ہمارے لئے موجب فخر بن سکتا ہے۔میں اس سلسلہ میں ہمیشہ اس امر کا کوشاں رہا ہوں کہ حضرت امام احمد رضا کے فضل و کمال کو ان کی تحریروں اور فکر کے نتائج سے مزین کیا جائے محض گنتی گنا دینے سے کیا حاصل۔اس سلسلہ میں گذشتہ سال امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری پر ایک مبسوط مضمون لکھ چکا ہوں داد ملے یہ نہ ملے الحمد للہ کہ مجھے اس کی خواہش نہیں۔

آیئے اب آپ کے سامنے اس نعتیہ قصیدے کی تشبیب کے کچھ اشعار پیش کرتا ہوں اور اس کے بعد ہر ایک شعر کی شرح پیش کروں گا۔فرماتے ہیں

خالق افلاک نے طرفہ کھلائے چمن　　اک گل سوسن میں ہیں لاکھوں گل یاسمین

موتیے بیلے کے پھول زیب گریبان شام　　جوہی چنبیلی کے پھول زینت زیب چمن

دامن البرز کی کلیوں میں پھولے ہیں پھول　　کوڑے کی جولی میں ہیں حاصل چند میں چمن

طرفہ کے لئے چار باغ ایک نمونے کے تین　　تینوں میں چار آخشیج چاروں کی تازہ پھبن

تختۂ نسرین میں ہے گیندے کا صرف ایک پھول　　ایک گل نیلوفر چار گل ناردن

ناردن ناروش ناظم بالا حصار　　سرور اقلیم ترک افسر لشکر شکن

بہ صنم تند خو آگ نہ ہو تو کہوں　　پانی کے ایک کیڑے سے نہ لیا بانکپن

شیر کے دل میں جو ہو نارِ غضب کیا عجب　　کردم بارد مزاج کیوں ہے زمانہ فگن

وسطِ گلستان نہر نہر کے ہر سمت دوب　　دوب میں بوئے ہزار بوٹوں میں در عدن

سبزہ و گل دلنشیں محو تماشہ حسین　　بانو سے اقلیم چین دلبر بابل وطن

سیر کے قابل بہار کرتے ہیں چھلبل نگار دخترک مہ عذار دو پسر سیم وتن
اف رے ستم شیشہ بار قطرہ چھلکا نہیں سر پہ لئے شیشیاں رقص میں قطرہ زمن

تشریح اشعار

شعر ۱

خالق افلاک نے اپنی صناعی سے افلاک کے یہ حسین اور نادر باغ ایسے کھلائے ہیں کہ ان کا جواب نہیں اور نہ کوئی ایسے طرفہ اور حسین باغ کھلا سکتا ہے کہ ایک گل سوسن یعنی فلک ثواب میں اس نے صناعی سے لاکھوں ستارے پیدا کردیئے ہیں جو اپنے حسن میں گل یاسمین کی طرح دلکش اور نظر نواز ہیں اور صرف نواز ہی نہیں بلکہ تاریکی اور اندھیارے میں تمہارے رہنما ہیں

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ. (پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۹۷)

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے تارے بنائے کہ ان سے راہ پاؤ خشکی اور تری کے اندھیروں میں۔

شعر ۲

راس شمالی ہی کو دیکھئے موتیے اور بیلے کے ہزاروں پھول (ستارے) اس کے گریبان کی زینت بنے ہوئے ہیں اور کچھ ہی حال جیبہ چمن یعنی راس جنوبی کا ہے کہ وہاں بھی جو چنبیلی کے یہ پھول یعنی ستارے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کررہے ہیں اور اس کی جیب ان پھولوں سے بھری ہوئی ہے راس شمالی اور جنوبی دائرہ معدل النہار کی سمتیں ہیں۔ افلاک کی سمتوں کے لئے راس کا لفظ اصطلاح مستعمل ہے۔

شعر ۳

البرز بظاہر تو عظیم الشان پہاڑ کا نام ہے جو کوہ البرز سے موسوم ہے اور ایران و ہند کے پاس واقع ہے۔ کوہ ہمالیہ کا ایک جتہ ہے لیکن اصطلاح فلکیات میں فلک ثوابت ہے اور اس کی کلیاں اس کے بروج ہیں اور ہر برج ستاروں سے معمور ہے یعنی فلک ثوابت میں جو بروج ہیں جن کو منطقہ البروج بتایا جاچکا ہے وہ ایسی کلیاں ہیں جن میں لاکھوں ستاروں کے پھول کھلے ہیں۔ ذرا اس کوڑے کی چوٹی دیکھئے یعنی منطقہ البروج پر نظر ڈالئے کہ بہت سے باغوں کو بہار اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

شعر ٤

خالق ارض وسما نے اپنی صناعی سے کائنات میں عناصر (آب، آتش، باد، خاک) کے عجیب وغریب چار باغ کھلائے ہیں تمام کائنات میں ان ہی کی کارفرمائی ہے۔اگر موجودات میں خالق حقیقی کے حکم سے یہ کارفرما نہ ہوتے تو یہ کائنات موجود ہی نہ ہوتی اوراس کائنات میں حوالید ثلاثہ یعنی جمادات نباتات وحیوانات یکساں نمونے کے تین نشوونما پانے والے اجسام ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ جمادات کی نموبطی السیر ہے نباتات کی بطی السیر نہیں بلکہ حیوانات کے مقابلہ میں نباتات کی نشوونما جلد ہوتی ہے۔یہ موالید ثلاثہ نشوونما کے اعتبار سے یکساں ہیں یعنی ان میں نموہوتا ہے کوئلہ ہیرا بن جاتا ہے لعل مدتوں میں آب وتاب حاصل کرتا ہے بلور کی نشوونما بھی بہت بطی ہے لیکن موالید ثلاثہ کی یہ نموار بعہ عناصر کی ترکیب کانتیجہ ہے ان اربعہ عناصر جو چار اخشیج ہی کے امتجاز (آب آتش وباد وخاک کی ترکیب) سے ان کی نموہوتی ہے اور ان ہی کی پھبن اور خوشحالی موجودات میں اپنا اثر پیدا کر کے ان کوحسین اور دلکش بناتی ہے یہی اربعہ عناصر انسان میں اخلاط اربعہ پیدا کرتے ہیں یعنی سودا، بلغم ،صفرا اور بادی۔ان ہی کی پھبن اور خوبصورتی ان کا اعتدال، انسانی کامدار بنی ہے۔

شعر ۵

تختۂ نسرین فلک ہے اوراس میں گیندے کا صرف ایک پھول ہے جس کوعطارد کہتے ہیں۔اصحابِ علم نجوم عطارد کواس برصغیر میں دبیر فلک کی طرگیندے کے پھول سے بھی تشبیہ دیتے ہیں اسی باغ یعنی فلک ثوابت میں ایک گل نیلوفر یعنی زحل بھی ہے جب کہ فارون (گلنار فارسی) کے چار پھول کھلے ہیں یعنی مرغ، قلب اسد، قلب عقرب اور قلب ثور سے مریخ کے لئے اسد،غوب اور نور خانہ ہائے سعد ہیں۔

شعر ٦

آگ کی طرح گل انار یعنی مرغ ان دنوں ایک حصار بلند وبالا (فلکیات ثوابت) کا حاکمِ اعلیٰ ہے اور وہ مملکت ترکستان (فلک) کا ابذنوں سردار ہے۔مریخ اپنے خانہ سعد میں ہے اور فوج ستارگان کا ایسا سردار ہے جس نے مقابل کے لشکر کو مار بھگوایا ہے۔

شعر ۷

ضنم تند خواپنے حواض کے اعتبار سے مریخ ہے کہ اس کوجلاد فلک ہی کہتے ہیں۔امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ یہ تند خوصنم! میری بات سن کر اگر غصہ سے آگ بگولہ نہ ہوتو میں اس سے کیوں کہ جب تو خانۂ برج سرطان میں پہنچا تو سودا سے وبال کے تجھے کچھ اور حاصل نہ ہوا میرا تو خیال تھا کہ برجِ سرطان کے نام سے ہے کیا شرف مل سکتا ہے (برج سرطان کی

فرضی شکل ایک کیکڑے کی ہے جس کو سرطان کہتے ہیں) اس لئے کہ برجِ سرطان تیرے لئے خانہ شرف نہیں بلکہ وبال ہے۔

شعر ۸

شیر یعنی برجِ اسد کے دل میں جس کو قلب اسد کہتے ہیں اگر غلہ اور غضب سے آگ بھڑک اُٹھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ کثر دم بارد مزاج یعنی برج عقرب (جس کی شکل ایک بچھو کی ہے) ٹھنڈا اور بادہ مزاج رکھتے ہوئے کس طرح شعلہ فگن بن گیا ہے۔ برجِ اسد او برجِ عقرب دونوں اہل نجوم اور فلکیات کے نقطۂ نظر سے مزاجی کیفیات کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ برجِ اسد آتشیں مزاج ہے اور برج عقرب بادۂ مزاج ہے ان پر دو کیفیات کو امام رضا نے جس تعلیل کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔

شعر ۹

وسط گلستان یعنی فلک میں ایک نہر جاری ہے جو منطقہ البروج ہے اور ایک نہر مدور ہے اور اس نہر کے دونوں جانب جہاں تک نظر دوڑائے دوب کی سبزی (گھاس) پھیلی ہوئی ہے اور اس دوب میں ہزاروں بوٹے یعنی ستارے چمک رہے ہیں جن سے اس دوب کا حسن دوبالا ہوگیا ہے۔

شعر ۱۰

چمن فلک ان ثوابت وسیارگان سے سیر کے قابل بن گیا ہے۔ جہاں سیر کو آئے یہ نگارانِ فلک (ثوابت و سیارے) اٹھلکیاں کرتے پھر رہے ہیں۔ ان حسینان جن میں ایک چاند جیسا رخسار رکھنے والی حسینہ بھی ہے یہ برج سنبلہ ہے (جس کی تصویر خیال ایک جوان عورت کی ہے جو اپنے ہاتھ میں بالی لئے ہوئے اس مناسب سے اس کو برج سنبلہ کہتے ہیں) اور اس کے قریب دو حسین لڑکے موجود ہیں۔ یہ دو سیمیں بر برج جوزا ہے جو توام بچوں کی شکل میں فرض کیا گیا ہے۔

شعر ۱۱

اس چمن (فلک) میں سبزہ بہت ہی دلکش ہے جس حسین (نجم) کو دیکھو وہ اس سبزے کی سیر میں محو ہے خواہ وہ مملکت چین کی شہزادی ہو جو مشتری ہے یا وہ بابل میں رہنے والی حسینہ ہو جس کا نام زہرہ ہے۔ اس شعر میں ایک تلمیح بھی ہے شہر بابل کی سیر کے لئے دو فرشتے ہاروت ماروت بھیجے گئے تھے وہ یہاں آ کر زہرہ نامی حسینہ کے جادو سے مسحر ہو گئے اور فارسی شعراء نے اس روایت کو اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔ ناسخ یا جرأت کا شعر ہے

دیکھ اس کے پری خاتم یاقوت میں انگلی　　　ہاروت نے کی دیدۂ ماروت میں انگلی

قرآنِ حکیم نے اس واقعہ کو اس طرح ذکر فرمایا ہے

وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ا وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِ
هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ا وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ا فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ
يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ا وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۱۰۲)

اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش میں ہیں تو اپنا ایمان نہ کھوتو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے۔

قصص القرآن میں اس واقعہ کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ اسرائیلیات میں ہے کہ یہ زہرہ نامی عورت پر فریفتہ ہوگئے تھے اور جب تک خدا نے چاہا ان کو ایک کنویں میں بطورِ سزا لٹکا دیا جو شہر بابل میں واقع تھا۔ اسی کو شعراء نے دلبر بابل وطن کہا ہے۔

امام احمد رضا نے صرف دلبر بابل کہہ کر زہرہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ (معارفِ رضا کراچی ۱۹۸۴)

ستاروں کا جھک کر سلام کرنا

گزشتہ اوراق میں ستاروں کے جھکنے کا حوالہ گزر گیا ہے بلکہ اگر حقیقت میں نگاہ نصیب ہو تو اب بھی میلادِ مصطفیٰ ﷺ میں ملائکہ قطار در قطار حاضری دیتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں میلاد شریف کے روز مکانِ ولادت نبوی پر حاضر تھا اور لوگ آپ کے ان معجزات کا بیان کر رہے تھے جو حضور کی تشریف آوری سے پہلے یا آپ کی بعثت سے قبل ظاہر ہوئے تو میں نے اچانک دیکھا کہ انوار کی بارش ہوئی تو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انوار ان فرشتوں کے ہیں کہ جن کو ایسی محافل (میلاد شریف وغیرہ) پر مقرر کیا گیا ہے نیز میں نے دیکھا انوارِ ملائکہ اور انوارِ رحمت ملے ہوئے ہیں۔ (فیوض الحرمین عربی اردو صفحہ ۸۰ و ۸۱)

ان کے قصر قدر کے خلد ایک کمرہ نور کا
سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

حل لغات

قصر، مکان، محل۔ خلد، نالضم نام، بہشت (غیاث) کمرہ، لاطینی، کوٹھا، کوٹھڑی۔ ننھا، چھوٹا، ٹھگنا، ٹیڈی۔ پائیں،

باغ، وہ باغ جو قلعہ یا محل کے نیچے لگایا جائے۔ پودا، نیا پیڑ، بوٹا۔

شرح

حبیب کبریا شہ ہر دوسرا ﷺ کی قدر و منزلت کے محل شاہی کے آگے بہشت تو ایک نوری کمرہ اور سدرہ آپ کے شاہی محل میں ایک چھوٹا سا بوٹا ہے۔

ازالۂ وھم

منکرین کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ ممکن ہے اسے مبالغہ پر محمول کریں فقیر ایک معمولی اور ادنیٰ بہشتی کے متعلق عرض کرتا ہے احادیث مبارکہ میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کو جنت میں دنیا کی زمین کے برابر جگہ ملے گی تو آپ اندازہ لگائیں جنت کتنی بڑی ہوگی اور سارے جنتیوں کی جنت حضور ﷺ کے ایک کمرہ کے برابر ہوگی۔

جنت کا تعارف

جنت ایک دو علاقوں کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کی نص قطعی کے مطابق صرف اس کا عرض چودہ طبق کے برابر ہے اس کے طول کو خدا جانے یا مصطفیٰ ﷺ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ا (پارہ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۳)

اور ایسی جنت جس کی چوڑان میں سب آسمان و زمین آجائیں۔

یعنی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کا عرض اگر ان کے ایک دوسرے کو آپس میں ملایا جائے یہ اُس وقت ہے جب اسماء اور زمین کا الف، لام استغراق کا مانا جائے۔ جب بہشت کے عرض کا یہ حال ہے تو طول کا کیا حال ہوگا کیونکہ ہر شے کا طول عرض سے لمبا ہوتا ہے۔

زاں فزوں تر

حضرت اسماعیل سدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر زمین اور آسمانوں کو توڑ کر ریزہ ریزہ کیا جائے تو ہر ریزہ کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کی بہشت ہے جس کا عرض ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ہیں اور یہ تشبیہہ صرف انسان کو تمثیل سے سمجھانے کے لئے ہے کہ وہ اسی طرح سمجھتا ہے اور اسی طرح اس کے ذہن میں یہ بات موثر ہوگی کہ بہشت اتنی مقدار پر طویل و عریض ہے۔

غلامانِ محمد ﷺ کی جاگیر

زاہد خشک تو سمجھتا ہے کہ بہشت قصر مصطفیٰ ﷺ کے بالمقابل ایک چھوٹا سا پودا کیسے؟ اسے معلوم نہیں کہ یہ بہشت تو آپ کے غلاموں کی جاگیر ہے۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوتے سمیت بہشت میں کیسے ٹہل رہے تھے یوں سمجھئے کہ گویا بہشت ان کی اپنی جاگیر ہے جس میں وہ کسی پرواہ کئے بغیر جوتے سمیت چل رہے تھے یونہی حدیث شریف میں ہے کہ

ان الجنة تشاق الی المومن(او کماقال) بے شک بہشت مومن کی مشتاق ہے۔

اور کنزالعمال میں روایت ہے کہ بندہ جب دعا مانگتا ہے کہ

اللھم ارزقنی الجنة یااللہ مجھے جنت عطا فرما۔

تو جنت اللہ تعالیٰ سے عرض کرتی ہے کہ یااللہ! اسے جو مانگتا ہے وہ دے دے۔ جب جنت غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کی جاگیر ہے تو آقا ﷺ کے کمالات کے باغ و بہار کا کیا کہنا۔اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے

جنت چه بود کوچۂ بازار محمد (ﷺ)

جنت تو حضور اکرم ﷺ کے کمالاتِ شہر کی ایک بازار کا کوچہ ہے۔

عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا
یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

حل لغات

شاہ والا، بات شاہ، بلند قدر۔مثمن، آٹھ ضلعوں کا، آٹھ حصے کیا ہوا، آٹھ ضلعوں کی شکل کا۔برج، گنبد، آسمانی دائرہ کا بارہواں حصہ۔مشکوئے اعلیٰ، بضم المیم والکاف، دار مجہولہ امیروں کا محل (غیاث وغیرہ)

شرح

وہ نوری شہنشاہ عرش و جنت کا مالک و مختار ہے آپ کے جنتی محل پر ہشت پہلو نورانی بالاخانہ ہے نہ صرف امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا یہی منصب ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ کی امت کے جملہ اولیاء و مشائخ اور علماء کا یہی مذہب ہے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا

عرش است کمیں پایه زایوان محمد ﷺ

عرش تو حضور اکرم ﷺ کے ایوانِ شاہی کا صرف ایک پایہ ہے۔

تعارفِ عرشِ معلی

وہ عرشِ معلیٰ جو سرورِ عالم ﷺ کی مملوکہ جاگیر ہے وہ کیا ہے پہلے یہ سمجھ لیں کہ عرشِ معلیٰ حضور اکرم ﷺ کی مملوکہ جاگیر کیسے؟

حضرت امام اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر روح البیان پارہ ۱۱ کے تحت آیت ''العرش العظیم'' صفحہ ۱۵۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض محققین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرشِ معلیٰ کو صرف اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت وشرافت کے اظہار کے لئے پیدا فرمایا اس لئے کہ اپنے محبوب ﷺ کی شان میں فرمایا

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷۹)

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

تبصرۂ اُویسی

یہ بات حق بلا شک ہے اس لئے کہ عرش بمعنی سریر تخت اور یہ اس کے لئے جو خود جسد ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لئے تو جسم کا تصور گمراہی ہے اسی لئے اہل اسلام نے متفق ہو کر فرقہ مجسمہ بشمول ابن تیمیہ کو گمراہ کہا کیونکہ ان کے مذہب میں اللہ تعالیٰ کو جسم مانا گیا۔ ثابت ہوا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے سچ فرمایا کہ

وہ لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے

وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکان وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

وسعت عرش

روح البیان حوالہ مذکورہ بالا میں ہے کہ مروی ہے عرش معلیٰ ایک ہزار ستون میں ایک روایت میں ہے کہ اس کے تین ہزار پائے ہیں۔ ہر ایک پایہ سے دوسرے پائے تک تین ہزار سال کی مسافت ہے ہر ایک پایہ پر بے شمار صف بستہ اور گھیرا ڈالے ہوئے ملائکہ ہیں اور یہ وسیع تخت عرش حضور اکرم ﷺ کے شاہی محل کا ایک پایہ ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ امام احمد رضا قدس سرہ کی طرح صدیوں پہلے فرما گئے

عرس است کمیں پایہ زا یوان محمد ﷺ

عرش تو حضور اکرم ﷺ کے ایوانِ شاہی کا صرف ایک پایہ ہے۔

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا

حل لغات

بدعت، نئی رسم دین میں نکالنا، اس میں دورِ جاہلیت کی تمام بُری رسموں کی طرف اشارہ ہے۔ چھائی ظلمت میں بھی کہ عرب میں دین ابراہیمی نور کی چمکا لیکن رسوم جاہلیت نے اس کا رنگ بدل دیا۔ ظلمت چھائی، تاریکی ہی تاریکی تھی۔ ماہ سنت، طریقہ، راہ حق کا چاند۔ مہر طلعت، دیدار۔ رُخ، چہرہ، سورج کے رخ، دو چہرہ والا۔ بدلا، عرض، پہلا بدلا۔ ماضی از بدلنا، دوسرا بدلا بمعنی عوض۔

شرح

ادیانِ سابقین میں خرابیاں پیدا ہوگئیں، کفر کی سیاہی بڑھ گئی اور نور کی نورانیت پھیکی پڑ گئی اے سنت وطریقہ ابراہیم علیہ السلام کے ماہ تاباں اور حق کے طلوع ہونے والے سورج نور کا انتقام کفر سے لے لیجئے، نور کی نورانیت دوبالا فرمادیجئے، کفر کو مٹادیجئے، کعبہ کو اصنام سے پاک فرمادیجئے۔

قبل اسلام عالم دنیا کا حال زبوں

اس شعر میں عالم کی زبوں حالی کی طرف اشارہ فرمایا کہ پھر اسے حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے تابانی اور رونق نصیب ہوئی ان دونوں طویل مضامین کو صرف ایک ہی شعر میں دریا در کوزہ کام کر دکھایا۔ اگرچہ فقیر نے اس موضوع پر مجلدات سابقہ شرح حدائق بخشش میں تفصیل سے لکھا ہے لیکن شعر کی مناسبت سے مختصراً عرض ہے۔

آئی بدعت چھائی ظلمت

سابقہ انبیاء و رسل علی نبینا وعلیہم السلام کے طریق مقدسہ کو چھوڑ کر اپنے طریقے کر رکھے تھے اور ادیانِ حقہ کے انوار مٹا کر لوگوں نے کفر اختیار کر رکھا تھا اسی لئے دنیا میں ظلمت وتاریکی چھائی ہوئی تھی چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ظہور سے پہلے دنیا پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی نہ صرف دنیا کی علمی اور اخلاقی ترقی رک گئی بلکہ ان دونوں کے لحاظ سے سارا عالم اسفل سافلین کی حالت تک پہنچا ہوا تھا وہ چراغ جو مختلف ملکوں اور قوموں میں خدا کے رسولوں نے اپنے اپنے وقت پر جلائے تھے سب کے سب بجھ چکے تھے اور کسی میں وہ نور باقی نہ رہا تھا جو مخلوق کے لئے موجب ہدایت ہوتا۔ ساری دنیا میں کوئی ملک یا مذہب ایسا نہ تھا جس میں توحید خالص کا عقیدہ باقی رہ گیا ہو۔ ہندو مذہب میں ۳۳ کروڑ

دیوتا بن چکے تھے ۔ بدمذہب میں خدا کی ہستی کا ہی انکار ہوگیا تھا۔ زرتشت کے مذہب میں دوخداؤں کی حکومت تھی ۔ عیسائی خدائے واحد کے عقیدہ کو چھوڑ کر تثلیث کے کامل تصرف میں تھی ۔ یہودی مذہب جس نے اپنی ساری عملی کمزوریوں کے ساتھ توحید کے عقیدہ کو ایک مدت تک قائم رکھا تھا عیسائیت کے قدم بقدم چل کر حضرت عزیر کو ابن اللہ کے مرتبہ تک پہنچانے لگے۔ باقی دنیا پر بھی بت پرستی ،توہم پرستی بلکہ ہر ایک غیر اللہ کی پرستش کا دور دورہ تھا خواہ پتھر ہو یا درخت یا جانور زمین کا کوئی انسان ہو یا آسمان کا کوئی ستارہ توحید کو دنیا بالکل ہی بھول چکی تھی اور اگر محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں دوبارہ توحید کی روشنی نہ لاتے تو دنیا ہمیشہ کے لئے اس اصول سے جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے محروم رہ جاتی اسی طرح پر وحدت قومی کا اصول بھی دنیا گم کر چکی تھی اور تمام ملکوں میں باہم فساد اور جنگ وجدل سے قومیں اپنے آپ کو کمزور کر رہی تھیں اور اس سے بلند تر اصول یعنی وحدت نسل انسانی کی طرف تو ابھی دنیا نے قدم ہی نہ اُٹھایا تھا۔

علمی اور اخلاقی رنگ میں اگر دنیا کے مختلف ممالک کی حالت دیکھی جائے تو چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ ہندوستان جو قدیم تہذیب کا گہوارہ تھا اس کی حالت اس درجہ گر چکی تھی کہ علوم مٹ چکے تھے۔ آزادی رائے کی جڑ کٹ چکی تھی، انسانوں کے فرزندوں سے وحشیوں سے بدتر سلوک ہوتا تھا، ذات پات کی تمیز نے انسان کے مرتبہ کو حد سے نیچے گرادیا تھا، آج اسی کا بقایا اچھوت اقوام کی حالت میں نظر آتا ہے۔ اخلاقی حالت یہاں تک گر چکی تھی کہ ہر قسم کے افعالِ شنیعہ جھوٹ زنا وغیرہ رشیوں بلکہ دیوتاؤں کی طرف منسوب ہونے لگےاور کتب مقدسہ میں تحریف ہو کر یہ ناپاک قصے ان میں بھی داخل ہوگئے ۔ ایسی حالت میں نیکی کے لئے کوئی تحریص باقی رہ نہ گئی تھی، شاکت مت جیسے فرقے پیدا ہو گئے جن میں ماں بہن تک کی حرمت باقی نہ رہی چہ جائیکہ زنا کو کوئی عیب خیال کیا جاتا بلکہ نیوگ نے رنگ میں اسے شریعت کے اندر داخل کیا گیا۔ مرد اور عورت کے وہ مخصوص مقامات جنہیں وحشی سے وحشی قومیں پردہ میں رکھتی ہیں ان کی ننگی تصویریں مندروں میں رکھی جاتیں جہاں مرد اور عورتیں انہیں دیکھتے بلکہ ان کی عبادت کرتے ۔ اعتقادات کے لحاظ سے یہ حالت تھی کہ روئے زمین کی ذلیل سے ذلیل چیز انسان کا معبود سمجھی جاتی تھی جس کے سامنے انسان جھکتا اور اسے اپنے سے بڑھ کر طاقتوں کا مالک مانتا تھا۔ بھلا ایسی حالت میں علمی تحقیقات اور ترقی کا وجود کیونکر باقی رہ سکتا تھا۔ علمی ترقی صرف اس حالت میں ہوسکتی ہے جب انسان کو اپنے بلند مرتبہ کا احساس ہو اور وہ اپنے اندر یہ قوت محسوس کرے کہ وہ روئے زمین کی تمام طاقتوں پر غالب آسکتا اور انہیں اپنے کام میں لگا سکتا ہے۔

چین اور ایران کی حالت اس سے بہتر نہ تھی وہاں بھی کبھی خدا کا نور روشن ہوا تھا اور مخلوق کو اپنے مولیٰ سے ملنے اور

نیکی اور اخلاق کا سبق دیا گیا تھا مگر مرورِ زمانہ سے حالت بدل چکی تھی، ایران میں مزدک کی تعلیم کا زور تھا جس نے عورتوں کو جائیداد مشترکہ قرار دے کر بدکاری کا دروازہ چوپٹ کھول دیا تھا پھر جہاں بدی کا خالق الگ مانا جاتا ہو وہاں بدی ترقی کیوں نہ کرے۔

یورپ کی اس زمانہ کی حالت تو ناگفتہ بہ ہے اس کا اکثر حصہ وحشیانہ پن کی حالت میں تھا اور عیسائیت نے صدیوں تک کسی قسم کی اخلاقی یا علمی ترقی کی طرف ان قوموں کا قدم نہ بڑھایا ہاں ایک رومن امپائر میں کچھ تہذیب کی روشنی تھی مگر وہ بھی آہستہ آہستہ زوال پذیر ہوتی چلی گئی۔ تین سو سال سے یہ سلطنت کامل طور پر عیسائیت کے اثر کے نیچے آ چکی تھی مگر اخلاق اور علمی لحاظ سے اپنے مقام سے گرتی چلی گئی۔ آزادی رائے کا حق روز بروز کم ہوتا چلا گیا اور علم صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور بشریت کے تعلقات کے جھگڑوں تک محدود ہو گیا کہلانے کو تو وہ کتابیں کہلاتی تھیں مگر ان کا نہ ہونا ان کے ہونے سے بہتر ہوتا۔ ان جھگڑوں نے صرف انسانوں کے تعلقاتِ محبت کو برباد کیا بلکہ قوائے انسانی کو ایسی ذلیل حالت تک پہنچایا کہ ان میں نشو ونما کی قوت بالکل دب گئی۔ رہبانیت نے مذہبی رہنماؤں کے اندر ایسی بُرائیاں پیدا کر دیں کہ عام لوگوں کو بدی سے بچانے کے بجائے وہ بدی میں گرانے کے محرک ہو گئے۔ ظاہر طور پر تجرد کی حالت میں رہتے مگر اندرونی طور پر سیاہ تر بدکاریوں کا ارتکاب کرتے۔ ایک عیسائی نے اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ کنواریاں پادریوں کے پاس اقرارِ گناہ کے لئے جاتیں مگر کنواریاں واپس نہ آتیں۔ انسانیت کمال درجہ کی ذلت کو پہنچ چکی تھی۔ ایک بشپ اس زمانہ کی عیسائیت کے متعلق لکھتا ہے کہ اندرونی فسادوں کے سبب سے آسمانی سلطنت پوری ابتری بلکہ عین دوزخ کا نمونہ بن رہی تھی۔ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ ساتویں صدی کی عیسائی خودگری ہوئی اور بگڑی ہوئی تھی اس کو باہم لڑنے جھگڑنے والے فرقوں نے نکما کر رکھا تھا اور ابتدائی زمانہ کے پاک اور فراخ ایمان کی جگہ توہم پرستی کی بیہودگی نے لے لی تھی۔

عرب کی اس حالت کا نام جو حضور اکرم ﷺ کے ظہور سے پہلے تھی قرآن کریم نے زمانۂ جاہلیت رکھا ہے اور فی الحقیقت جب ان ملکوں پر بھی جو اس سے پہلے تہذیب اور علم کے مرکز رہ چکے تھے جہالت کی تاریکی چھا گئی تھی تو عرب جو تمام دنیا سے منقطع الگ الگ پڑا تھا اور جہاں اگر کوئی نبی آئے بھی تو کناروں کی طرف آئے اس کی حالت کا قیاس کر لینا آسان ہے۔ صحیح اصول، علم اخلاق سب مر چکے تھے، برائیوں پر فخر کیا جاتا تھا اور فن شاعری اپنے اوج پر تھا اور اسلام سے پہلے کے اشعار اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور کمالِ شاعری ظاہر کرتے ہیں مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ گو فن تحریر سے عرب ناواقف نہ

تھے پھر بھی تحریر کا رواج ان کے اندر شاذ و نادر تھا حتیٰ کہ ان کے اشعار تک لکھے نہ جاتے تھے اور جاہلیت کے کل اشعار سوائے معلقات کے جس کو لکھ کر خانہ کعبہ آویزاں کیا گیا زبانی روایت سے ہی چلے آتے تھے۔ رہے اشعار سو شعر گوئی کو کبھی کسی نے معیارِ تہذیب قرار نہیں دیا بلکہ ہر سوسائٹی کی ابتدائی حالت میں شعر کے ساتھ لوگوں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس وقت دلچسپی کے وہ دوسرے سامان موجود نہیں ہوتے جو تہذیب و تمدن سے پیدا ہوتے ہیں۔ اشعار میں زبان کی خوبصورتی ہر زمانہ میں مل سکتی ہے مگر خیالات کی وسعت تہذیب سے پیدا ہوتی ہے اور عرب کے اشعار خیالات کی وسعت کے زیور سے معرا ہیں۔

اس میں بھی شک نہیں کہ عربوں میں بعض اوصاف میں وہ اس وقت اپنی نظیر نہ رکھتے تھے مگر چند اچھے اوصاف کا کسی قوم کے اندر پایا جانا جب کہ اس کے مقابلہ پر جاہلیت اور وحشیانہ حالت کمال کو پہنچی ہوئی ہو تہذیب نہیں کہلاتا۔ اگر کسی غریب مسافر کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی مہمان نوازی کا سلوک ہوتا تھا تو دوسری طرف راہ چلتوں کو لوٹ لینا بھی ان کا عام شیوہ تھا۔ قومی وفاداری بے شک ان میں ایک بڑی خوبی تھی مگر اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ادنیٰ باتوں پر جہاں کسی قوم کے ایک فرد سے دوسری قوم کے کسی فرد کو کچھ خفیف سا نقصان پہنچ جاتا یا وہ کسی معاملہ کو اپنی ہتک سمجھ لیتا تو ایسی ایسی خونریز لڑائیاں چھڑ جاتیں جو قوموں کی قوموں کو نیست و نابود کر دیتیں اور قومی کینہ بیس بیس پچاس پچاس سال تک نہ جاتا۔ نیک اوصاف اس خطرناک اندھیری رات میں جو اسلام سے پہلے ملک پر چھائی ہوئی تھی کسی اس دھندلے سے ستارہ کی روشنی کی طرح تھے جو بادل پھٹ کر کہیں سے نظر آجاتا اور پھر آن کی آن میں غائب ہو جاتا۔

مذہبی حالت

عرب کی اصل حالت کیا تھی کہ وہ ایک اللہ کو ضرور مانتے تھے مگر نہ عملی رنگ میں خدا کی پرستش کی جگہ وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف کاموں کی انجام دہی مختلف بتوں اور دیویوں دیوتاؤں کے سپرد رکھی ہے اس لئے وہ ہر بات میں انہی بتوں اور دیوتاؤں کی طرف رجوع کرتے تھے پس ان کا ایک خدا کی ہستی کا عقیدہ عام طور پر بالکل بے معنی اور بے جان عقیدہ تھا۔ پھر وہ نہ صرف بتوں کی پرستش کرتے تھے اس سے بڑھ کر یہ کہ پتھروں، درختوں اور ڈھیروں کی بھی پرستش کی جاتی تھی جہاں کہیں ان کو اچھا اور خوبصورت سا پتھر نظر آجاتا اس کو سجدہ کرتے اور اگر پتھر نہ ملتا تو بت کے ایک ڈھیر پر اونٹنی کا دودھ دوھ کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ فرشتوں کو وہ دیویاں سمجھ کر ان کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ بڑے بڑے نامور اشخاص کے نام پر بت تراش کر ان کی پوجا کرتے تھے اور صرف گھڑے ہوئے

پتھروں ہی کی نہیں بلکہ بن گھڑے پتھروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ جب سفر پر جاتے تو چار پتھر ساتھ لے جاتے کیونکہ ریگستانی علاقہ میں سینکڑوں میلوں تک پتھر بھی نہ مل سکتا تھا ان چار پتھروں میں سے تین چولھے کا کام دیتے اور چوتھا پوجا پاٹ کے کام آتا بعض وقت تین ہی پتھر ساتھ رکھ لیتے اور روٹی پکا کر جب چولھا فارغ ہوتا تو اسی کے پتھروں میں سے ایک کو اُٹھا کر اس کی پوجا کر لیتے۔ خانہ کعبہ کے تین سو ساٹھ بتوں کے علاوہ قبیلے کے بت الگ بھی رکھتے تھے بلکہ ہر گھر میں الگ الگ بت رہتا تھا جہاں دودھ وغیرہ اشیاء کے چڑھاوے چڑھتے تھےاور وہاں پر دہت کوئی نہ ہونے کی وجہ سے ان چیزوں کو کتے کھاتے جاتے تھے۔ غرض بت پرستی ان لوگوں کے خون کے اندر ایسی رچی بسی ہوئی تھی کہ ان کی روزمرہ کے تمام کاروبار پر اس کا اثر تھا۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کاروبار عالم کو اور اپنی قدرتوں کو جیسے بیمار کو شفا دینا، اولاد دینا، قحط و وبا وغیرہ کو دور کرنا دوسروں کے سپرد کر رکھا ہے اور یہ بھی کہ بتوں کی پرستش سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے وہ بتوں کو سجدہ بھی کرتے تھے، ان پر قربانیاں کرتے تھے، کھیتوں کی پیداوار میں اور مویشیوں کی نسل میں سے ان کے لئے نذریں مانتے اور ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے اس ذلیل کن بت پرستی سے محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک بیس سال کے عرصہ میں سارے ملک عرب کو آزاد کر دیا اور نہ صرف ہمیشہ کے لئے بت پرستی ملک عرب سے رخصت ہوئی بلکہ توحید کی ایک ایسی آگ ان کے سینوں کے اندر لگا دی کہ وہ چاروں طرف دنیا میں پھیل گئےاور خدا کے نام کو ہر طرف بلند کیا۔ بت پرست بت شکن بن گئے بارہ لاکھ مربع میل میں سے ایسی گہری اور دیرینہ بت پرستی کو بیس سال کے عرصہ میں ایسا نکالنا کہ پھر اس کا نام تک وہاں نہ آئے انسان کی طاقت میں نہ تھا۔

گو بت پرستی ان کا عام شیوہ تھا مگر ان میں بعض لوگ ستاروں کی پرستش بھی کرتے تھےاور اسی وجہ سے عرب میں یہ بھی عام عقیدہ ہو گیا تھا کہ ستاروں کی گردش کا اثر انسانوں کی قسمت پر پڑتا ہے۔ مینہ برسنا وغیرہ یہ تمام باتیں جو انسان کی بُرائی بھلائی سے تعلق رکھتی ہیں ان کو وہ ستاروں کی طرف منسوب کرتے تھے ان میں لامذہب اور دہریہ لوگ بھی تھے جہاں ایک طرف ذلیل ترین بت پرستی نے عام طور پر لوگوں کو اپنا غلام بنا رکھا تھا وہاں دوسری طرف ان میں بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی روح کی بقاء جزا و سزا کے منکر بھی تھےاور مذہب کی کچھ بھی حیثیت نہ سمجھتے تھے بلکہ خود بت پرست بعض وقت بتوں کے ساتھ استہزاء کر لیتے تھے۔ چنانچہ مشہور شاعر امراء القیس کا قصہ لکھا ہے کہ اب اس کا باپ مارا گیا تو اس نے عربوں کے دستور کے مطابق بت کے سامنے جا کر فال نکالی کہ وہ اپنے باپ کے خون کا قصاص لے یا نہیں۔ فال نکالنے کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی کوئی بڑا کام کرنا ہوتا تھا تو تین تیر لئے جاتے تھے جن میں سے ایک پر لا لکھا ہوا ہوتا تھا

یعنی نہیں دوسرے پر نعم یعنی ہاں تیسرا خالی ہوتا تھا اگر لا والا تیر انکلتا تو وہ کام نہ کیا جاتا نعم والا تیر نکلتا تو وہ کام کرلیا جاتا خالی پر نکلتا تو پھر فال نکالی جاتی۔ جب امراءالقیس نے فال نکالی تو تین مرتبہ ہی لا والا تیر نکلا تب اس نے جھنجھلا کر تیر کو پھینک دیا اور بت کو مخاطب کر کے کہا کہ کم بخت اگر تیرا باپ مارا جاتا تو پھر تو قصاص کے لئے لا کا حکم نہ دیتا تھا۔

حکایت

ایک موقع پر یمن کے ایک بادشاہ نے عیسائی پادریوں کے عقیدہ کفارہ مسیح کو مخول میں اڑا کران کو شرمندہ کیا۔ چند پادری صاحبان بادشاہ کے دربار میں کفارہ کا عقیدہ بیان کرر ہے تھے یعنی یہ کہ کیونکہ مسیح جو خدا اور خدا کا بیٹا تھا صلیب کی لعنتی موت قبول کر کے انسانوں کے گناہ کو لے گیا اتنے میں وزیر نے آہستہ سے بادشاہ کے نام میں کچھ بات کہی جس کو سن کر بادشاہ کی صورت بہت غم اور اداسی کی حالت چھا گئی۔ پادریوں نے حیران ہوکر پوچھا کہ حضور نے کیا غم کی خبر سنی ہے جو اس قدر ملال کے آثار آپ کے چہرہ پر نمودار ہو گئے تو بادشاہ نے نہایت سنجیدگی سے کہا کہ مجھے ابھی خبر ملی ہے کہ حضرت میکائیل فرشتہ مر گیا ہے تب پادری صاحبان اپنی عقلمندی کا ثبوت دینے کے لئے فوراً بولے کہ حضور یہ خبر قابل اعتبار نہیں ہے آپ اس پر غمگین نہ ہوں کیونکہ فرشتے انسانوں کی طرح فانی نہیں ہوتے۔ بادشاہ نے فوراً جواب دیا کہ تم تو ابھی مجھے کہہ رہے تھے کہ خدا مر گیا اگر فرشتہ نہیں مر سکتا تو خدا کس طرح مر سکتا ہے۔ پادری صاحبان کی منطق ختم ہوگئی اور شرمندہ ہوکر خاموش ہو گئے۔

تمدنی حالت

اگر مذہب میں اہل عرب کی یہ حالت تھی اور نہایت ذلیل بت پرستی نے ان کو انسانیت کے مرتبہ سے گرا رکھا تھا تو باقی امور میں بھی ان کی حالت جہالت کے مرتبہ سے اوپر نہ تھی۔ تہذیب کا سب سے نمایاں اثر تمدن پر ہوتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو تمدن کے وہ ابتدائی اصولوں تک سے ناواقف تھے اور تمدن ان میں پیدا کیونکر ہوسکتا جہاں شب و روز ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتے تھے اور ایک لحہ کے لئے بھی یہ اطمینان نہیں تھا کہ فلاں قوم سے فلاں وقت جنگ نہ چھڑ جائے۔ اول تو عرب کے لوگ اکثر بدوی تھے جو خانہ بدوشی کی حالت میں رہتے تھے جہاں مویشیوں کے لئے سبزی اور چارہ دیکھا وہیں اونٹ کے چمڑے کا خیمہ لگایا اور کچھ دن بسر کر لئے اور وہاں سے چارہ ختم ہوا تو دوسری جگہ ڈیرا لگایا بہت کم لوگ دیہات کی صورت میں اور اس سے بھی کم شہروں میں آباد تھے۔ ایسی آبادی کے اندر تمدن کس طرح پیدا ہوتا پھر یہ نقص تھا کہ اتفاق کا نام تک نہ تھا سارے ملک میں ایک حکوت تو ایک طرف رہی صوبوں کے اندر بھی جو حکومتیں تھیں

وہاں بھی کوئی انتظام حق رسی کا نہ تھا اپنا حق دوسرے سے لینے کے لئے صرف ان کی قوتِ بازو کام آتی تھی ہر ایک قوم یا قبیلہ کا الگ سردار تھا جوان کو وقت پر کسی دوسری قوم یا قبیلہ سے حق لینے کے لئے لڑائی کے لئے جاتا قوم میں افراد اور ملک میں قومیں عموماً کسی قانون کے جوئے کے نیچے اپنی گردن کو نہ سمجھتی تھیں۔ایک متعصب عیسائی حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے واقعا لکھتا ہوا صاف الفاظ میں اس کا اعتراف کرتا ہے کہ

''سب سے پہلی خصوصیت جو ہماری توجہ کو کھینچتی ہے وہ عربوں کا بیشمار جتھوں میں تقسیم ہونا ہے جو ایک ہی زبان کے بولنے والے اور اپنے حالات واطوار میں قریباً یکساں ہیں مگر ہر ایک بجائے خود خود مختار ہے کبھی اپنے حالت پر قانع نہیں اور اکثر ایک دوسرے کے سامنے جنگ میں مشغول ہیں بلکہ جہاں رشتہ داری کی وجہ سے یا کسی فائدہ کی غرض سے ایک قوم کے دوسری کے ساتھ تعلقات بھی پیدا ہوئے ہیں وہاں بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر تعلقات کے قطع کرنے اور جنگ کرنے کے لئے ہر وقت تیار بیٹھے ہیں۔یہی حالت اسلام کے زمانہ تک چلی آئی ہے کہ کبھی کوئی سی دو قوموں میں اتفاق ہوا بھی ہے تو دنوں میں ہی وہ خطرناک جنگ میں مبتلا ہو گئی ہیں اور تمام کوششیں جو اسلام سے پہلے ان کے ایک کرنے کے لئے کی گئیں وہ بے سود اور ناکام ثابت ہو گئیں''

قرآن کریم نے چھ لفظوں میں کیسا نقشہ اس بربادی کا کھینچا ہے جس میں ملک عرب پڑا ہوا تھا

وَ كُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ . (پارہ۴،سورۃ آل عمران،آیت۱۰۳)

اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے۔

گویا بھسم ہی ہوا چاہتے تھے جنگ شروع ہوجاتی تو پچاس پچاس سال تک چلی جاتی اور ایک نسل تباہ ہوجاتی تو دوسری نسل انتقال کا جوش اپنے خون میں لئے ہوئے اُٹھتی اور ایک استہزاء کا کلمہ گھوڑ دوڑ میں ذراسی شرارت ہزاروں انسانوں کی خونریزی کا باعث بن جاتی اور پھر ان جنگوں میں جو کامل طور پر مغلوب ہوجاتے یا گرفتار ہوجاتے وہ فاتح قوم کے لونڈی یا غلام بن جاتے پھر اس انسان کے احسان کو دیکھو جس نے پانچویں حصہ صدی میں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک سب قوموں کو ایک ایسی وحدت کی لڑی میں پرو دیا کہ جس طرح عرب کی باہم خونریزیوں اور جنگوں کی نظیر نہیں ملتی اس وحدت کی بھی نظیر نہیں ملتی۔تمدن سے اتر کر معاشرت کا پہلو قوم کی تہذیب یا جہالت کا فیصلہ کرتا ہے سو اس پہلو سے عرب کی زندگی اسی جاہلیت کے فتویٰ کے نیچے آتی ہے جس کے نیچے وہ اپنے مذہب اور تمدن کی رو سے ہے۔

عورتوں کی حالت زار

ملک عرب میں عورتوں کی حالت یہاں تک خراب تھی کہ سوائے اس کے کہ اغراضِ شہوانی کے لئے کوئی اپنی محبوبہ کی تعریف میں شعر لکھ دے عملی رنگ میں ان کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک ہوتا تھا۔ ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونے کا رواج جو نہایت ادنیٰ اقوام میں پایا جاتا ہے ان میں موجود تھا۔ ایک مرد جس قدر عورتوں سے چاہتا شادی کر سکتا تھا اور اس کے علاوہ جیسا یورپ میں رواج ہے اپنے لئے محبوبہ بھی رکھ سکتا تھا۔ زنا کاری یورپ کے اکثر بلاد کی طرح بطورِ پیشہ ان میں مروج تھی اور لونڈیوں سے یعنی دوسری قوموں کی گرفتار کردہ عورتوں سے جہاں اور ذلیل کام لیتے تھے وہاں ان سے زنا کاری کرا کر حرام کاری کی کمائی کو اپنا جائز مال سمجھتے تھے۔ نیوگ کی رسم جو ہندوستان میں پائی جاتی ہے اور جس پر اس تعلیم اور روشنی کے زمانہ میں بھی آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی نے بہت زور دیا ہے وہ بھی ان میں مروج تھی اور اس کے لئے وہ لفظ استبضاع استعمال کرتے تھے جس کی تشریح میں اہل لغت لکھتے ہیں کہ عورت صرف خواہش اولاد کے لئے اپنے خاوند کے سوائے دوسرے سے تعلق چاہے بلکہ لکھا ہے کہ مرد خود اپنی عورت یا لونڈی کو کہہ دیتا تھا

ارسلی الی فلان فاستبضعی منه

فلاں کو بھیجو اور اس سے اولاد حاصل کرنے کے لئے تعلق پیدا کرو۔

پھر عورت محض ایک جائیداد کے طور پر سمجھی جاتی تھی اور نہ صرف اس کا اپنے متوفی خاوند یا اور رشتہ داروں کی وراثت میں کوئی حصہ تسلیم نہ کیا جاتا تھا بلکہ وہ خود جائیداد موروثہ کا ایک حصہ قرار پا کر ورثہ میں چلی جاتی اور وارث چاہتا تو خود اس سے نکاح کر لیتا اور چاہتا تو کسی دوسرے سے کرا دیتا یہاں تک کہ باپ کی عورتوں کو بیٹے کا ورثہ سمجھ کر ان کے ساتھ شادی کر لیتے اور انہیں انکار کا حق نہ تھا طلاق دینے کا طریق بھی نہایت ظالمانہ تھا۔ ایک مرد اگر چاہتا تو ہزار مرتبہ بھی اپنی بیوی کو طلاق دے کر پھر عدت کے اندر رجوع کر لیتا بعض وقت یوں ہی قسم کھا لیتا کہ میں اس کے قریب نہیں جاؤں گا اور وہ عورت نہ مطلقہ کے حکم میں ہوتی نہ منکوحہ کے بعض وقت عورت کو ماں کہہ دیا جاتا اور اس طرح اسے معلقہ کی حالت میں چھوڑ دیا جاتا۔ ان تمام طریقوں کے اختیار کرنے سے عورت ایک ایسی مظلومانہ حالت میں ہو جاتی جس سے نکلنے کے لئے اس کے پاس کوئی علاج نہ ہوتا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس بات کو اپنی غیرت کے خلاف سمجھتے تھے کہ ان کی بیوی طلاق لے کر دوسرے خاوند کے پاس جائے بایں مرد و عورت کے تعلقات میں نہایت درجہ کا فحش بھی تھا۔ عشق و محبت اور ناجائز تعلقات کے نہایت گندے قصے کھلے اشعار میں فخریہ بیان کئے جاتے، بڑے بڑے مشہور قصائد میں جو

اپنی فصاحت میں لاثانی سمجھے جاتے ہیں ایسے فحش اور ننگے الفاظ میں ان تعلقات کا ذکر ہے کہ جن کی برداشت زبان اور کان نہیں کر سکتے پھر بلند خاندان کو خواتین سے تشبیب کرنا یعنی ان کو مخاطب کر کے عشقیہ اشعار میں ان کا ذکر کرنا ان میں عام رواج تھا اور ان سب سے بڑھ کر وحشیانہ پن میں انتہا کو پہنچا ہوا طریق لڑکی کو زندہ درگور کرنے کا تھا۔ پانچ چھ سال کی لڑکی کو باپ جنگل کی طرف ساتھ لے جاتا اور ایک گڑھے کے کنارے پر جو اس غرض کے لئے پہلے سے کھودا ہوا ہوتا تھا اسے کھڑا کر کے دھکا دے کر اس میں گرا دیتا اور چیختی چلاتی ہوئی لختِ جگر پر مٹی ڈال کر اس سنگدلی کا ثبوت دیتا جس کے سامنے پتھر بھی شرمندہ ہوں۔

جب ہمارے نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک ایسے قصہ کا ذکر ایک صحابی نے کیا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے یہ اس درد کی وجہ سے تھا جو آپ کے دل میں نوعِ انسان کی بھلائی کے لئے تھا بعض وقت نکاح کے وقت یہ معاہدہ کر لیا جاتا تھا کہ جو لڑکی پیدا ہو گی اسے مار اجائے گا۔ اس صورت میں غریب ماں سے اس وحشیانہ فعل کا ارتکاب کرایا جاتا تھا۔ اس صورت میں کنبہ کی سب عورتوں کو اکٹھا کر کے اُن کے سامنے اس ظلم کا ارتکاب ہوتا صرف اس ایک پہلو کو ہی لو تو کس قدر احسان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نسلِ انسانی پر ہے کہ نہ صرف اس خونخوار وحشیانہ پن کا خاتمہ ہی ملک عرب میں ایک ہی آواز سے کر دیا بلکہ عورت کی عزت کو کمال تک پہنچا دیا۔

عامہ حالت اہل عرب پر اگر نظر کی جائے تو وہی جہالت کا نقشہ نظر آتا ہے قمار بازی ان کا فخر تھا جس طرح آج مہذب یورپ کا یہ فخر ہے جو جوا نہ کھیلے اسے بخیل قرار دیا جاتا تھا، شراب خوری کی بلا اس قدر عام اور وسیع تھی کہ کوئی گھر اس سے خالی نہ تھا اور دن میں کئی کئی مرتبہ شراب نوشی کی جاتی تھی، ہر گھر میں شراب کے مٹکے رہتے، بکمال درجہ کی جہالت کی وجہ سے عرب طرح طرح کی توہم پرستیوں میں مبتلا تھے۔ دیوتاؤں اور خبیث ارواح کو مانتے تھے تنہائی کے مقامات پر جنوں اور خبیث روحوں کی شکلیں ان کو نظر آتی تھیں، بعض بیماریوں کو بھی خبیث ارواح کی طرف منسوب کرتے تھے اور اُن سے بچنے کے لئے طرح طرح کے تعویذ اور ٹوٹکے اور منتر استعمال کرتے تھے۔ روح انسانی کو ایک چھوٹا سا جانور سمجھتے تھے جو انسان کے پیدا ہونے کے وقت اس کے جسم میں گھس جاتا ہے اور پھر بڑھتا رہتا ہے۔ مرنے کے وقت یہی جسم سے نکل کر قبر کے ارد گرد گھومتا رہتا ہے امساک باراں میں مینہ برسنے کا یہ ٹوٹکا سمجھا جاتا تھا کہ ایک گائے کی دم میں سوکھی ہوئی گھاس اور جھاڑیاں وغیرہ باندھ کر انہیں آگ لگا دیتے اور ایسی گائے کو پہاڑوں پر چھوڑ دیتے وہ سمجھتے تھے کہ جلتی ہوئی آگ بجلی کی چمک سے مشابہ ہے اور اس طرح پر بانی برسے گا۔ کوئی مصیبت آجائے تو گھر میں دروازہ کی راہ سے

داخل نہ ہوتے تھے بلکہ پچھواڑہ سے داخل ہوتے تھے، جانور کے اڑنے سے اچھا بُرا شگون لیتے تھے، بائیں طرف سے دائیں طرف کو جانور راستہ کاٹ جائے تو اسے اچھا شگون سمجھتے تھے اگر دائیں سے بائیں طرف کو کاٹ جائے تو اسے بدفالی جانتے تھے جو لوگ حیات بعد ممات کے قائل تھے ان میں سے کوئی مرجاتا تو اس کی قبر پر ایک اونٹ باندھ دیتے اور اس کو بھوکا پیاسا رکھ کر مارتے تاکہ قیامت کے دن مردہ اسی پر سوار ہو۔ یہ بھی ان کا عقیدہ تھا کہ مردہ کی روح قبر پر الو کی شکل میں اُڑتی پھرتی رہتی ہے اگر مردہ مقتول ہو تو وہ ''اسقنی اسقنی'' پکارتا رہتا ہے جب تک کہ مقتول کا قصاص نہ لیا جائے۔ کاہنوں رمالوں پر بڑا ایمان رکھتے تھے یہ کاہن ان کے خدا بنے ہوئے تھے وہ جو کہتے اس کو سچ مان لیتے اس قسم کی اور بہت سی توہم پرستیاں تھیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ کہانت، بیماری میں آسیب اور جنوں کے خیالات، خبیث ارواح کا جسم انسانی پر قبضہ، جادو وغیرہ ہزار قسم کی توہم پرستیوں کی چند سالوں میں ایسی صفائی کی کہ اس جزیرہ نما میں یہ باتیں کبھی تھیں ہی نہیں اور نوع انسانی کو توہم پرستی کی قید سے آزاد کر کے تہذیب وعلم کے بلند ترین مینار پر پہنچایا۔ واقعات کے رنگ میں تاریخ کو کوئی دوسرا ایسا انسان پیش کرنے سے عاجز ہے جس نے ہزاروں قسم کی اعتقادی اور عملی بیماریوں کا ایسے وسیع ملک میں اس طرح قلیل مدت میں اس کمال کے ساتھ علاج کر دیا ہو اور ان بیماریوں سے آزاد کر کے پھر ان لوگوں کو صحت اور قوت کے کمال تک پہنچا دیا ہو۔

دوسرا رُخ

ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلہ نور کا

اگرچہ تقریر مذکور میں اسی دوسرے رُخ کا اجمالی طور پر ذکر ہوا ہے لیکن جب تک اس کی تفصیل مجملاً سامنے نہ ہو بات نہیں بنے گی اس لئے کہ ''**تعرف الاشیاء باضدادھا**'' عرب کا مشہور مقولہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ملک عرب کو پایا تو یہ لوگ نہ مذہب کے صحیح اصول سے واقف تھے نہ سیاست کے نہ تمدن کے نہ معاشرت کے نہ علم کے اندر تھے نہ ان کے تعلقات بیرونی لوگوں سے تھے نہ ان میں کوئی اتفاق اتحاد تھا نہ ایک قوم کی حیثیت رکھتے تھے غرض ہر پہلو سے یہ قوم اصلاح طلب تھی اور خطرناک جہالت میں مبتلا تھی صرف یہی نہیں بلکہ یہودی اپنا پورا زور ان کی اصلاح پر صرف کر چکے عیسائی پورا زور لگا چکے اور دونوں ایسے ناکام ہوئے کہ کسی امر میں ملک کے اندر اصلاح پیدا نہ کر سکے۔ حنفیت کی اندرونی تحریک تھی پیدا ہو کر ختم ہو چکی تب حضور اکرم ﷺ کا ظہور ہوا اور چند ہی سال کے عرصہ میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر کے دکھایا کہ ملک عرب کی زمین و آسمان بدل گئے ذلیل سے ذلیل بت پرستی اور توہم

پرستی سے نکال کر توحید کے اس بلند مقام پر پہنچا دیا جس پر نہ اس سے پہلے کوئی قوم پہنچی نہ بعد میں پہنچ سکے گی پھر اس وحید کے لئے ایسا جوش کہ دنیا کے ممالک میں چاروں طرف نکل گئے اور دور دور تک ندائے حق کو بلند کیا۔ خدا کی عبادت میں ان لوگوں کا مقام تمام راہبوں اور دنیا سے کنارہ کشی کر لینے والوں سے بڑھ کر تھا اس لئے کہ وہ دن کو کاروبار میں گزارتے ہوئے اللہ اکبر کی نداسن کر دیوانہ وار خدا کے حضور جا کر کھڑے ہوتے تو راتوں کو بیداری میں گزارتے ہوئے عبادتِ الٰہی میں مصروف ہوتے وہ دنیا میں ہونے کے باوجود دنیا سے قطع تعلق رکھتے تھے اس لئے جولذت اور جو خصوع خشوع ان کو عبادت میں حاصل ہوتا تھا وہ کسی گوشہ نشین زاہد کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ پھر اگر روحانیت کے لحاظ سے عبادت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر کھڑے تھے تو دنیوی نقطہ نگاہ سے بھی اس اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے تھے جس پر انسان پہنچ سکتا ہے یعنی وہ دنیا کے عظیم الشان فاتح بنے ، بڑی سے بڑی سلطنتیں ان کے سامنے یوں گرتی چلی گئیں کہ گویا ان کی کچھ حقیقت ہی نہ تھی پھر وہ فاتح ہی نہ تھے بلکہ فتح کے بعد ہر ملک میں ایسا انتظام کیا کہ پچھلے لوگوں کی غفلت کے باوجود بارہ صدیوں تک اس سلطنت کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ غرض وہ زاہدوں میں سب سے بڑے زاہد اور فاتحوں میں سب سے بڑے فاتح ہوئے اور ان دونوں باتوں کے باوجود تیسری بات جس میں انہوں نے کمال کر دکھایا وہ علم ہی تھا انہوں نے زہد اور فتوحات کے ساتھ علم کو ایسا کمال پہنچایا کہ آج انہی کی بدولت دنیا علم کے نور سے منور ہے۔ غرض حضرت نبی کریم ﷺ نے ملک عرب کو ایسی حالت میں پایا جس سے بڑھ کر گری ہوئی حالت کسی ملک کی متصور نہیں ہوسکتی اور دنیوی اور روحانی ترقی کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچایا جس سے آگے کوئی مقام نہیں اور یہ سب کچھ بیس برس کے عرصہ میں ہو گیا۔ اس میں یہ بھی دکھانا مقصود تھا کہ آپ کی تعلیم قوائے انسانی کی کُل شاخوں پر مشتمل ہے اور دنیا کی کوئی بیماری نہیں جس کا علاج آپ کی تعلیم میں نہیں جس طرح سب سے بڑا طبیب وہ نہیں جو سب سے بڑھ کر دعویٰ کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے زیادہ بیماروں کو اچھا کرے۔ اسی طرح مصلحین عالم میں سب سے بڑا وہ نہیں جیسا بعض کا خیال ہے جو سب سے بڑھ کر دعویٰ کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے بڑھ کر اصلاح کرے اور یہ وہ بات ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا کے کل انبیاء اور کل مصلحین کا سرتاج بناتی ہے۔ دنیا میں ہر ایک نبی ایک قوم کی اصلاح کے لئے آیا وہ نور اور ہدایت لایا مگر صرف ایک خاص قوم اور خاص ملک کے لئے۔ اس کے دنیا میں آنے کی غرض انسانوں کا تزکیہ نفس تھا مگر انہی کا جن کی طرف وہ بھیجا گیا لیکن محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے وہ نور اور ہدایت جو آپ کو دیا گیا ایک قوم کے لئے نہ تھا بلکہ دنیا کی کُل قوموں کے لئے تزکیہ نفوس کے لئے آپ کی عقد ہمت کا دائرہ اس قدر وسیع ہوا کہ تمام دنیا کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ یہی

وہ بات ہے جس کی طرف آیت مندرجہ عنوان میں توجہ دلائی گئی ہے اسی قسم کی اور آیات سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (پارہ ۱۸، سورۃ الفرقان، آیت ۱)

جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

پھر فرمایا

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (پارہ ۲۳، سورۃ ص، آیت ۸۷) وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لئے۔

پھر فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (پارہ ۲۲، سورۃ سبا، آیت ۲۸)

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

اور فرمایا

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا . (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۸)

اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

مصلحت الٰہی کا یوں تقاضا ہوا کہ جس وقت نسل انسانی مختلف ملکوں میں الگ الگ پڑی ہوئی تھی اور قوموں کے باہمی میل جول کے ذرائع بہت کم تھے ان کی ضروریات اور ان کے خیالات بھی محدود تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی اصلاح کے لئے ایک نبی بھیج دیا، بعض قوموں میں کئی کئی نبی بھی بھیج دیئے۔ان انبیاء نے اپنے اپنے زمانہ کے مطابق ان قوموں کی اصلاح کی مگر جس طرح وہ قوم محدود تھی اسی طرح ان کا عقد ہمت بھی اسی دائرہ کے اندر تھا اور نہ صرف مکان کے لحاظ سے بلکہ زمانہ کے لحاظ سے بھی ان کی قوت قدسی کا دائرہ ایک جگہ آ کر ختم ہو جاتا جہاں یا جب دوسرے نبی کی ضرورت پیش آتی لیکن جہاں اس طریق سے اللہ تعالیٰ نے کل عالم کی ربوبیت روحانی کا سامان کر دیا اس کے ساتھ ہی انسانوں کی تنگ ظرفی کی وجہ سے ہر قوم میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں خاص قوم کو ہی اپنی مہربانیوں کے لئے چن لیا ہے اور دوسری کسی قوم کو اس نعمت سے حصہ نہیں ملا۔ پس ایک خطرناک قومی تفریق پیدا ہو گئی اور ملکی حد بندیوں نے تعلقاتِ انسانی کے اندر ایسی قیود پیدا کر دیں کہ ہر ایک قوم اپنے سوائے دوسروں کو ہیچ سمجھنے لگی اس لئے اللہ تعالیٰ نے یوں مقدر فرمایا کہ تمام انبیاء کے آخر پر ایک ایسا نبی بھیجا جو کل قوموں کی طرف مبعوث ہو اور جس کی قوتِ قدسی جس طرح مکان کے لحاظ سے ساری زمین پر محیط ہو اسی طرح زمانہ کے لحاظ سے اس کا دائرہ قیامت تک وسیع ہو اس لئے جب قومی

نبیوں کا دائرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منتہی ہو گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کہنا پڑا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا تو رحمۃ للعالمین کا ظہور دنیا میں ہوا۔ انبیائے سابقین کی مثال ایسی تھی جیسے ایک اندھیری رات میں مختلف مقامات میں مختلف چراغوں کی روشنی ہو، ان کا وجود تاریکی کے اندر ایک شمع نور افگن تھا مگر جس طرح ایک کمرہ کے اندر ہی روشنی دے سکتا ہے اسی طرح ان کے نوران کی ہدایت اُن کی قوتِ قدسی کا دائرہ چراغ بھی اس قوم کے اندر محدود تھا مگر محمد رسول اللہ ﷺ کا ظہور آفتاب عالمتاب کا طلوع ہے جس کے ساتھ دنیا کے چاروں کناروں میں روشنی پہنچ جاتی ہے جس کی شعاعیں زمین کے ہر کونہ کو منور کر دیتی ہیں۔ انبیائے عالم سب روشن چراغ تھے مگر محمد رسول اللہ ﷺ آفتاب عالمتاب تھے، چراغ کی روشنی ایک مکان کے اندر محدود ہوتی ہے اور ایک وقت کے بعد وہ ختم ہو جاتی ہے یہی حالت ان انبیاء کی تعلیم کی تھی آفتاب کل عالم کو روشن کرتا ہے اور اس کی روشنی قیامت تک اس عالم کو منور کرتی رہے گی۔ یہی کیفیت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کی ہے پس یہ دوسری بات ہے جو آپ کے مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے۔

دنیا میں کوئی ترقی بغیر ایک قید لگانے کے ممکن نہیں اس لئے ہر قوم نے اپنی قوم کی ترقی کو ہی اپنا نصب العین قرار دیا ہے لیکن اگر محمد رسول اللہ ﷺ انہی لوگوں کا اتباع کرتے تو آپ کے آنے کی اصل غرض و غایت اور ملکی قیود کو توڑ کر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھنا تھا اور ایک عالمگیر اخوت کا سلسلہ قائم کرنا تھا۔ اگر غور کیا جائے تو قومی اور ملکی قیود مصنوعی قیود ہیں پس ایک فطری مصنوعی قیود کو قائم نہ رکھ سکتا تھا اگر اور مذاہب کی غرض افراد کو اکٹھا کر کے ایک قوم بنانا تھا تو اسلام کی غرض قوموں کو اکٹھا کر کے نسل انسانی کا ایک اتحاد پیدا کرنا تھا اس لئے اسلام کی تعلیم نے قومی قیود کو اسی طرح توڑ کر نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد ڈالی ہے جس طرح مختلف مذاہب نے شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کی بنیاد رکھی تھی وہ بھی ایک بڑا کام تھا جو پہلے انبیاء کے سپرد کیا گیا مگر یہ کام اس سے بدرجہا بڑا ہے۔ اس کی مشکلات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا بلاشبہ شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کا پیدا کرنا ایک بڑا کام ہے مگر قومی تفریقوں کو دور کر کے نسل انسانی کی وحدت کے پیدا کرنے کے سامنے ہیچ ہے۔ یہ تیسری خصوصیت ہے جو نبی کریم ﷺ کو تمام انبیاء میں ممتاز کرتی ہے کہ وہ قومی وحدت قومی ترقی کا راز سکھانے آئے۔ آپ نسل انسانی کی وحدت نسل انسانی کی ترقی کے عظیم الشان راز کے انکشاف کے لئے ظاہر ہوئے۔

چوتھی خصوصیت جو آپ کو تمام مصلحین پر ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ جہاں ہر ایک نبی فطرتِ انسانی کی ایک خاص

شاخ کے نشوونما کے لئے آیا اور اس کے وجود میں اخلاق انسانی کا ایک خاص پہلو ظہور پذیر ہوا محمد رسول اللہ ﷺ نے فطرتِ انسانی کی ساری شاخوں کی ایسی کامل تربیت کی اور آپ کے وجود مبارک میں اخلاق سازی کے سارے پہلو ایسے روشن ہوئے کہ آپ کے بعد کسی کی حاجت دنیا میں نہ رہی۔ سلسلہ بنی اسرائیل میں کتنے نبی آتے ہیں مگر ہر ایک فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشوونما کے لئے۔ انسانی زندگی کے لئے ایک پہلو میں نمونہ بن کر مگر امت محمدیہ میں ایک ہی آتا ہے اور وہ ان پہلوں سے بڑھ کر ہر ایک پہلو میں خود ہی نمونہ ہے۔ وہ موسیٰ کی جوانمردی، ہارون کی نرمی، یشوع کی جرنیلی، ایوب کے صبر، داؤد کی سپہ گری، سلیمان کی شان وشوکت، یحیٰی کی سادگی، مسیح کی فروتنی اور حلیمی سب کو مگر ہر ایک سے بڑھ کر اپنے اندر جمع رکھتا ہے۔ اگر سلسلہ موسوی کے سرتاج حضرت موسیٰ مظہر جلال ہیں اور اس کے آخری نبی حضرت عیسیٰ مظہر جمال ہیں تو محمد رسول اللہ ﷺ ان دونوں سے بڑھ کر کمال کو لئے ہوئے جامع جمال وجلال ہیں۔ اگر آپ وحشیوں اور اخلاق سے عادی قوموں کو متمدن اور با خلاق انسان بنا سکتے ہیں تو متمدن اور با اخلاق انسانوں کو بھی با خدا بنا سکتے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری — آنچه خوباں همه دارند تو تنهاداری

جہاں ہر ایک صاحب کمال، فطرت یا حالاتِ انسانی کے کسی خاص حصہ سے تعلق رکھتا ہے حضور اکرم ﷺ کے کمالات فطرتِ انسانی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں۔

اگر کوئی شخص دنیا میں اس لئے بڑا کہلاتا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو پستی سے نکال کر بلندی پر پہنچا دیا تو یہ بڑائی سب سے زیادہ اس شخص میں پائی جاتی ہے جس نے ایک نہایت ہی گری ہوئی قوم کو جو نہ کبھی اپنے ملک سے باہر نکلی تھی نہ تہذیب اور علم ہی کا اس میں کوئی چرچا تھا۔ چند سال کے اندر نہ صرف دنیا کے ایک بڑے حصہ پر فاتح بلکہ فتوحات کے ساتھ ساتھ تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کی روشنی کو تاریک سے تاریک کونوں تک پہنچانے والا بنا دیا۔

اگر کوئی شخص اس لئے بڑا کہلا سکتا ہے کہ اس نے اپنی قوم کے بکھرے ہوئے اجزاء کو اکٹھا کر دیا تو اہلِ عرب جیسی بکھری ہوئی قوم کو جس کا ایک ایک قبیلہ پشتہا پشت کی خانہ جنگیوں سے ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو چکا تھا ایک کرنے والے سے بڑھ کر کون شخص بڑا کہلا سکتا ہے جس نے ریت کے ذروں کو جمع کر کے ایک مضبوط پہاڑ بنا دیا۔ وہ پہاڑ جو حوادث روزگار کی خطرناک سے خطرناک ٹکروں کے مقابلہ کے بعد آج بھی ویسا ہی مستحکم ہے جیسا پہلے روز تھا۔

اگر کوئی شخص اس لئے بڑا ہے کہ اس نے خدائے واحد کے نام کو دنیا میں بلند کیا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے

بڑا دنیا میں اور کون ہوسکتا ہے۔ جس کی بعثت کا منشاء ہی اعلاء کلمۃ اللہ تھا اور جس نے اس منشاء کو ایسے بے مثل انداز میں پورا کیا کہ بت پرستی اور شرک کے چہرہ پر جو نقاب پڑا تھا وہ ہمیشہ کے لئے اُٹھ گیا اور توحید کے نور سے دنیا جگمگا اُٹھی۔

اگر کوئی شخص اس لئے بڑا کہلا سکتا ہے کہ اس نے اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی تعلیم دنیا میں پھیلائی تو اس سے بڑا آدمی دنیا میں اور کون ہوگا جو

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (پارہ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۴) اور بے شک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔

کا مصداق اعظم ہے۔ جس کے اخلاق کی شمیم سے فضاءِ عالم معطر و عنبر ہے اور جس کا احسان اس لحاظ سے دنیا پر ابد الآباد تک رہے گا۔ یہ خوشبو جس نے سونگھنی ہو وہ قرآنِ کریم کے اوراق کی گردانی کرے۔

اگر کوئی شخص فاتح اور کشور کشا ہو کر برا ہوسکتا ہے تو کون شخص بڑا ہے اس جہاں کشا سے جس نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور باوجود بے یار و مددگار ہونے کے نہ صرف فاتح بلکہ شہنشاہ گر بن گیا اور اس عظیم الشان سلطنت کا بانی ہوا جو آج تیرہ سو سال بعد بھی دنیا کی متفقہ کوششوں کا جو اس کے بیخ و بن سے اُکھاڑنے کے لئے جاری ہیں مقابلہ کر رہی ہے۔

شعر و شاعری کا شوق بڑھ رہا ہو تو ایک بڑے شاعر کا پیدا ہو جانا عین ان حالات انسانی کے مطابق ہے جن کا مشاہدہ تاریخ ہمیں کراتی ہے مگر ایک سخت بت پرست قوم کے اندر جو شرک کی نجاست میں لتھڑی ہوئی ہو اور توحید سے مطلقاً نا آشنا ہو ایک ایسے شخص کا پیدا ہو جانا جس کی فطرت کے اندر ہی بتوں سے تنفر ہو اور پندرہ سولہ سال کی ہی عمر میں لات اور عزیٰ کا واسطہ دیئے جانے پر نہایت جرأت سے یہ کہہ دے کہ مجھے دنیا میں کسی چیز سے اس قدر نفرت نہیں جتنی ان پتھر کے معبودوں سے ہے اور جو خالص توحید کا معلم واحد ہو۔ ایک ایسی قوم کے اندر جو توہم پرستی میں حد سے گزری ہو ایک اعلیٰ درجہ کی فلسفیانہ دماغ رکھنے والے دشمن توہم پرستی کا پیدا ہو جانا ایک ایسی قوم کے اندر جس پر علم کی روشنی کی ایک کرن بھی نہ پڑی ہو اس روشنی کو دنیا کے تاریک سے تاریک کونوں تک پہنچانے والے انسان کا پیدا ہو جانا، ایک ایسی قوم کے اندر جو شیرازہ جمعیت کے بکھر جانے کے باعث اس بات کے سمجھنے سے بھی عاری ہو چکی ہو کہ قومی وحدت بھی کوئی چیز ہے۔

وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا . (پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۳) اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر

کی ندا کرنے والے کا پیدا ہو جانا ایک ایسی قوم کے اندر جو اخلاقِ فاضلہ سے اس قدر دور جا پڑی ہو کہ اخلاق

رذیلہ پرفخر کرنا اس کا شیوہ ہو چکا ہو۔ خلقِ عظیم کا سبق دینے والے اور ''تخلقوا باخلاق اللہ'' کا نعرہ مارنے والے کا پیدا ہو جانا، ہاں اس قوم کے اندر جو شراب نوشی اور قمار بازی میں دنیا کی کُل قوموں پر فوقیت لے جا چکی ہو، دنیا سے شراب نوشی اور قمار بازی کے استیصال کی ایک کوشش کرنے والے کا پیدا ہو جانا، پھر اس قوم کے اندر جو عورت کو اس قدر ذلیل سمجھتی ہو کہ زندہ لڑکی کو گاڑ دینا اس کے بڑے آدمیوں کا فخر ہو، عورتوں کی عزت اور عورتوں کے ان حقوق کے قائم کرنے والے کا پیدا ہو جانا جو آج کل تہذیب بھی طبقہ نسواں کو نہیں عطا کر سکی اور بالآخر اس قوم کے اندر جس میں صدیوں کی باہمی لڑائیوں سے جنگجوئی کو فخر انسانیت سمجھا جاتا تھا ایک ایسے شخص کا پیدا ہو جانا جو دنیا میں صلح اور اتحاد اور نسل انسانی کی اخوت کی بنیاد رکھنے والا ہو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کے لئے تاریخ کسی دوسرے آدمی کا نمونہ نہیں دکھا سکتی اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی ظلمتوں اور نجاستوں کے اندر اس نور اس لطافت کو تیار کرنے والا ہی خدا تھا جو زمین اور سمندر کی تاریکیوں میں ہیرے اور موتی پیدا کرتا ہے اور محمد ﷺ کے وجود میں اس نے اپنی اس قدرتِ کاملہ کا وہ کامل نمونہ دکھایا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

ساتویں اور سب سے بڑی خصوصیت جو آپ کو تمام انبیاء پر ممتاز کرتی ہے اور تمام عالم کے لئے رحمت ٹھہراتی ہے آپ کا ایک عظیم الشان صلح کی بنیاد رکھنا ہے نہ صرف مختلف انسانوں میں نہ صرف مختلف قوموں میں بلکہ ان سب میں مشکل کام یعنی مختلف مذاہب میں صلح کی بنیاد رکھنا، تمام انسانوں میں مساوات کا رنگ یوں پیدا کیا کہ بڑے سے بڑے انسان کے متعلق بھی یہ تعلیم دی

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ. (پارہ ۱۶، سورۃ الکہف، آیت ۱۱۰)

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔

مرد اور عورت، نوکر اور آقا، جاہل اور عالم، بادشاہ اور رعیت سب ایک دوسرے پر حقوق رکھتے ہیں اور ہر ایک دوسروں کے متعلق ایک ذمہ داری کے نیچے ہے۔ انسانیت کی صف میں وہ سب ایک مقام پر کھڑے ہیں، حج کے اندر اس کا ایک عملی نظارا بھی دکھا دیا کہ لاکھوں انسان ایک لباس میں ایک حیثیت میں ایک شکل میں اکٹھے کر کے دکھا دیئے وہ مساوات نسل انسانی جس کا نظارہ دنیا میں کہیں نظر نہیں آتا۔ خانہ کعبہ کے گرد اور منیٰ اور عرفات کے مقاموں میں وہ نظارہ ہر ایک آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ پھر پانچ وقت کی نماز میں بھی کم وبیش یہی مساوات کا نظارا نظر آتا ہے خدا کے حضور بادشاہ اور درویش دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں ملکی انتظام میں ایک غلام کو قریش پر حاکم مقرر کر کے دکھا دیا۔ حصولِ علم میں کوئی

فرق مرد وعورت کا نہیں رکھا نہ چھوٹے اور بڑے کا۔قومی مساوات کے لئے یہ قاعدہ تجویز فرمایا کہ یہ قومیں اور قبیلے ایک دوسرے پر بڑائی کرنے کے لئے نہیں بلکہ صرف شناخت کے لئے ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے ہیں اور بڑائی کا معیار اب دنیا میں قومیت نہ رہے گا بلکہ تقویٰ رہے گا۔ کالے گورے کا فرق ،شرقی اور مغربی کا فرق سب مٹا دیا سب ایک باپ کے بیٹے ہیں اور پھر سب سے مشکل کام بھی کر کے دکھا دیا یعنی مذاہب میں صلح جو دنیا کے کسی مصلح کے وہم میں بھی نہ آیا عام اصول قائم کر دیا کہ سب قوموں میں رسول ہوتے رہے کوئی قوم خدا کے نغمائے روحانی سے محروم نہیں رہی اور ایک مسلمان کا فرض قرار دے دیا کہ نہ اپنے رسول پر ایمان لائے بلکہ جس قدر مختلف قوموں میں دنیا میں نبی اور رسول ہوئے سب پر ایمان لائے۔آپ سے پہلے کسی شخص کے منہ سے یہ کلمہ نہ نکلا تھا کہ دنیا کی ہر قوم میں رسول آتے رہے ہیں جب ہم نے سب دنیا کے پیشواؤں کو سچا مان لیا تو نسلِ انسانی میں ایک ایسے اتحاد کی بنیاد رکھ دی جو کبھی برباد نہیں ہو سکتا۔ہم سب بھائی بھائی ہو گئے پھر سب پیشواؤں کی عزت کرنا ہمارا فرض قرار دیا یہاں تک کہ جن کو ہم باطل معبود بھی سمجھتے ہیں ان کو بھی گالی دینا منع کر دیا پھر حقیقی پیشوایانِ قوم کی عزت کیوں نہ کریں۔ پھر نہ صرف مذاہب میں صلح کی بنیا ڈالی بلکہ مختلف اعتقادات میں بھی جو ایک دوسرے کے خلاف نظر آتے ہیں صلح کی راہ بتادی اور فرمایا کہ جو امور مشترک سب مذاہب میں پائے جاتے ہیں ان کو بطورِ ایک بنیاد کے صحیح قبول کر لیا جائے اور پھر تمام اعتقادات کو اس امر مشترک پر پرکھا جائے کہ وہ اس کے خلاف تو نہیں۔

مختصر یوں کہ اگر ایک طرف آپ نے اللہ تعالیٰ کی عزت وجبروت کو دنیا میں قائم کیا اور اس کی توحید کو تمام آلائشوں سے پاک کر دیا تو دوسری طرف مساوات اور وحدتِ نسل انسانی کو بھی کمال پر پہنچایا اور انسان کی عزت کو دنیا میں بلند کیا۔(ماخوذ)

فصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم و الہٖ و اصحابہٖ وحزبہٖ العظیم

مولوی صل وسلم دائماً ابداً　　　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

حل لغات

بخت،نصیب۔ستارہ چمکا،نصیبہ جاگا۔ماتھا،پیشانی،سر کا اگلا حصہ۔سہرا،پھولوں یا موتیوں کی وہ لڑیاں جو دولھا اور دلہن کے سر سے منہ پر لٹکائی جاتی ہیں۔

شرح

اے جانِ جہاں ﷺ کامیابی کا سہرا آپ کی پیشانی مبارک پر بندھا آپ کی بدولت نور کا نصیب بیدار ہوا اور نور کا ستارا روشن ہوگیا نہ صرف نور کا نصیب بیدار ہوا بلکہ جملہ عالمین کا وجود ہی آپ کی ذاتِ اقدس کا مرہونِ منت ہے جیسا کہ احادیث لولاک اس کی شاہد ہیں۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ نعمانیہ میں لکھتے ہیں کہ

انت الذی لولاک ما خلق امری   کلا ولا خلق الوری لولاک

علامہ اقبال نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا

ہو نہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو   چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو   بزمِ توحید کی دنیا بھی نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے   بزمِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

حیوانوں سے بدتر

مذکورہ بالا عقیدہ تو ہمارے ایمان کی جان ہے لیکن بعض بدقسمت انسان ایسے بھی ہیں جو ایسے عقیدہ کو گمراہی تصور کرتے ہیں پھر اُویسی غفرلہ کو کہنے دیجئے کہ ایسا انسان اس حیوان سے بدتر ہے اس لئے کہ حیوانات بھی نہ صرف زبانِ حال بلکہ بیانگ دہل معترف ہیں کہ وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ شب ولادت ان کا عالی خوشحال انسانوں سے کچھ کم نہ تھا۔حضرت مفتی دحلان اپنی سیرۃ نبویہ میں لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا نورِ پاک جب آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم اطہر میں قرار پذیر ہوا اس رات سارا عالم بقعہ نور بن گیا ،زمین سرسبز وشاداب ہوگئی، خشک درخت ہریالے اور بار آور ہوگئے ،قحط سالی دور ہوئی ،رزق میں اتنی فراخی اور وسعت ہوئی کہ ولادت مصطفیٰ کے سال کو ”سبۃ الفتح والا بتھاج“ یعنی مسرت وشادمانی کا سال نام دیا گیا۔خشکی اور تری کے تمام جانور،چوپائے،

درندے ایک دوسرے کو نبی کریم ﷺ کے جلوہ گر ہونے کی بشارت دینے لگے اور قریش کے تمام جانوریوں گویا ہوئے

حمل برسول اللہ ﷺ ورب الکعبۃ ھو امام الدنیا وسراج اھلھا

رسول اللہ ﷺ ماں کے شکم میں تشریف لائے ہیں رب کعبہ کی قسم آپ امام الدنیا اور تمام اہل دنیا کے چراغ ہیں۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

حل لغات

دونا (ہندی) دوگنا، دوہرا، بیش دو حصے۔

شرح

اے شاہوں کے شاہ ﷺ مجھ بھکاری کو ایک پیالہ نور سے بھر کر عنایت فرمائیے آپ کا نور دن دوگنا اور رات چوگنا ہو نور کی خیرات کر ڈالئے۔

اس شعر میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنے آقا ﷺ سے نور کی بھیک مانگی ہے جیسا کہ مدینہ کے تاجدار ﷺ کے بھکاریوں کی عادت ہے۔

فقیر قادری مدینے کا بھکاری اُویسی رضوی غفرلہ بھی محبوبِ خدا ﷺ کے پیارے بھکاریوں کی زبان میں عرض کرتا ہے

حضرت جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یاشفیع المذنبین بارِ گناہ آوردہ ام — بردت ایں بارھا پشت دوتاہ آوردہ ام
چشم رحمت بر کشا موئے سفید من نگر — گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام
آں نمی گویم کہ بودم سالھا ور راہ تو — ہستم آں گمراہ کہ اکنوں رد براہ آوردہ ام
عجز وبے خویشی ودرویشی ودلریشی ودرو — ایں ہمہ بر دعوئ عشقت گواہ آوردہ ام
دیور ھزن در کمیں نفس و ھوا اعدائے دیں — زیں ہمہ سایہ لطفت پناہ آوردہ ام
گرچہ روئے معذرت نگذاشت گستاخی سرا — کردہ گستاخی زبانِ عذر خواہ آوردہ ام

حضرت جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

غریبم یارسول اللہ غریبم | ندارم در جہاں جز تو حبیم
مرض دارم زعصیاں لا دوائے | مگر الطافِ توباشد طبیبم
بریں نازم کہ ہستم امت تو | گنہگارم ولیکن خوش نصیبم

تیرے ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا
رُخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

شرح

پانچوں وقت نور آپ کی طرف سجدہ کرتا ہے آپ کا رُخ انور نور کا قبلہ اور ابروئے مبارک نور کا کعبہ ہیں چونکہ حضور اکرم ﷺ جملہ کائنات کے ذرہ ذرہ کے رسول ہیں (ﷺ) اور نور بھی منجملہ کائنات ہے اور قاعدہ ہے کہ ہر امتی اپنے نبی ﷺ کا نیاز مند ہے اور ماسویٰ الانسان کے باقی ہر شے کو سجدہ روا ہے۔ یہاں حقیقی سجدہ مراد ہو تو بھی اہل سنت کے نزدیک ہر شے کو اس کے لائق حیات حاصل ہے تو نور اپنی حقیقت کے بارگاہ حبیب ﷺ میں سجدہ ریز ہے یا اس سے مطلقاً نیازمندی مراد ہے جیسے عرفِ عام میں سجدہ کو نیازمندی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس وقت انسان کے لئے بھی سجدہ کا اطلاق جائز ہے اور نور کی بارگاہ حبیب ﷺ میں کوئی بڑی بات نہیں جب کعبہ معظّمہ کا سجدہ سوئے کوئے رسول اللہ ﷺ ثابت ہے۔

پشت پر ڈھلکا سرانور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

حل لغات

ڈھکا ماضی از ڈھلکنا، اوپر سے نیچے آیا۔ شملہ، پگڑی کا طرہ۔ صحیفہ، کتاب، رسالہ، لکھا ہوا۔

شرح

پشت مبارک پر سرانور سے پگڑی کا طرہ مبارک نیچے تشریف لایا ہے تو یہ ایک نور کا صحیفہ ہے اس حقیقت ناآشناؤں کو کیا خبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام گواہی دیں گے۔ ان سے عرض ہے کہ آپ دیکھ کر فرمائیں کہ یہ صحیفہ نور کا عالم بالا سے اترا ہے یا نہیں۔

عمامہ کا شملہ

شملہ میں اختلاف ہے اکثر اوقات آنحضرت ﷺ کے پس پشت ہوتا ہے اور کبھی کبھی دائیں ہاتھ کی طرف اور بائیں طرف شملہ رکھنا غیر مسنون ہے اور شملہ کی کم از کم لمبائی چار انگل ہے اور زیادہ ایک ہاتھ پیٹھ سے زیادہ لمبا کرنا غیر مسنون ہے اور شملہ کو وقت نماز سے مخصوص سمجھنا بھی سنت نہیں شملہ لٹکانا مستحب ہے اور زوائد سنتوں میں سے ہے جس کے ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگر چہ اس کے کرنے میں ثواب اور فضیلت میں لکھا ہے

ارسال ذنب العمامة بين اكتفين مندوب یعنی دونوں کاندھوں کے درمیان شملہ لٹکانا مستحب ہے۔

پشت پر شملہ لٹکانا مستحب سنت موکدہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی دستار کا شملہ لٹکاتے تھے اور کبھی تمہیں فقہاء کے پاس شملہ کے پلٹکانے کے متعلق قیاسی دلیلیں بہت ہیں وہ شملہ لٹکانا سنت موکدہ سمجھتے ہیں۔

بعض بائیں طرف لٹکانا مستحب سمجھتے ہیں مگر اس کی سند قوی اور معتبر نہیں اگر چہ اس بارے میں بعض نے دلیلیں لکھی ہیں اور علماء متاخرین جہال زمانہ کے طعن و تشنیع و تمسخر کی وجہ سے پانچوں نمازوں کے سوا اور کسی وقت شملہ لٹکانا لازم نہیں سمجھتے اور فتاوی حجت و جامع میں لکھا ہے

ترک الذنب ورکعتان مع الذنب افضل من سبعین رکعته بغیر ذنب والذنب ستة انواع للقاضی خمس ثلثون اصبعا للخطیب احدی وعشرون اصیعا وللمتکلم سبع عشر اصبعاوللصوفی سبع اصابع وللغامی اربع اصابع

یعنی شملہ نہ چھوڑنا گناہ ہے اور شملہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھنا بغیر شملہ ستر رکعتیں سے افضل ہے اور شملہ چھ قسم ہے قاضی کے لئے پینتیس انگل کا اور طالب علم کے لئے سترہ انگل کا اور صوفی کے لئے سات انگل کا اور عام آدمیوں کے لئے صرف چار انگل کا، دستار کو بیٹھ کر نہ باندھے۔

مزید مسائل فقیر کے رسالہ ''فضائل عمامہ'' میں دیکھئے۔

احادیث فضائل عمامہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

العمامه علی القلنسوة فعل ما بیننا وبین المشرقین یعطی بکل کورة یدورها علیٰ راسهٖ نوراً.

ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روزِ قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔

مولا علی و عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

العمائمه يتجان العرب　　　　عمامے عرب کے تاج ہیں۔

حضرت اسامہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

اعتموا تزوا دوا حلما و العمائمه يتجان العرب　عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

العمائمه وقار المومن و عزالعرب فاذا وضعت العرب عمائمها وضعت

عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عمامے اتار دیں تو اپنی عزت اتار دیں گے۔

حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لاتزال امتى على الفطرة ما ملبسوا العمائمه على القلانس

میری امت ہمیشہ دین حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں گے۔

حضرت امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

ان الله امدنى يوم بدر وحنين بملئكة يقيمون هذه العمة ان العمامة حاجرةبين الكفر والا يمان

بے شک اللہ عزوجل نے بدر و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بے شک کفر اور ایمان میں فرق ہے۔

مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا

هكذا تكون يتجان الملئكة. (رواہ ابن شاذان)　　　فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

ان الله تعالىٰ اكرم هذه الامة بالعمائب

بے شک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

عليكم بالعمائمه فانها سيما الملائكة و ادلو الها خلف ظهوركم

عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور ان کے شملے اپنے پس و پشت چھوڑو۔

عن ابى الدرداء رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله عزوجل وملئكته يصلون على

اصحاب العمائمه الجمعة. (رواہ طبرانی فی الکبیر)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

الصلوٰۃ فی العمامة تعدل بعشراہ فاحسنة   عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

العمائمه یتجان العرب فاعتوا نزدا دوا حلماً ومن اعتهم فله بکل کور حسنة فاذا حطه فله بکل حطة حطها خطیئة

عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامے باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کے لئے ہر پیچ پر ایک نیکی اور جب (بلاضرورت یا ترک قصد پر) اتارے تو ہر اتارنے پر ایک خطاء ہے یا جب (بضرورت بلاقصد ترک بلکہ ارادہ معاودت) اتارے تو ہر پیچ اتارنے پر ایک گناہ اترے۔

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

رکعتان بعمامة خیر من سبعین رکعة بلا عمامة. (رواہ الدیلمی وابن اسحاق)

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

عن میمون بن مهران قال دخلت علی سالم بن عبدالله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم فحدثنی ملیا ثم التفت الیٰ فقال یا ابا ایوب الا اخبرک تحیه وتحمله عنی وحدث به قلت بلی قال دخلت علی ابی عبدالله بن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنهما وهو سمعهم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامة قلت بلی احبها تکرم ولا یراک الشیطان الاولی سمعت رسول الله ﷺ یقول صلاة تطوع أو فریضة بعمامة تعدل خمسا وعشرین صلاة بلا عمامة، وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة ای بنی اعتم فان الملئکة یشهدون یوم الجمعة مقیمین فیسلمون علی اهل العمائمه حتی تغیب الشمس

یعنی سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامے باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کرکے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو۔ میں

نے عرض کی کیوں نہیں فرمایا دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیرے گا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز نفل خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ اور بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے فرزند عمامہ باندھ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔

رواہ ابن عساکر والدیلمی وابن النجار ان کے علاوہ اور بھی بہت احادیث مبارکہ ہیں۔

فائدہ

یہ احادیث مبارکہ فقیر نے مرقات شرح مشکوۃ صفحہ ۴۲۶، ۴۲۷ جلد چہارم اور صاحب مرقات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالہ "المقامة الغديه في العمامة و الغدية" قلمی اور فتاوی رضویہ شریف جلد ۳ صفحہ ۷۶، ۷۷ سے لی ہیں۔

انتباہ

بعض نئی تہذیب کے دلدادہ مولوی نما لیڈر اور بعض غیر مقلدین کی مطالعہ کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ احادیث ضعیف موضوع مجروح ہیں وغیرہ وغیرہ اس کے متعلق جوابات حاضر ہیں۔

عمامہ شریف کی احادیث مختلف طریق کے لحاظ سے متواتر المعنی کا معنی درجہ رکھتی ہیں چنانچہ حضرت علی بن سلطان محمد القاری حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوۃ اپنے رسالہ "المقامة الغدية" قلمی میں تحریر فرماتے ہیں

انه يثبت بالاخبار والآثار انه ﷺ تعمم بالعمامة مماكادان يكون متواتر افی المعنى

اثار واخبار سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ دائمی طور پر عمامہ مبارک استعمال فرماتے اور یہ ثبوت (وباصطلاح فن حدیث) متواتر المعنی کے طور حاصل ہوا صحیح ہے۔

کیونکہ اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب اور نہ متہم بالکذب نہ اس میں عقل یا نقل کی مخالفت۔

لطیفہ

دورِ سابق میں بعض نے صرف پگڑی اتار کر چھوٹا سا کپڑا سر پر باندھا تو فقہاء کرام کے ہدفِ ملامت ٹھہرے چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المقامه الغدیہ میں لکھتے ہیں کہ

واما ما احدثه فقهاء زماننا من الهم ياتون المسجد همامة كبيرة يضهونها ويلفون بلفافة صغيرة

ویصعون بغیر عمامة فمکره غایة کراهته

بلکہ بعض یمنی مشائخ نے صرف ٹوپی کی عادت بنائی تھی تو بھی فقہاء کی ملامت سے نہ بچ سکے۔ چنانچہ یہی ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات جلد۴ صفحہ ۴۲۷ میں لکھتے ہیں

لکن صاد شعار البعض مشائخ الیمن و اللہ اعلم بمفاصدھم دنیاتھم

کاش وہی علماء وفقہاء آج زندہ ہوتے تو بڑی شدومد سے ان ماڈرن مولویوں کی خبر لیتے لیکن جب واضح ہوگیا کہ پگڑی باندھنا حضور اکرم ﷺ کی سنت ہے اور ٹوپی مشرکین اور کفار کی وضع اور بعض ٹوپیاں فساق وفساق اور مبتدعین کا شعار لوگ گاندھی اور نہرو اور دیگر ہندوؤں مشرکین کفار کی سی ٹوپیاں پہنتے ہیں اور ایسا فعل مکروہ ہے جیسے علامہ مناوی تسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں

فالمسلمون یلبسون القلنسوۃ و فوقھا العامہ اما لیس القلنسوۃ وحدھا فتری المشرکین فالعمامۃ سنۃ

مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامے باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ سنت ہے اور جو فعل حضور ﷺ کی سنت مواظبہ کا خلاف یقیناً مکروہ ہے چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحر الرائق جلد۳ صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں

ان السنۃ اذا کانت موکدہ قریہ لا یبعدان یکون ترکھا کراھۃتحریمہ

بے شک وہ فعل سنت موکدہ ہے اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے۔

جس زمانہ میں سنت مصطفیٰ ﷺ کو امت یک لخت ترک کردے اس سنت مصطفیٰ ﷺ کو زندہ کرنا ہوتو سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ اب دیکھئے عوام کے علاوہ اکثر علماء ومشائخ کے سروں سے پگڑی اتر چکی ہے بجائے اس کے کہ علماء و مشائخ کو ہمارے ساتھ مل کر پگڑی کی اہمیت بیان کریں سختی سے اس عمل کے کاربند بنیں نہ کہ الٹا سنت مصطفیٰ ﷺ کے مخالفین کو موقعہ دیں کہ اتنا تب ہی تو وہ کہیں گے جب علماء ومشائخ کے سروں پر پگڑی نہیں کیا ضروری ہے کہ اتنی تکلیف گوارا کریں۔ اسی طرح سے پگڑی باندھنے کی سنت کی اہمیت یکسر ذہنوں سے نہ صرف اتر جائے گی بلکہ دورِ حاضر کا ماڈرن مسلم اپنی تائید پیش کرے گا کہ علماء ومشائخ عمل نہیں کرتے اس طرح سے سنت زندہ کرنے کے بجائے اس اہمیت کو سخت دھچکا لگے گا جس عمل کے ساتھ کسی غیر مذہب والے کے ساتھ تشابہ لازم آتا ہوتو اسی عمل سے بچنے کے لئے شدید تاکیدیں واقع ہوتی ہیں مثلاً نماز میں منہ اور ناک بند رکھنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس طرح سے مجوسیوں سے مشابہت

ہوتی ہے کیونکہ وہ آگ کی پرستش کے وقت اس کے دھویں سے بچنے کے لئے منہ اور ناک بند رکھتے ہیں۔ اب ہمیں اس فعل سے روکا گیا اسی طرح کمر میں کپڑا باندھنا مکروہ ہے اسی طرح امام کا طاق میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ ان میں اہل کتاب سے تشابہ ہوتا ہے جب اہل اسلام کو غیر مسلموں کے شعار سے تشابہ سے روکا گیا۔ پگڑی نہ باندھنا اور سر پر ٹوپی وغیرہ مبتدعین کا شعار نہیں ہے تو پھر اہل اسلام کیوں غیروں کو خوش کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہیں۔

مسئلہ

نماز میں عمامہ کا استعمال نماز کے مستحبات سے ہے جس کے ترک سے نماز میں خلل تو درکنار کراہت بھی نہیں کیونکہ یہ سنن زوائد سے ہے اور اصول فقہ کے قاعدہ کی بناء پر سنن زوائد کا حکم مستحبات کا ہے چنانچہ درمختار میں ہے کہ

لھا آداب ترکه لا یوجب اساء ۃ ولا عتابالترک سنة الزوائد لکن فغلة افضل

نماز کے مستحبات میں بھی ہیں ان میں کسی ایک کے ترک سے نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ عتاب جیسے سنن زوائد کا ترک لیکن افضل ہے ان پر عمل کرنا۔

ردالمختار شامی جلد اول میں ہے کہ

السنة نوعان سنةالھدیٰ وترکھا یوجب اساء ۃ وکراھة کالجماعت والاذان والاقامة

سنت دو قسم ہے سنت الہدی جس کا ترک گناہ اور مکروہ ہے جیسے نماز با جماعت اور اذان واقامت وغیرہ

ونحوھا وسنة الزوائد وترکھا لا یوجب ذالک کسر النبی ﷺ فی لباسه والنفل ومنه المندوب ثیاب فاعله ولا لیئی تارکه الخ

سنت زوائدان کا نہ گناہ ہے اور نہ مکروہ جیسے حضور اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ لباس وغیرہ میں اسی طرح نوافل اور مندوبکا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے عامل کو ثواب ملتا ہے لیکن ترک پر گناہ نہیں۔

رومال اگر ایسا بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں کہ سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ کے حکم میں ہے اور اگر چھوٹا ہو کہ جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں تو لپیٹنا مکروہ ہے جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی عبارت ''المقامة الغـ(قلبی)ـدبیہ'' بھی گذری اور حدیث شریف بھی بیان ہوئی کہ

فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائمه علی القلانس

یعنی ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامہ ٹوپیوں پر ہوتے ہیں

اورحضرت سیدی شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں

ان تعميم الشركى العرب ثابت معلوم فالمعنى انا نجعل العمائم علم القلانس وهم يتمعون بدونها

یعنی مشرکین عرب کا پگڑی پہننا معلوم ہے معنی یہ ہوا کہ ہم پگڑیاں ٹوپیوں پر پہنتے ہیں اور پگڑیاں وہ ٹوپیوں کے بغیر پہنتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ بڑے رومال کے نیچے ٹوپی ہوتو نماز جائز ہے ورنہ مکروہ۔ خالی ٹوپی پہن کرنماز پڑھنا پڑھانا خلافِ سنت ہے لیکن سابقاً معلوم ہوا کہ پگڑی سنن زوائد سے ہے اس کے ترک سے نماز میں خلل نہیں آتا لیکن خلاف اولیٰ ضرور ہے۔

عمامہ کا رنگ

سفید سنت ہے باقی رنگ جائز مباح لیکن خاص رنگ کو اصطلاحی سنت نہیں کہہ سکتے اور ہمارے دور میں دعوتِ اسلامی کے عام وخاص اپنی علامت کے اظہار کے لئے سبز عمامہ استعمال کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں اسے مکروہ کے کھاتے میں لے جایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اباحت سے اسے خارج کیا جا سکتا ہے۔ حضرت سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ عمامہ باندھنے میں سنت یہ ہے کہ سفید ہو، جس میں کسی دوسرے کی آمیزش نہ ہو اور آنحضرت ﷺ کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید ہوتی تھی بعض نے کہا کہ جنگ اور غزوہ کے اوقات آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ ہوتا تھا بعض نے کہا کہ خود کے سبب سے جس کو آپ جنگ میں پہنے ہوتے تھے دستار کا رنگ میلا اور سیاہ ہو جاتا تھا ورنہ وہ دستار سفید ہوتی تھی مگر ثابت یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ نے سیاہ رنگ کی دستار پہنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں پہننے کی دستار سات یا آٹھ گز بیان کی گئی ہے، پانچوں نمازوں کے وقت دستار بارہ گز اور عید اور جمعہ کے روز کی چودہ گز اور جنگ وجدل کے وقت کی دستار پندرہ گز۔ علماء متاخرین نے تجویز کیا ہے کہ سلطان، قاضی، فقیہہ، مشائخ اور نماز کو وقار، تسکین اور شان قائم رکھنے کے لئے اکیس گز تک لمبی دستار باندھنی جائز ہے اور دستار کا عرض آدھ گز ہونا چاہیے اس کی قدر کم وبیش ہو تو کوئی حرج نہیں۔

مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ''فضائل عمامہ'' میں پڑھیے۔

پشت مبارک اور اس کے متعلقات قدسیہ

شملہ مبارک جہاں جہاں سے ڈھلک کر کمر تک پہنچتا اسی قدسی شملہ کی گذرگاہوں کے متعلق معروضات پیش کر رہا

ہوں۔

گردن اقدس اور کاندھے پاک

کتب سیر میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی گردن مبارک نہایت خوبصورت اعتدال کے طویل اور چاندی کی طرح سفید تھی اور حسین ایسی کہ

كان عنقه ابريق فضة. (شمائل ترمذی، خصائص جلد ۱ صفحہ ۷۵)

گویا آپ کی گردن مبارک چاندی کی صراحی تھی۔

اور آپ کے کندھے مبارک بھی عجیب شان کے تھے نہایت خوبصورت کہ کسی کے انسان کے ایسے نہ تھے۔

ابن سبع اور زرین نے آپ کے خصائص میں ذکر کیا ہے

انه كان اذا جلس يكون كتفه اعلىٰ من جميع الجالسين. (زرقانی علی المواہب جلد ۴ صفحہ ۲۰۰)

کہ جب آپ لوگوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ کا کندھا مبارک سب سے اونچا ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے کندھے جب کبھی ننگے ہو جاتے

فكانما سبيكة فضة. (بیہقی و بزار، ترمذی، خصائص کبریٰ)

تو یوں معلوم ہوتا جیسے چاندی کے ڈھلے ہوئے ہیں۔

معجزہ

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو جہل حضور ﷺ کو پتھر مارنے کے ارادہ سے آیا

راى على كتفيه ثعبانين فى نصرف مرعوباً. (تفسیر کبیر، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۱۹۵)

اس نے دوش اقدس پر دو بڑے بڑے اژدھے دیکھے تو ڈر کر بھاگ گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور اکرم ﷺ بت کو توڑنے کے لئے مجھ کو کندھوں پر چڑھایا تو ان کندھوں کی قوت کا عالم تھا

انى لو شئت فلت افق السماء . (المستدرک، خصائص کبریٰ صفحہ ۲۶۴)

اگر میں چاہتا تو میں آسمان کے کنارے تک پہنچ جاتا۔

حضرت محرش کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے رات کے وقت جعرانہ سے عمرہ کے ارادہ سے احرام باندھا

فنظرت الیٰ ظھرہ کان سبیکہ فضۃ (بیہقی، خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۷، زرقانی علی المواہب جلد ۴ صفحہ ۱۸۸)

تو میری نظر آپ کی پشت مبارک پر پڑی تو وہ ایسی تھی کہ گویا چاندی کی ڈھالی ہوئی تھی۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

لم یبعث اللہ نبیا الا وقد کانت شامۃ النبوۃ فی یدہ الیمنی الا نبینا ﷺ فان شامۃ النبوۃ کانت بین کتفیہ. (حاکم، خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۱)

کہ نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مگر اس کی مہر نبوت اس کے دائیں ہاتھ پر ہوتی تھی سوائے نبی پاک ﷺ کے کہ آپ کی مہر نبوت دونوں شانوں کے درمیان تھی۔

حضرت عبادہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کان خاتم النبوۃ علیٰ طرف کتفیہ الایسر کانہ رکبۃ عنز و کان رسول اللہ ﷺ یکرہ ان یری الخاتم . (طبرانی، ابونعیم، خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۰)

کہ حضور اکرم ﷺ کے بائیں کندھے کی طرف مہر نبوت تھی گویا کہ وہ بکری کا گھٹنا ہے اور حضور اکرم ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے کہ اس کو دیکھا جائے۔

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ

قمت خلف ظھر النبی ﷺ فنظرت الیٰ خاتمہ بین کتفیہ مثل زر الحجلۃ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

کہ حضور اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوا اور میں نے آپ کی مہر نبوت کو دونوں شانوں کے درمیان پالکی کے بٹن کی مانند دیکھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

رایت الخاتم عند کتفہ مثل بیضۃ الحمامۃ یشبہ جسدہ. (مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

کہ میں نے آپ کی مہر نبوت کو آپ کے شانے کے پاس کبوتری کے انڈے کی مثل دیکھا رنگت کے اعتبار سے وہ آپ کے جسم کے مشابہ تھی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

اتیت رسول اللهﷺ فالقی الی ردآء وقال انظر الی ما امرت به فرایت الخاتم بین کتفیه مثل بیضة الحمامة. (بیہقی، خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۹)

کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور اکرم ﷺ نے اپنی چادر مجھ پر ڈالی اور فرمایا جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ دیکھ تو میں نے آپ کی مہر نبوت کو دونوں شانوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی مثل دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

کان خاتم النبوة علیٰ ظهر النبی ﷺ مثل البندقة من تحم مکتوب فیها باللحم محمد رسول الله. (ابن عساکر، حاکم، خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۰)

کہ حضور اکرم ﷺ کی پشت اقدس پر مہر نبوت گوشت کے ٹکڑے کے مانند تھی جس میں گوشت کے ساتھ یعنی قدرتی طور پر لکھا ہوا تھا ''محمد رسول اللہ ﷺ''

مہر نبوت کے متعلق جو مختلف روایتیں ہیں ان میں تطبیق اس طرح کی جائے کہ جس کسی نے اس کو جس چیز کے ساتھ تشبیہہ دی ہے وہ اپنے ذہن کے مطابق وہی ہے اور تشبیہہ ہر شخص کی اس کے ذہن کے موافق ہوتی ہے۔

حضرت جلہمہ بن عرفطہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ میں آیا اس وقت ساکنانِ مکہ قحط کی سخت مصیبت میں گرفتار تھے قریش مل کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا اے ابوطالب لوگ سخت مصیبت میں مبتلا ہیں نکلو اور خدا سے مینہ مانگو

فخرج أبو طالب، ومعه غلام كأنه شمس دجن، تجلت عنه سحابة قتماء ، وحوله أغيلمة فأخذه أبو طالب، فألصق ظهره بالكعبة، ولاذ الغلام بأصبعه وما في السماء قزعة، فأقبل السحاب من هاهنا وهاهنا، وأغدق وأغدوق، وانفجر له الوادي، وأخصب النادي والبادي وفي هذا يقول أبو طالب. (زرقانی علی المواہب جلد ۱ صفحہ ۱۹۰، خصائص کبریٰ)

پس ابوطالب نکلے اور ان کے ساتھ ایک ایسا نورانی بچہ تھا کہ گویا وہ ایک آفتاب تھا جو کالے بادلوں سے نکلا ہوا اور اس کے

گرد چند بچے اور بھی تھے (بیت اللہ شریف پہنچ کر) ابو طالب نے اس نورانی بچہ کی پشت دیوارِ کعبہ سے لگا دی اس نورانی بچہ نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا حالانکہ اُس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا مگر اس کے اشارہ سے چاروں طرف سے بادل آ گیا اور اتنا برسا کہ جنگل بہہ نکلے اور اہلِ شہر اور دیہات خوب سیراب ہو گئے (اور قحط دور ہو گیا) ابو طالب نے اپنے اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے

وأبيض يستقى الغمام بوجهه　　ثمال اليتامى عصمة للأرامل

وہ گورے رنگ والے کہ اُن کے چہرۂ انور کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے، یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

يلوذ به الهلاك من آل هاشم　　فهم عنده في نعمة وفواضل

بنی ہاشم جیسے غیور لوگ ہلاکت و تباہی کے وقت ان سے التجاو فریاد کرتے ہیں اور وہ آپ کے پاس آ کر عظیم نعمتیں اور برکتیں پاتے ہیں۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۱۹۰، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۸٦)

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

حل لغات

عمامہ، پگڑی۔ بول بالا، عزت واحترام۔

شرح

اے پیارے حبیب کریم ﷺ بڑے بڑے تاجدار شہنشاہانِ وقت آپ کے عمامہ شریف کی سج دھج کو دیکھ کر سر ختم کر دیتے ہیں کہ سراپا نور کا بول بالا ہو۔

مسئلہ

عمامہ سے سر ڈھانکنا سنت حبیب خدا ہے لیکن افسوس ہے کہ آج اکثر علماء و مشائخ تک اس سنت سے محروم ہیں اور جناح کیپ نامعلوم کئی بلا کے کیپ یا صرف رومالی یا ٹوپی یا سرے سے ننگے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

اور دعویٰ سنو تو عشق بلال اور قربانی سے پیچھے ہٹنے کا نام تک نہیں لیتے حالانکہ سچا عاشق وہ ہے جو اپنے محبوب کی ہر ادا پر جان نچھاور کرے اور عمامہ شریف حضور اکرم ﷺ کی دائمی اور محبوب سنت ہے۔ آپ کا عمامہ شریف چھوٹے سے

چھوٹا سات ہاتھ اور بڑا بارہ ہاتھ ہوتا تھا۔عمامہ شریف اکثر سفید، کبھی سیاہ اور کبھی سبز بھی استعمال فرمایا ہے۔شملہ مبارک کبھی چھوڑتے اور کبھی نہیں۔شملہ اکثر دونوں شانوں کے بیچ میں اور کبھی دوشِ مبارک پر پڑا رہتا۔بعض اوقات تحنک بھی فرماتے یعنی دستارِ مبارک کا ایک پیچ تھوڑی مبارک کے نیچے سے لاکر باندھتے۔عمامہ کے نیچے سرِ اقدس سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوا کرتی اونچی ٹوپی آپ نے استعمال نہیں فرمائی اور فرماتے

فوق مابیننا وبین المشرکین العمائمه علی القلانس .(ابوداؤد، کتاب اللباس)

ہم میں اور مشرکین میں یہ امتیاز ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔

عمامہ والی سنت چھوڑنے کی وجہ

دورِ حاضرہ میں عمامہ کی سنت مردہ ہوگئی ہے بہت بڑے اچھے بھلے دیندار بھی اس کے استعمال سے کتراتے ہیں حالانکہ ضمیر انہیں ملامت بھی کرتا ہے دراصل بات یہ ہے کہ دورِ دنیا آخری چکر میں ہے لیکن انسان نشہ غفلت میں چکنا چور ہے حالانکہ تھوڑی دیر کے لئے غور وفکر پر یقین ہوجاتا ہے کہ اس فانی جہاں سے لازماً کوچ کرنا ہے اور ایسے ملک میں جانا ہے جہاں سے واپس لوٹنے کی تمام امیدیں منقطع ہوجائیں گی پھر یہ عقید ہر مسلمان کے دل میں راسخ ہے کہ مرنے کے بعد اعمال کام آئیں گے اور سب سے بڑا نیک عمل "شہادت فی سبیل اللہ" ہے لیکن شہادت کہاں سے اور کیسے یہ ایک سخت مشکل امر ہے لیکن امت کے شفیق نبی ﷺ نے خوشخبری سنائی ہے وہ یہ کہ جو کسی سنت نبوی کو زندہ کرے اُسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

آج کل پگڑی باندھنے کی سنت مردہ ہوچکی ہے اسے زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا اجر وثواب نصیب ہوتا ہے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ خود پگڑی باندھیں اور اپنے حلقۂ اثر میں سختی سے پابندی کرائیں۔

فقیر اپنے دور کے علماء مقتدر، مدرسین، واعظین، مشائخ طریقت، سجادہ نشینوں اور عوام سے اپیل کرتا ہے کہ خدارا نبی پاک ﷺ کی ہر سنت پر عمل کریں اور اپنے ماتحتوں سے عمل کرائیں تاکہ ہر سنت تا قیامت زندہ وتابندہ ہو۔اس سے قیامت میں اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کا قرب نصیب ہوگا۔کسی بھی مذہب والے کو اختلاف نہیں ہے سوائے ماڈرن مسلم کے کہ جسے مغربیت چھوگئی اور اس کے جادو میں ایسا پھنسا ہے کہ الٹا اس پھنس پھنساؤ کو نہ صرف اپنی نجات سمجھتا ہے بلکہ اس پر نازاں وفرحاں ہے ورنہ اہل علم خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں علمی لحاظ سے سب مانتے ہیں کہ عمامہ پگڑی باندھنا سنت ہے اور صرف ٹوپی کافروں کی وضع ہے۔چنانچہ مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۷ میں ہے

لم یروان ﷺ لبس القلنوة بغیر العمامة فیتعین الایکون ھذا ذی المشرکین

یعنی ہرگز مروی نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو معنی یہ ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے۔

اس شرح مشکوٰ میں بعد ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ لکھتے ہیں

ھذا کلہ یدل علی فضیلة العمامة مطلقاً نعم مع القلنوة افضل وبسبھا و ھدھا مخالف للسنة کیف رھی ذی الکفرة وکذا المبتدعة فی بعض البلدان

ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگر چہ ٹوپی کے بغیر ہو ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیونکر نہ ہو کہ کافروں اور بعض بلادہ اہل بدعت کی وضع ہے اور پھر ٹوپی پر رومال اوڑھنا۔

بینی پر نور پر رخشاں ہے بکہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

حل لغات

بینی ، ناک مبارک ۔ رخشاں ، چمکتا ہوا روشن ۔ لواء الحمد ، حمد کا جھنڈا ۔ بکہ ، بضم الباء و کاف مشددہ ، دھوئیں وگرد وغیرہ کا اکٹھا ہو کر نکلنا ۔ پھریرا (بفتح باء عجمی) کھلا ہوا ، جھنڈے کا کپڑا ۔

شرح

نورانی ناک شریف پر نور کا شعلہ ایسے چمکتا ہے جیسے لواء الحمد پر نورانی علم کا پھریرا اڑ رہا ہے۔

بینی پر نور

حضور اکرم ﷺ کی ناک مبارک کے متعلق شمائل ترمذی میں حدیث روایت کی ہے ۔ فقیر وہ حدیث مبارک مع شرح از علامہ سید محمد امیر صاحب گیلانی یہاں درج کرتا ہے اگر چہ ہمارے موضوع میں صرف ناک مبارک کا بیان تھا لیکن حدیث پھر اس کی شرح خالی از فائدہ نہیں اسی لئے مع ترمیم واضافہ ہدیہ قارئین ہے۔

حدیث

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعِجْلِيُّ إِمْلاَءً عَلَيْنَا مِنْ كِتَابِهِ قَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ ، يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ، عَنِ ابْنٍ لأَبِي هَالَةَ ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ ، وَكَانَ وَصَّافًا ، عَنْ حِلْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا أَتَعَلَّقُ بِهِ ، فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا ، يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ، أَطْوَلُ مِنَ الْمَرْبُوعِ ، وَأَقْصَرُ مِنَ الْمُشَذَّبِ ، عَظِيمُ الْهَامَةِ ، رَجِلُ الشَّعْرِ ، إِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيقَتُهُ فَرَّقَهَا ، وَإِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ إِذَا هُوَ وَفَّرَهُ ، أَزْهَرُ اللَّوْنِ ، وَاسِعُ الْجَبِينِ ، أَزَجُّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ فِي غَيْرِ قَرَنٍ ، بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ ، أَقْنَى الْعِرْنَيْنِ ، لَهُ نُورٌ يَعْلُوهُ ، يَحْسَبُهُ مَنْ لَمْ يَتَأَمَّلْهُ أَشَمَّ ، كَثُّ اللِّحْيَةِ ، سَهْلُ الْخَدَّيْنِ ، ضَلِيعُ الْفَمِ ، مُفْلَجُ الْأَسْنَانِ ، دَقِيقُ الْمَسْرُبَةِ كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيدُ دُمْيَةٍ فِي صَفَاءِ الْفِضَّةِ ، مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ ، بَ مُتَمَاسِكٌ ، سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ ، عَرِيضُ الصَّدْرِ ، بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ ، ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ أَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ ، مَوْصُولُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِي كَالْخَطِّ ، عَارِي الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوَى ذَلِكَ ، أَشْعَرُ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَأَعَالِي الصَّدْرِ ، طَوِيلُ الزَّنْدَيْنِ ، رَحْبُ الرَّاحَةِ ، شَثْنُ الْكَفَّيْ وَالْقَدَمَيْنِ ، سَائِلُ الْأَطْرَافِ - أَوْ قَالَ : شَائِلُ الْأَطْرَافِ - خَمْصَانُ الْأَخْمَصَيْنِ ، مَسِيحُ الْقَدَمَيْنِ ، يَنْبُو عَنْهُمَا الْمَاءُ ، إِذَا زَالَ زَالَ قَلِعًا ، يَخْطُو تَكَفِّيًا ، وَيَمْشِي هَوْنًا ، ذَرِيعُ الْمِشْيَةِ ، إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ ، وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيعًا ، خَافِضُ الطَّرْفِ ، نَظَرُهُ إِلَى الْأَرْضِ أَطْوَلُ مِنْ نَظَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ ، جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ ، يَسُوقُ أَصْحَابَهُ وَيَبْدَأُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ

جناب امام حسن بن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا اور وہ حضور اکرم ﷺ کا بہت ہی زیادہ حلیہ مبارک بیان فرمایا کرتے تھے اور مجھے بڑا شوق تھا وہ میرے لئے سید پاک ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کریں تا کہ میں اس کے ساتھ تعلق پیدا کروں ۔ پس انہوں نے فرمایا کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس عظیم و بزرگ تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے معظم اور محترم تھے چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا ۔ آپ ﷺ درمیانہ قد سے ذرا بڑے تھے اور لمبے تڑنگے قد سے ذرا چھوٹے تھے ۔ آپ ﷺ کا سر اقدس موزوں بھاری تھا آپ ﷺ کے بال (مبارک) کنڈل دار (خمیدہ) تھے اگر سر اقدس کے بالوں کی مانگ نکل آتی تو رہنے دیتے ورنہ نہیں ۔ آپ ﷺ کے سر اقدس کے بال مبارک جب لمبے ہوتے تھے تو کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے تھے آپ ﷺ کا رنگ مبارک انتہائی سفید اور چمکدار تھا ۔ آپ ﷺ کشادہ پیشانی والے تھے ۔ آپ ﷺ کے ابرو کمان کی طرح خمیدہ اور انتہائی باریک تھے جو کہ پورے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے دونوں ابروں کے

درمیان رگ تھی جو کہ غصہ کے وقت اُبھر آتی آپ ﷺ کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور پھوٹ پھوٹ پڑ تا تھا۔ جو شخص غور سے دیکھتا وہ آپ ﷺ کو بلند بنی والا خیال کرتا (حالانکہ ایسا نہیں تھا) آپ ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی آپ ﷺ کے رخسار مبارک ہموار تھے، آپ ﷺ کشادہ دہن تھے، آپ ﷺ کے سامنے والے دانتوں میں کشادگی تھی، آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی آپ ﷺ کی گردن مبارک نہایت خوبصورت اور چمکتی تھی جو کہ چاندی کی طرح صاف تھی آپ ﷺ کے وجودِ مبارک کا ہر عضو انتہائی متناسب تھا آپ ﷺ کے اعضاء ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے تھے (یہ نہیں کہ ڈھیلے لٹکے ہوئے تھے) آپ ﷺ کا پیٹ اور سینہ بالکل برابر تھا، سینہ مبارک کشادہ تھا آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا۔ آپ کے ہڈیوں کے جوڑ مضبوط تھے، آپ ﷺ کا جسم اطہر نور علیٰ نور تھا ، آپ ﷺ کے حق سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی سوائے اس لکیر کے دنوں پستانوں اور پیٹ پر بال نہیں تھے، دونوں بازوؤں دونوں مونڈھوں اور اس کے اوپر کے حصہ پر بال تھے، آپ ﷺ کی کلائیاں لمبی تھیں ، آپ ﷺ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پر گوشت تھے، آپ ﷺ کی انگلیاں خوبصورت لمبی تھیں ، پاؤں کے تلوے گہرے تھے، آپ ﷺ کے قدم مبارک ہموار تھے، جب ان پر پانی ڈالا جاتا تو بہہ جاتا، آپ ﷺ مضبوط قدم اُٹھاتے اور آہستہ آہستہ چلتے ، آپ ﷺ تیز رفتار بھی تھے جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی طرف جا رہے ہیں، جب آپ ﷺ کسی طرف توجہ فرماتے تو پوری توجہ فرماتے ، آپ ﷺ نیچی نظر سے دیکھتے تھے، آپ ﷺ کی نظر اکثر زمین کی طرف ہوتی ، کبھی آسمان کی طرف بھی دیکھتے، آپ ﷺ گوشۂ چشم سے ملاحظہ کیا کرتے تھے، آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چلتے وقت اپنے سے آگے کر دیتے تھے، آپ ﷺ جس سے بھی ملتے تو سلام میں پہل فرماتے۔

حل لغات

”وصافا“ بہت وضاحت سے بیان کرنے والے ”وصف یصف وصفا وصفة“ بیان کرنا، تعریف کرنا ”اشتھی“ میں بہت شوق رکھتا ہوں، میں بہت خواہش کرتا ہوں۔ ”اتعلق“ میں تعلق پیدا کروں، تصور کروں، میں جانوں۔ ”فخمد“ عالی مرتبت، عالی شان۔ ”عظیما فی نفسه مفخما“ دوسروں کی نظروں میں بھی عالی مرتبت ”معظما فی صدور الصدور وعین العیون ، یتلا لا ، التلالو ، هو الاضاءة والاشراق“ چمکتا تھا، واصل۔ تلالا ، ابیض، اطول، ذرا بڑا تھا، مائل بطول۔ المربوع، درمیانہ قد۔ وهو ما بین الطویل والقصیر علی حد سواء یقال رجل ربعة مربوع (جمع الوسائل) المشذب، بہت لمبا تڑنگا، اصل میں ”مشذب“ کھجور کا وہ درخت

ہے جس کی ڈالیاں کاٹ ڈالی گئی ہوں، مصدر شذب ہے جس کا معنی چھیلنا، کاٹنا اور چھانٹنا ہے۔ "المشذب "کا مصدر "تشذیب " ہے۔ طویل مفرط "الهامة "موزوں، سر سر۔ عظیم الهمامة، سر اقدس موزوں بڑا تھا۔ رجل، بالوں کا نہ بالکل سیدھا ہونا اور نہ ہی گھونگر دار ہونا بلکہ کنڈل دار یا خمیدہ بال ہونا۔ انفرقت، الگ ہوئے جدا ہوئے، عقیقہ کے بال پھٹ جانا جس کو "مانگ" کہتے ہیں۔ انعقاق، مصدر ہے جس کے معنی پھٹ جانا ہے۔ "ازهر اللون "سفید اور چمکدار رنگ والے "زهرة "اصل ہے جس کے معنی سفیدی، خوبصورتی، تازگی، حسن اور روشن کے ہیں۔ "ازج "لمبی، خمیدہ، کمان کی طرح "زجج "سے نکلا ہے جس کے معنی نفیس باریکی کے ہیں۔ الحواجب، ابرو، جمع ہے اس کا واحد "حجب "آتا ہے۔ "سوابغ "بھرے ہوئے پورے پورے، قرن، ملے ہوئے، عرق، رگ، بیدرہ، ابھر آتی ہے، سوج جاتی تھی، اقنی، اونچی، بلند۔ عرنین، ناک، اقنی العرنین، ناک مبارک اونچی بلند تھی۔ نہایہ میں ہے "قنا "کہتے ہیں ناک لمبی ہونا اور درمیان میں الحذاب ہونا اور رزم اور محیط میں ہے "قناني الا نف "کہ ناک کا اوپر کا حصہ بلند ہو اور درمیان حصہ محرب ہو۔ مرد کو "افنی لا نف "اور عوت "قنواء "کہتے ہیں۔ "اشم "بلند بینی، شمم کے معنی ناک کا بلند ہونا اور اوپر سے برابر ہونا اور نتھنوں کا ذرا باہر نکلنا۔ "کث "گھنی داڑھی والا۔ نہایہ میں ہے کہ داڑھی کی کثاثت یہ ہے کہ باریک اور لمبی نہ ہو بلکہ اس میں کثافت اور دلدارپنا ہو۔ مجمع البحرین میں ہے یعنی چھوٹی داڑھی اور گھنی ہوئی۔ سهل ہموار، الخدین، رخسارے، ضلیع، کشادہ، پورے اعضا والے مضبوط آدمی کو بھی کہتے ہیں یہاں پر "منه " یعنی "فم " قرینہ سے کشادہ کا ہی معنی ہے۔ "مفلج " جدائی، کشادگی۔ "ملج " سے نکلا ہوا، دقیق، باریک، ہلکی۔ "المسوبة "لک "جید "گردن یا گردن کا وہ مقام جہاں ہار پہنتے ہیں۔ "دمية "پتلی، وہ پتلی وہ منقش اور مزین ہو اور اس میں خون کی طرح سرخی ہو، بعضوں نے کہا کہ ہاتھی کے دانت کی پتلی۔ عرب لوگ کہتے ہیں "احسن من الدمية "پتلی سے بھی زیادہ خوبصورت۔ الخلق، اعضاء، بادن، مضبوط اعضاء۔ متماسک، کی، بادن متماسک، آپ کے اعضاء مبارکہ باقوت ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے تھے یہ نہیں کہ ڈھیلے لٹکتے تھے۔ سواء، برابر، ہموار، ایک جیسے۔ انوار، نورانی۔ متجرد، جسم مبارک محیط میں ہے متجرد بفتحہ را مصدر میمی ہے بمعنی برہنگی اور ننگاپن اور بکسر را جسم کو کہتے ہیں۔ اللبه ذبح کرنے کی جگہ، حلقوم، دگدگی۔ المنهر، عاری، صاف خالی۔ الثديين، دونوں پستان۔ رحب، کشادہ، رحب الراحة، ہتھیلی، ہاتھ۔ اطراف، انگلیوں کے پورے طرف جمع ہے۔ خمصان الاخمصين دونوں اخمصين خالی تھے۔ اخمص، پاؤں کا وہ مقام ہے جو ایڑی پنجہ کے بیچ میں ہوتا ہے۔ خمص یا

خموص کے معنی ورم بیٹھ جانا، باریک متکلم ہونا، پیٹ خالی ہونا یہاں مرادتلوے خالی ہونا ہے۔ مسح القدمین ہموار، سپاٹ تلوے والے یعنی چمکتے نرم، جن میں پھٹن اور شگاف نہ ہو۔ ''ینبو جا''ئے۔زال، چلتا، قلعاً، زور سے پاؤں اُٹھانا۔ ذریع ،جلدی، تیزرفتار۔ خافض نیچی نظر سے دیکھنا، جل، گوشۂ چشم سے دیکھنا، یسوق ،آگے چلاتے۔ یبداء ، ابتداءکرتے، شروع کرتے، پہل کرتے۔

تشریح

جناب امیر المومنین سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے کہ مجھے بڑا شوق تھا کہ وہ میرے سامنے نبی پاک ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کریں تا کہ میں اس کے ساتھ تعلق پیدا کروں کمالِ محبت کا اظہار ہورہا ہے۔حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری جمع الوسائل صفحہ ۴۳ پرتحریر فرماتے ہیں

اتثبت بذلک الوصف واجعلد محفوظا فی خزانة خیالی

حضورا کرم ﷺ کے اس حلیہ مبارک کو لئے رہوں (اس پر عمل کرنا کافی ہے تا کہ میری نجات ہوجائے)اور اپنے تصور میں اسے محفوظ کرلوں۔

گویا اس نورانی حلیہ مبارک کو یادرکھوں، اس کے ساتھ تعلق پیدا کروں اور اس کے مرکز انوار وتجلیات کے وجودِ مبارک کے ساتھ رابطہ پیدا کروں تا کہ فیوضات و برکات نبوت سے مستفیض ہوجاؤں۔ اتنی کم سنی میں حضورا کرم ﷺ کے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والہانہ عشق ومحبت کا تعلق اہل بیت کرام کا ہی حصہ ہے۔ ہند بن ابی ہالہ نے فرمایا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا ''یتلالو تھ واؤ''استمرار کے معنی پر دلالت کرتا ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ اور ہر وقت آپ ﷺ کا روئے اقدس چمکتا رہتا تھا۔ استاذ گرامی قدر محدثِ جلیل حضرت مولانا مولوی صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب پشاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا آپ ﷺ کے چہرہ انور کو سورج سے تشبیہ نہیں دی بلکہ چودھویں رات کے چاند کے ساتھ دی ہے اس لئے کہ یہ بات مشہور ہے کہ چاند کی روشنی سورج سے مستفاد ہے لہٰذا آپ ﷺ کے چہرہ انور کی روشنی اللہ تعالیٰ کے نور قدسی سے مستفاد تھی گویا آنحضرت ﷺ کے روئے اقدس کے حسن و جمال میں اتنی کشش اور جاذبیت تھی کہ دیکھتے ہی چلے جایئے، آنکھوں میں ٹھنڈک اور فرحت بڑھتی جاتی ہے اور جمال جہاں آراء کو دیکھنے سے جی بھرتا ہی نہیں مگر سورج کو ایک بار دیکھنے سے ہی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور بصارت بھی کمزور ہوجاتی ہے۔ فافھم ارشاد ہے آپ ﷺ کی گردن مبارک نہایت خوبصورت تھی اور چمکتی تھی یعنی حضورا کرم ﷺ کی گردن

مبارک پُتلی کی گردن تھی صاف اور سفید۔عرب کہتے ہیں "احسن من الدمیة" پتلی سے بھی زیادہ خوبصورت۔ارشاد ہے آپ ﷺ کے سرِاقدس کے بال مبارک جب لمبے ہوتے تھے تو کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے تھے جنابِ سید العرب والعجم، شفیع المذنبین، صاحب لواء الحمد ﷺ کے سر اقدس کے بالوں کے بارے میں احادیث مبارکہ میں تین قسم کا ذکر آیا ہے "وفرہ جمہ اور "لمہ" علماءِ کرام فرماتے ہیں جب بال مبارک فی الجملہ بڑھ جاتے تو "وفرہ" یعنی گوش مبارک کی لو سے لمبے ہو جاتے اور جب بہت بڑھ جاتے تو کندھوں پر پہنچ جاتے اور جب اتنے زیادہ نہ بڑھاتے تو کانوں تک یا ان سے ذرا اوپر ہی ہوتے اور سمجھ لینا چاہیے کہ یہ کیفیت اختلاف اوقات پر مبنی ہے تو ثابت ہوا کہ تینوں طرح بال رکھنا سنت ہے اور یہ جو بعض مرد عورتوں کی طرح بالکل ہی بال چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک اور بسا اوقات پیٹ تک پہنچ جاتے ہیں خلافِ سنت ہے اور جنابِ سید الکونین ﷺ نے اس طرح بال رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ سر کے بعض حصہ پر (بناؤ سنگار کے لئے) بال رکھے جائیں اور بعض حصہ سے ترشوا دیئے جائیں آج کل کی اصطلاح میں اسے فرنگی بال کہتے ہیں "اللھم احفظنا من ھذا" ارشاد ہے اپنے صحابہ کو چلتے وقت اپنے سے آگے کر دیتے تھے۔علماء فرماتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کی کمال تواضع تھی حضرت علامہ مولانا قاضی محمد عاقل صاحب صاحب شرح شمائل شریف میں فرماتے ہیں

ومی فرمود بگذارید پشت مرا از برائے فرشتگان

یعنی میرے پیچھے سے ہٹ جاؤ کہ فرشتے چل رہے ہیں۔

"واخرج الدارمی باسناد صحیح انه ﷺ قال خلوا ظھری للملئکة اخرج احمد عن جابر قال کان اصحاب النبی ﷺ یمشون امامه ویدعون ظھره للملئکته" ارشاد ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی نظر مبارک اکثر زمین کی طرف ہوتی کبھی آسمان کی طرف بھی دیکھتے۔

یہ حضور سراپا رحمت ﷺ کی عادت شریفہ تھی اور حضور اکرم ﷺ کی کوئی عادت مبارکہ حکمت و معرفت سے خالی نہیں تھی اور ابوداؤد میں جو یہ حدیث آئی ہے

عن عبداللہ بن سلام قال کان ﷺ اذا جلس یتحدث یکثران یرفع طرفه الی السماء

جس وقت حضور اکرم ﷺ گفتگو فرمانے کے لئے تشریف فرما ہوتے تو اکثر آسمان کی طرف نظریں اُٹھا اُٹھا کر دیکھتے۔

مصحف عارض ہے خط شفیعہ نور کا
لو سیاہ کارو مبارک ہو قبالہ نور کا

حل لغات

مصحف، وہ کتاب جس میں رسالے اور صحیفے جمع ہوں مراد قرآن شریف۔ عارض، رخسار، گال۔ قبالہ، تمسک، بیعانہ، مکان کا کاغذ یا سند یہاں یہی مراد ہے۔

شرح

چہرہ مبارک پر شفاعت کرنے والی ریش مبارک گناہگاروں کی شفاعت کا مبارک نورانی بیع نامہ ہے۔
اس شعر میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ حضور اکرم ﷺ کے ریش مبارک کے بال مقدس کی برکات کا ذکر فرمایا ہے بیشمار برکات و معجزات میں سے فقیر چند ایک یہاں تبرکاً عرض کرتا ہے۔
بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ایک یہودی نے آپ کی ریش مبارک کا ایک بال (زمین پر گرا دیکھ کر) اُٹھایا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرمائی اے اللہ اس کو جمال دے۔ اس یہودی کی داڑھی سفید تھی اسی وقت سیاہ ہوگئی۔ (کنز العمال)
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در الثمین فی مبشرات النبی الامین میں بیان کرتے ہیں مجھ کو میرے والد شاہ عبدالرحیم نے ایک خواب بیان کیا وہ مریض تھے انہیں نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ نے حال دریافت فرمایا صحت کی بشارت دی اور ریش مبارک کے دو بال عنایت فرمائے۔ والد صاحب ان موئے مبارک کی برکت سے اسی وقت شفاء یاب ہوگئے اور خواب سے بیدار ہو کر ان دونوں موئے مبارک کو اپنے ہاتھ میں دیکھا اور ایک موئے مبارک مجھے عطا فرمایا جو اب تک میرے پاس موجود ہے۔

داڑھی مبارک

بال مبارک کے متعلق فقیر کی دو تصنیفیں ہیں اور شراح حدائق کے مجلدات سابقہ میں متعدد مقامات پر مفصل لکھا جا چکا ہے یہاں داڑھی کے متعلق عرض کرنا ہے۔
حضور اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی اور بہت ہی زیادہ خوشنما تھی، آپ داڑھی مبارک کو تیل لگایا کرتے اور شانہ بھی کیا کرتے تھے اور اس کی لمبائی چوڑائی سے کچھ لے لیا کرتے تھے اور مونچھیں مبارک کٹوایا کرتے تھے۔

آپ نے کبھی خضاب وغیرہ نہیں کیا کیونکہ آپ ﷺ کی داڑھی اور سر مبارک میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے۔

حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا

هل كان رسول الله ﷺ خضب؟ فقال لم يبلغ الخضاب كان في لحيته شعرات بيض. (مسلم شریف جلد۲ صفحہ ۲۵۸)

کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب کیا تھا؟ فرمایا آپ کو خضاب کی حاجت ہی پیش نہیں آئی کیونکہ آپ کی داڑھی میں تقریباً دس بال سفید تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

ليس في راسه ولحيته عشرون شعرة بيضاء . (شمائل ترمذی)

آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

چنانچہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی مبارک میں کل سفید سترہ یا اٹھارہ تھے۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۲۰۷)

داڑھی کی مقدار

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے لمعۃ الضحیٰ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ، حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت ابو ہریرہ وغیرہما صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے افعال واقوال اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ وامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما دعانہ رفیقہ حدیث کی تصریح سے داڑھی یکمشت ہے اس سے کم کرنا کسی نے بھی حلال نہ جانا قبضہ سے زائد کاٹنا ہمارے نزدیک مسنون ہے بلکہ نہایہ میں بلفظ وجوب تعبیر کیا۔

دلائل قبضہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

جزوا الشوارب وارخوا اللحى وفالقوا المجونس. (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

مونچھیں کاٹو داڑھیاں بڑھاؤ مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

خالفوا المشرکین وفرو اللحی و احفو الشوارب . (بخاری شریف جلد۲صفحہ ۸۷۵)

مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤاور مونچھیں کٹواؤ۔

اس دونوں حدیثوں میں داڑھیاں بڑھانے مونچھیں کٹوانے اور مشرکین ومجوس کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔آئمہ حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ عہدرسالت ﷺ میں مجوس ومشرکین میں سے بعض داڑھی چھوٹی رکھتے ہیں اور بعض منڈوادیتے ہیں اورمونچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے لہٰذا ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا کہ داڑھی نہ تو چھوٹی رکھواور نہ منڈواؤ بلکہ بڑھاؤاور مونچھیں کٹواؤ۔

سوال

داڑھی کی وہ کم سے کم مقدار کیا ہو جو مشرکین ومجوس کی داڑھیوں سے مختلف بھی ہو اور حکم نبوی ﷺ کہ ''داڑھیاں بڑھاؤ'' کے موافق بھی ہو۔

جواب

بخاری ومسلم کی مذکورہ بالا حدیثوں کی روایت کرنے والے حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق صراحۃً موجود ہے کہ وہ داڑھی کا وہ حصہ جو قبضہ سے زیادہ ہوتا کٹوادیتے۔ چنانچہ بخاری شریف جلد۲ صفحہ ۸۷۵ میں ہے کہ

کان ابن عمر اذا حج او عتمر قبض علیٰ لحیة فما فضل اخذہ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو داڑھی کا وہ حصہ جو ایک قبضہ سے زیادہ ہوتا اُسے کٹوادیتے۔

وروی مثل ذالک عن ابی ھریرۃ وفعلہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برجل وعن الحسن البصری انہ یوخذ من طولھا وعرضھا . (ارشادالساری شرح بخاری جلد۸صفحہ ۳۵۰)

اوراسی کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ (وہ بھی زائد حصہ کٹوادیتے) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کے ساتھ یہ معاملہ کیا کہ اس کی ایک مشت سے زائد داڑھی کو کٹوادیا اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ وہ بھی طول وعرض سے لے لیتے تھے۔

خود حضور اکرم ﷺ کا اپنا عمل مبارک

صحیح ترمذی شریف میں ہے کہ

ا ن النبی ﷺ کان یاخذ من لحیة من عرضها و فولها. (رواہ ترمذی)

نبی کریم ﷺ اپنی داڑھی مبارک کے طول وعرض سے لیتے تھے۔

داڑھی رکھنا سو شہیدوں کا ثواب

سب کو معلوم ہے کہ داڑھی حضور اکرم ﷺ کی محبوب سنت ہے اور اس پرفتن دور میں جب کہ چاروں طرف سے انواع واقسام کے فتنے درپے تخریب دین وشعار دین ہیں اور نفوس پر شہواتِ نفسانی کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ سنت نبوی ﷺ پر چلنا دشوار اور شرم و عار کا باعث ہوتا جا رہا ہے ایسے دور میں حضور اکرم ﷺ کے طریق ہدایت پر چلنے اور سنت پر عمل کرنے سے بے شمار اجر وثواب ملتا ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجرمائة شهيد (مشکوۃ صفحہ ۳۰)

جو شخص میری سنت پر مضبوطی سے قائم رہے جب کہ میری امت میں فتنہ وفساد پھیل جائے تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر وثواب ہے۔

داڑھی کے دشمن

داڑھی کے دشمن اعدائے اسلام تو ہیں ہی دشمن بعض پڑھے لکھے بلکہ بعض پیری مریدی کا دھندا کرنے والے بھی اس محبوب سنت کے دوست نما دشمن بن گئے ہیں اور مجھے تو ان علم کے مدعیوں پر تعجب ہے جو داڑھی کی مقدار قبضہ سے کم کے جواز پر اپنی علمی قوت صرف کر کے مودودی جیسے بدعقیدہ کی چال چل کر داڑھی سے دشمنی کا ثبوت عملاً پیش کر رہے ہیں۔اس سے قبل مودودی کے سوا کسی نے قبضہ کی کمی کا دعویٰ نہیں کیا وہ تو اپنی سزا بھگتے گا اب اس کی چال چلنے والے بھی اسی کے ساتھ مشہور ہونے کی تیاری میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔

آبِ زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

حل لغات

آبِ زر،سونے کا پانی۔عارض،چہرہ۔مصحف،قرآنِ حکیم۔

شرح

قرآنِ حکیم کی جلد پر سونے کا پانی چڑھایا جائے تو جلد سنہری اور خوبصورت نظر آتی ہے۔حضور اکرم ﷺ کے رُخ

انور پر پسینہ آتا ہے تو خوب خوب لگتا ہے۔رُخ محبوب پرنورانی پسینہ سونے کے پانی کی طرح ہے جیسے نورانی سونا چڑھا دیا گیا ہے مصحف پر۔

حدیث شریف

یہ شعر مبارک ذیل کی حدیث شریف کا خلاصہ ہے

عن عائشة قالت نظرت الی النبی ﷺ وھو یخصف نعلہ وقد عرق جبینہ وجعل عرقہ یتولد نوراً فتبھت فقال مالک تبتھتین فقالت نظر ت لعرقک یتولد نورا فلو راک ابو کثیر ھذلی لعلم انک احق بقولہ

واذا نظرت الیٰ اسرة وجھہ برکت کبرق العارض المتھلل (نسیم الریاض جلد ا صفحہ ۳۲۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار میں نے حضور اکرم ﷺ کو اپنا جوڑا مبارک گانٹھتے دیکھا آپ کی پیشانی مبارک میں پسینہ کے قطرے جھلک رہے تھے اوران پسینے کے قطروں سے نور اُبل رہا تھا۔میں حیرت واستعجاب سے اس حسین منظر کو دیکھ رہی تھی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ کیا ہے تو کس سوچ بچار میں ہے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں جناب کے پسینہ کو دیکھ رہی ہوں جس میں نور جلوہ فگن ہے۔اگر آپ کو ابو کثیر ہذلی دیکھتا تو پکار اُٹھتا کہ اُس کے شعر کا مصداق صرف آپ کی ذات گرامی ہی ہے۔شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ

میں نے جب محبوب کے چہرہ کی لکیریں دیکھیں تو یوں چمکتی تھیں جیسے بادل سے بجلی کوندتی ہے۔

رُخ تھا رُخ بہار سحر گاہ عید کا جیسے ورق کھلا ہو کلام مجید کا

چهرۂ اقدس

حضور اکرم ﷺ کی نورانیت سے آگاہی کے بعد پسینہ انور کا ماننے میں اشکال نہیں رہے گا۔

حدیث شریف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

مارایت شیئا احسن من رسول اللہ ﷺ کان الشمس تجری فی وجھہ . (رواہ الترمذی فی شمائل)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا گویا آپ کے چہرہ اقدس سے آفتاب کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔

شارحین کی گواھی

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نور تھے، چاند یا سورج کی روشنی میں جب چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ نہیں پڑتا تھا، آپ ﷺ کا چہرہ چاند سورج کی طرح تاباں تھا اور آپ ﷺ کا روئے مبارک گولائی کی طرف مائل تھا۔ (وسائل الوصول صفحہ ۲۹)

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی ایسا محسوس ہوتا گویا چاند سورج آپ ﷺ کے چہرے میں ضوفشاں ہیں جب مسکراتے تو ایسا لگتا جیسے خوبصورت نبات اور پودوں پر سفید موتی چمک رہے ہیں۔ الربیع بنت معوذ کی حدیث میں ہے جس کا اخراج دارمی نے کیا ہے۔ فرماتی ہیں

لو رائیة لرایت الشمس طالعة

اگر میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھتی تو مجھے محسوس ہوتا کہ سورج چمک رہا ہے۔

حضرت علامہ محدث کبیر عبدالرؤف صاحب المصری المنادی المتوفی ۱۰۳۰ھ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

وفی حدیث ابن عباس قال لم یکن لرسول اللہ ﷺ ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضؤ ہ ضؤ ھا ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضؤ ہ ضوء ھا ولم یقم مع سراج قط اغلب ضوء ہ ضوء السراج ذکرہ فی الوفاء باسانیدہ. (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۷۶ حاشیہ)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا سایہ نہیں تھا اور آپ ﷺ سورج کی ضیاء بار کرنوں میں کھڑے نہ ہوتے مگر آپ ﷺ کا جمال و جلال آفتاب سے کہیں زیادہ تجلیاں بکھیرتا اور آپ ﷺ کا سراپا آفتاب پر غالب رہتا۔ آپ ﷺ کبھی دیئے کی روشنی میں کھڑے ہوتے مگر آپ ﷺ کے نور کی چاندنی اتنی نکھرتی کہ چراغ کی روشنی ماند پڑ جاتی اور آپ ﷺ کے نور کا ضوء پاش ماہتاب چراغ پر غالب رہتا۔

لم یکن لرسول اللہ ﷺ ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوء بہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراجالا غلب ضؤبہ ضوء السراج. (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۷۶)

نبی کریم ﷺ کا سایہ نہیں تھا اور آپ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کی روشنی سورج پر غالب ہو جاتی اور آپ چراغ کی روشنی میں کھڑے ہوتے تو آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پہ غالب ہو جاتی۔

پیچ کرتا ہے فدا ہونے کو لمعہ نور کا
گردِ سر پھرنے کو بنتا ہے عمامہ نور کا

حل لغات

پیچ ،حلقہ، لپیٹ ۔فدا، نثار، نچھاور۔ لمعہ، چمکارا، روشنی کرنا ،شعاع ۔گرد، چاروں طرف ۔عمامہ بالکسر، دستار، پگڑی جمع عائم وعمام ہے۔

شرح

نور کی روشنی نچھاور ہونے کے لئے حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کے گرد اس طرح حلقہ بناتی ہے جیسے نوری عمامہ سر کے گرداگرد گھما کر باندھا جاتا ہے۔

عمامة النبی ﷺ

اس سے قبل مطلقاً عمامہ کے فضائل اور مختصراً حضور اکرم ﷺ کے متعلق ضمناً بحث آ گئی تھی اب صرف اور صرف عمامۃ النبی ﷺ کے لئے عرض کرنا ہے۔

حضرت علامہ بیجوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

العمامة سنة لا سيما للصلوٰة ويقصدا لتجمل لاخبار كثير فيها

عمامہ سنت ہے بالخصوص نماز کے لئے اور اس سے مقصد اظہار خوبصورتی ہو۔اس کے بارے میں کثیر احادیث وارد ہیں۔

ایسے ہی حاشیہ شمائل میں ہے کہ

اعلم لان ليس العمامة سنة وردتی فضلها اخبار كثيرة حتى ورد ان الركعتين مع العمامة افضل من سبعين ركعة بدونها

بے شک عمامہ پہننا سنت ہے اور اس کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں یہاں تک وارد ہے کہ دو رکعت عمامہ کے ساتھ پڑھنا بغیر عمامے کی ستر رکعت سے افضل ہے۔

حلم میں اضافہ

فتح الباری شرح البخاری میں ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔

عینی شرح بخاری میں ہے کہ کسی نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا گیا پگڑی باندھنا سنت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہاں

سنت ہے۔ مزید فرمایا عمامہ باندھا کرو کہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔ علامہ البیجوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

ففی الخبر فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس و اما لبس القلنسوۃ وحدھا فھو زی المشرکین

حدیث میں ہے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپی اور پگڑی فرق واضح کرتا ہے اور یہ کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کی پوشش ہے یعنی لباس ہے۔

حضرت ملاعلی القاری رحمۃ اللہ الباری مشکوۃ شریف کی شرح میں فرماتے ہیں

لم یروانہ ﷺ لبس القلنسوۃ بغیر العمامۃ فیتعین ان یکون ھذازی المشرکین

یعنی اصلاً مروی نہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے۔

پھر پگڑی باندھنے کی فضیلت کی احادیث لکھ کر فرماتے ہیں

ھذا کلہ یدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقاً نعم مع القلنوۃ افضل ولبسھا و حدھا مخالف للسنۃ کیف وھی ذی الکفرۃ وکذا المبتدعۃ فی بعض البلدان

ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگر چہ ٹوپی کے بغیر ہو ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیونکر نہ ہو کہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ رضویہ جلد ۳ میں صفحہ ۷۶ سے ۸۰ تک احادیث اور کئی فقہاء کرام کی کتابوں سے عبارات نقل کی ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں عمامہ حضور اکرم ﷺ کی سنت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریاتِ دین تک پہنچتا ہے اور عمامہ سنت لازمہ دائمہ ہے یہاں تک کہ علماء نے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا۔

افسوس صد افسوس کہ دورِ حاضرہ میں اکثر علماء ومشائخ نے عمامے اتار پھینکے اور جدید طرز کی ٹوپیوں اور کیپوں سے سر کو سجا رکھا ہے۔

عمامہ کا راج

حضور اکرم ﷺ کی عادت کریمہ تو سب کو معلوم ہے کہ عمامہ مبارکہ سے زندگی بسر فرمائی اور دوسروں کو بھی تاکید

فرمائی اور جب کسی کو کسی شہر کا حاکم فرماتے تو اس کے سر پر عمامہ بندھواتے۔(شرح شمائل)

گویا اس طرف اشارہ ہوتا کہ صاحب عمامہ صاحب التاج ہے۔مزید تفصیل گزری اور فقیر کا رسالہ ''فضائل عمامہ'' بھی قابل مطالعہ ہے۔

ہیبت عارض سے تھراتا ہے شعلہ نور کا
کفش پا پر گر کے بن جاتا ہے گچھا نور کا

حل لغات

ہیبت، رعب۔عارض، رخسار۔تھراتا ہے، لرزتا ہے۔کفش پاء، پاؤں کا جوتا۔گچھا، ایک شاخ پر چند پھول، گچھا۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کے رخسار پاک رعب سے نورانی شعلہ نعلین پاک پر گر کر نورانی پھولوں کا گچھا بن جاتا ہے۔

رعب رسول ﷺ

باوجودیکہ آپ رحیم و کریم اور مشفق و شفیق تھے لیکن رعب کا یہ حالت تھا کہ صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے مقرب بلکہ سسر بھی آنکھ سے آنکھ ملا کر نہیں دیکھ سکتے تھے اور جرات کر کے کبھی گفتگو میں پہل نہیں کرتے۔سجدہ سہو کے موقع پر رعب سے صحابہ کرام شیخین سمیت کسی کو بھی عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی یہاں تک کہ آپ نماز سے فراغت پا کر مسجد شریف کے دروازہ تک پہنچے تو حضرت ذوالیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض وضاحت طلبی پر کچھ عرض کیا۔

نعلین پاک حضور ﷺ

اس شعر میں نعل پاک کا ذکر خیر ہے اصل نعل تو سبحان اللہ صرف اس کے نقشہ کے متعلق عرض ہے کہ علامہ محدث حافظ تلمسائی کتاب فتح القال میں فرماتے ہیں کہ اس نقشہ مبارک کے منافع ایسے ظاہر و باہر ہیں کہ بیان کرنے کی حاجت ہی نہیں۔من جملہ ان کے ابو جعفر کہتے ہیں کہ میں نے ایک طالبِ علم کے لئے یہ نقشہ بنوایا وہ ایک روز میرے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے گذشتہ شب اس کی عجیب برکت دیکھی کہ میری بی بی کو اتفاقاً ایسا سخت درد ہوا کہ قریب بہ ہلاکت ہوگئی میں نے نقشہ شریف درد کی جگہ رکھ کر عرض کیا کہ یا الٰہی مجھ کو صاحبِ نعل شریف کی برکت دکھلایئے اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت شفاء عنایت فرمائی۔

فوائد

قاسم بن محمد کا قول ہے کہ اس نقشہ کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص اس کو تبرکاً اپنے پاس رکھے وہ ظالموں کے ظلم سے، دشمنوں کے غلبے سے، شیطان سرکش سے، حاسد کی نظر بد سے امن و امان میں رہے اور اگر حاملہ عورت دردِ زدہ کی شدت کے وقت اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے بہ فضل خدا تعالیٰ اللہ اس کی مشکل آسان ہو۔

حکایت

شیخ ابن حبیب روایت فرماتے ہیں کہ ان کے ایک پھوڑہ نکلا کہ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا نہایت سخت درد ہوا۔ کسی طبیب کی سمجھ میں اس کی دوا نہ آئی اُنہوں نے یہ نقش شریف درد کی جگہ پر رکھ لیا معاً ایسا سکون ہو گیا کہ گویا کبھی درد ہی نہ تھا۔

حکایت

ایک اثر خود میرا (یعنی صاحب فتح المعال کا) مشاہدہ کیا ہوا ہے ایک بار سفر دریائے مشور کا اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ ایسی حالت ہوئی کہ سب ہلاکت کے قریب ہو گئے کسی کو بچنے کی اُمید نہ تھی میں نے یہ نقشہ ناخدا یعنی ملاح کو دیا اور اسے کہا کہ اس سے توسل کرے اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے عافیت فرمائی۔

محمد بن الجزری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص اس نقش شریف کو اپنے پاس رکھے خلائق میں مقبول رہے اور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہو، یہ نقش شریف جس لشکر میں ہو اُس کو شکست نہ ہو گی اور جس قافلے میں ہو لوٹ مار سے محفوظ رہے، جس اسباب میں ہو چوروں کا اس پر قابو نہ چلے، جس کشتی میں ہو غرق سے بچے اور جس حاجت میں اس سے توسل کریں وہ پوری ہو۔

بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ جو شخص نعل پاک کا نقشہ اپنے پاس رکھے اپنی ہر دلی مراد پر کامیاب رہے گا اور جو شخص اس نقشہ پاک کو تعویذ بنا کر پگڑی میں رکھے اس ارادہ پر کہ میرے جملہ اُمور آسانی سے طے ہوں تو بہ فضلہٖ تعالیٰ وہ اپنی مراد کو پائے گا بلکہ اپنے تمام زمان سے ہمیشہ فائق رہے گا بلکہ دنیا میں اس کا ہم مرتبہ کوئی نہیں ہو سکے گا اور کتاب المرتجی بالقبول فی خدمۃ قدم الرسول میں علمائے محققین وصلحائے معتبرین نے بہت آثار و حکایات نقل کی ہیں۔

چند اشعار ذوقیہ

ترجمہ

قال الامام ابوالخیر محمد بن محمد الجزری علیه الرحمۃ یاطالبا تمثال نعل نبیه ماقدوجدت الی

اللقاء سبیلا۔

☆اے طلب کرنے والے نقش نعل شریف اپنے نبی کے آگاہ ہو جا تحقیق پالیا تو نے اس کے ملنے کا راستہ

فاجعله فوق الرأس واخضعن له وتعال فیه وأوله التقبیلا۔

☆پس رکھ اس کو سر پر اور خضوع کر اس کے لئے اور مبالغہ کر خضوع میں اور مسلسل اس کو بوسہ دے

من یدعی الحب الصحیح فانه یثبت علیٰ مایدعیه دلیلاً۔

☆جو شخص دعویٰ کرے سچی محبت کا پس بیشک وہ قائم کرتا ہے اپنے دعوے پر دلیل کو

عن السید محمد الحمازی الحسنی المالکی

لمارأیت مثال نعل المصطفیٰ بسند الوضع الصحیح معرفا

☆جب دیکھا میں نے نقشہ نعل مصطفیٰ ﷺ جس کی وضع سند صحیح سے بتلائی ہوئی ہے

وظفرت بالمطلوب من کرکاته ووجدت فیه مااُرید من الصفا

☆تو میں نے مل لیا اپنے چہرے پر اس نقش کو واسطے برکت کے سو مجھ کو اُسی وقت شفاء ہو گئی حالانکہ میں قریب الہلاکت تھا اور پہنچ گیا میں مطلب کو اس کو برکتوں سے اور پایا میں نے اس میں جو کچھ میں چاہتا تھا صفائی سے۔

مزید تفصیل ''فتح المتعال'' امام تلمسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا فقیر اُویسی غفرلہ کا رسالہ ''نیل المرام'' میں پڑھئے۔

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

حل لغات

مشکوٰۃ، فانوس، چراغ دان۔ زجاجہ، کانچ، شیشہ۔ سورہ نور، قرآن مجید کے اٹھارہویں پارہ کی ایک سورۃ کا نام۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کا قلب مبارک شمع کی طرح روشن و منور ہے جسم پاک مثل فانوس دل کو ڈھانپے ہوئے ہے اور سینہ مبارک مثل شیشہ چمک رہا ہے آپ کے چہرے منور کی تعریف میں سورۃ نور نازل فرمائی ہے۔

شمع دل

شمع دل یعنی سینہ مبارک کے بارے میں کتب سیر و احادیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سواء البطن والصدر تھے یعنی آپ کا شکم اقدس اور سینہ اطہر ہموار و برابر تھا۔ سینہ اقدس کسی قدر بھرا ہوا اور چوڑا تھا۔ سینہ اقدس کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا جو ناف تک تھا اور سینہ اقدس کے اوپر دونوں طرف بال نہ تھے اس سینہ اقدس کی شرح اور قلب شریف کی وسعت کا بیان طاقت انسانی سے خارج ہے۔ قرآن پاک میں ہے

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ (پارہ ۳۰، سورۃ الانشراح، آیت ۱) کیا ہم نے تمہارے لئے سینہ کشادہ نہ کیا۔

شرح صدر اس کے لفظی معنی ہیں کھول دینا، یہ ہدایت کا آخری مرتبہ ہے۔ اس مرتبے میں تمام حقائق ملک وملکوت، لاہوت و جبروت منکشف ہو جاتے ہیں۔ زبان اسرارِ غیب کی کنجی اور دل خزانہ ہو جاتا ہے پھر وہ جو کچھ فرماتا ہے عالم غیب میں مشاہدہ کر کے فرماتا ہے۔

نکتہ

آیت میں "لک" کی قید بتلا رہی ہے کہ وہ شرح صدر ہے جو خاص آپ ہی کے واسطے ہے یہی وجہ ہے کہ جو اسرار آپ کے قلب اقدس کو عطا ہوئے وہ کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوئے اور نہ ہی کسی کا قلب متحمل ہو سکتا ہے اور اسی قلب مبارک کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ میرا قلب سوتا نہیں۔

آیۃ نور مع تفسیر

یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرۡبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَ لَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ (پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۳۵)

برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اُٹھے اگر چہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال بیان فرمائی ہے اللہ کا نور کیا ہے اور اس کی مثال کا مطلب کیا ہے؟

نور کے متعلق حضرت کعب احبار اور ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

المراد بالنور الثانی ھنا محمداﷺ و قوله تعالیٰ مثل نورہٖ ای نور محمد ﷺ (شفاء شریف جلد ا صفحہ ۱۰)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''مثل نورہٖ ''میں نورِثانی سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔

اور مثال کے متعلق محی السنۃ علامہ علاؤالدین علی بن محمد المعروف بالخازن فرماتے ہیں

وقیل وقع ھذا التمثیل لنور محمد ﷺ قال ابن عباس لکعب الأحبار أخبرنی عن قوله تعالی مثل نورہ کمشکاۃ قال کعب ھذا مثل ضربه اللہ لنبیّهﷺفالمشکاۃ صدرہ والزجاجة قلبه والمصباح فیه النبوۃ توقد من شجرۃ مبارکة ھی شجرۃ النبوۃ یکاد نور محمد ﷺ وأمرہ یتبین للناس ولو لم یتکلم به أنه نبیّ کما یکاد ذلک الزیت یضیء ، ولو لم تمسسه نار(تفسیر خازن جلد۳صفحہ۳۳۲)

اور کہا گیا ہے یہ تمثیل نورِمحمد ﷺ کی ہے (چنانچہ)حضرت ابن عباس نے حضرت کعب احبار سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ''مثل نورہٖ کمشکوۃ کامعنی مجھے بتاؤ؟انہوں نے فرمایا اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مثال بیان فرمائی ہے تو مشکوٰۃ (طاق) سے مراد آپ کا سینہ اور زجاجہ (فانوس) سے مراد آپ کا قلب اور مصباح (چراغ) سے مراد نبوت ہے جو نبوت کے مبارک شجر سے روشن ہے اور اس نورِمحمدی کی روشنی اور چمک ایسی ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونے کا بیان نہ بھی فرمائیں تب بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں

المشکاۃ جوف محمد ﷺ والزجاجة قلبه والمصباح النور الذی جعله اللہ فیه لا شرقیة و غربیة ، لا یھودی ولا نصرانی توقد من شجرۃ مبارکة إبراھیم نور علی نور قلب إبراھیم ونور قلب محمد ﷺ. (خازن جلد۳صفحہ۲۳۲)

کہ طاق تو حضور اکرم ﷺ کا سینہ اور فانوس قلب مبارک ہے اور چراغ وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا ہے وہ نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی نہ یہودی ہے نہ نصرانی روشن ہے شجرہ مبارکہ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نور پر نور ہے یعنی نورِ قلب ابراہیم پر نورِ قلب محمد ﷺ ہے۔

فائدہ

حضور اکرم ﷺ کا سینہ اقدس وہ ہے جس میں اسرارِ الٰہیہ اور معارفِ ربانیہ اور علوم وحکم کے بے شمار اور بے حد وعد

اور بے شمار سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں جنہیں وہ جانیں یا ان کا اللہ تعالیٰ۔

صاحب روح البیان نے اس آیت کی متعدد تفاسیر لکھ کر ایک تفسیر لکھتے ہیں کہ روح الارواح میں ہے کہ ''مثل نورہٖ'' سے حضور اکرم ﷺ کا نور اقدس مراد ہے جو کہ آدم علیہ السلام کے مشکوٰۃ اور نوح علیہ السلام کے زجاجہ اور ابراہیم علیہ السلام کے زیتون سے روشن تھے آپ نہ یہودی تھے نہ غربی جانب کو قبلہ مانتے اور نہ نصرانی جو شرق کو قبلہ سمجھتے ہیں۔

مصباح سے مراد حضور اکرم ﷺ اور مشکوٰۃ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں اور آپ کی زجاجہ دل صافی طاہر اور آپ کی مصباح علم کامل اور آپ کا شجرہ خلق شامل کہ وہ نہ جانب غلو و افراط میں ہے نہ صرف تقصیر و تفریط میں بلکہ وہ حد اعتدال میں ہے ''خیـــر الامـــور اوسـطـهـا'' آپ کے لئے واقع ہے اور آپ کی ذات ہی صراط مستقیم ہے اور روح المعانی میں ہے کہ نور محبت حبیب نور خلت خلیل سے مل کر نور علیٰ نور ہے۔

پدر نور پسر نور ریست مشہور از ینجا فہم کن نور علیٰ نور

باپ بیٹا دونوں مشہور نور ہیں یہاں سے ہی نور علیٰ نور کا معنی سمجھ لیجیے

سینہ اسرار الٰہیہ کا خزانہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مولانا عبدالحق صاحب تفسیر حقانی اپنی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے سینہ اقدس کو ایک رفیع الشان محل سمجھنا چاہیے جس میں بارہ کمرے ہوں اور ہر کمرے میں ایک مجلس ہو اور مجلس کے حاکم اعلیٰ آپ ﷺ ہوں جس کی توضیح یہ ہے۔

کمرہ نمبر۱

اس میں ایک عظیم الشان شہنشاہ تشریف فرما ہیں کہ روئے زمین کے بڑے بڑے بادشاہانِ عرب و عجم، روم و شام، ایران و ہند وغیرہ ممالک کے دست بستہ ان کے سامنے حاضر ہیں اور تدابیر مملکت و قوانین جہانداری، امور سلطنت وغیرہ ان سے دریافت کر رہے ہیں اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں اس کو وہ سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ وہ ان جملہ بادشاہوں کے بادشاہ کون ہیں۔ نبی اکرم، نورِ مجسم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔

کمرہ نمبر۲

اس میں ایک عظیم القدر جلیل الشان حکیم تشریف فرما ہیں کہ دنیا بھر کے حکماء ان کے سامنے دست بستہ حاضر ہیں علوم سیاست، تدبیر منزل، درستی آداب و اخلاق اور دیگر علوم حکمیہ کا استفادہ کر رہے ہیں اور وہ استادِ کل، معلم علم و حکمت

ﷺ ہر ایک اس کی استعداد فہم کے مطابق تعلیم فرما رہے ہیں۔

کمرہ نمبر۳

اس میں ایک جلیل اقدر عظیم الشاہ قاضی القضاۃ بڑی تمکنت اور وقار کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور ان کے سامنے دنیا بھر کے قاضی (ج) معاملہ فہم، موجد قوانین سیاسیہ و نوامیسیہ حاضر ہیں اور آپ کے فیصلہ جات اور ارشادات کو اپنا دستور العمل بنا رہے ہیں۔ وہ قاضی القضاۃ بھی حضور ہی ہیں ﷺ۔

کمرہ نمبر٤

اس میں ایک مفتی تبحر سند افتاد پر تشریف فرما ہیں اور علوم و فنون کے دریا جو اس کے سینہ اقدس میں موجزن ہیں رواں ہیں اور دنیا بھر کے محدثین، مفسرین، متکلمین، مقررین، مقرئین اس کے سامنے حاضر ہیں اور سب کے سب اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس چشمہ علم و حکمت سے سیراب ہو رہے ہیں وہ مفتی تبحر بھی سید الکائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ ہی ہیں۔

کمرہ نمبر٥

اس میں ایک محتسب باوقار مسند حکومت پر رعب و جلال سے تشریف فرما ہیں اور احکامِ الٰہی سے نافرمانی کرنے والوں کی سزائیں دلوار ہے ہیں، کہیں زانی سنگسار ہو رہا ہے اور کہیں چور کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں۔ مسکرات کے استعمال کرنے والوں پر درے پڑ رہے ہیں، ظلم و تعدی کرنے والوں کو سزائیں ہو رہی ہیں، شہوات و فسق و فجور کے رسوم مٹائے جا رہے ہیں، دغا بازوں، مکاروں اور فریبیوں پر سرزنش ہو رہی ہے، راشی اور مرتشی حکام سے باز پرس ہو رہی ہے، یہ صاحب وقار محتسب بھی جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔

کمرہ نمبر٦

اس میں ایک جلیل القدر، رفیع الصرت، خوش الحان قاری جلوہ افروز ہیں اور دنیا بھر کے قاری اس کے سامنے سر جھکائے دست بستہ حاضر ہیں۔ فن تجوید، قرأت سبعہ اور قواعد و قوانین لب و لہجہ وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے یہ عظیم الشان قاری بھی آپ ہی ہیں۔

کمرہ نمبر ٧

اس میں ایک عابد و زاہد دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر تشریف فرما ہیں۔ صبح و شام رات دن میں ایک گھڑی تو کیا

ایک سانس بھی غفلت سے نہیں گزارتے ہر وقت تسبیح وتہلیل اور ورد ووظائف ،فرائض ونوافل ادعیہ صبح وشام میں مشغول ومعروف ہیں اور دنیا بھر کے عابد وزاہد اس کے حضور حاضر ہیں۔عبادت وریاضت اور طریقت کے اصول وطریق وغیرہ حاصل کرر ہے ہیں اور وظائف صبح وشام اور اوراد واشغال کی تعلیم ہو رہی ہے یہ عابد وزاہد بھی حضور ﷺ ہی ہیں۔

کمرہ نمبر۸

اس میں ایک عارف کامل تشریف فرما ہیں کہ ذات وصفات کے اسرار اور عالم ناسوت وملکوت کے حقائق اس کے دل میں منکشف ہیں اور تمام دنیا کے عارف اس کے حضور عجز وانکسار سے حاضر ہیں اور حقائق ومعارف،اسرار ورموز کی تعلیم ہو رہی ہے۔یہ عارفِ کامل بھی وہی معدنِ اسرار کل نبی اکرم ﷺ ہی ہیں۔

کمرہ نمبر۹

اس میں ایک واعظ عالم وفاضل منبر اطہر پر جلوہ افروز ہے اور لوگوں کی ارواح اور قلوب کو اپنے کلام مقدس کی تاثیر وانوار سے مسرور ومنور کرر ہا ہے کسی کو ثوابِ عظیم اور اجر جزیل کی ترغیب سے راہ راست پر لا رہا ہے اور کسی کو عذابِ قبر اور جہنم کے المناک حالات سنا کر توبہ کرا رہا ہے۔ ہزاروں دارِ آخرت کے درجات اور حیاتِ جاودانی کے برکات سن کر ایمان لا رہے ہیں اور ہزاروں بدکار عذابِ قبر اور دوزخ کی سزاؤں کے حالات سن کر اپنی بدکاریوں پر نادم ہو کر توبہ کرر ہے اور رو رہے ہیں۔دنیا بھر کے عالم وفاضل اور واعظ اس کے حضور دست بستہ حاضر ہیں اور طریق وعظ وغیرہ کی تعلیم حاصل کرر ہے ہیں۔یہ واعظ اور عالم علم لدنی بھی حضور اکرم ﷺ ہی ہیں ﷺ

کمرہ نمبر۱۰

اس میں ایک مرشد کامل صاحب طریقت وصاحب دل تشریف فرما ہیں جس کی نگاہ خاک کو کیمیا کرر ہی ہے ہزاروں نامراد بامراد اور ہزاروں ناشاد شاد ہو رہے ہیں، کہیں چور قطب بن رہے ہیں اور کہیں قطب غوث بن رہے ہیں، تمام دنیا کے مرشد کامل اس کے حضور حلقہ بگوش ہیں۔ ہر ایک کی استعداد کے مطابق اسے سیراب کیا جا رہا ہے وصول الی اللہ کے رستے حجابات دور کرنے کے طریقے ،مقامات،احوال،مراتب،توجہ،تاسیر،ذوق وشوق،وجد ورقص،فنا وبقاء وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔یہ مرشد کامل بھی حضور ہی ہیں ﷺ

کمرہ نمبر ۱۱

اس میں ایک اولوالعزم،رفیع الشان،خاتم نبوت،صاحب کتاب رسول مکرم تشریف فرما ہیں اور تمام رسول حضرت

ابراہیم واسحٰق ویعقوب و داؤد وسلیمان وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کے اردگرد تشریف رکھتے ہیں اور خاتم النبیین سے فیوض و برکات حاصل کرر ہے ہیں اور رسول مکرم خاتم النبیین ان کی شریعتوں کے احکام گھٹا بڑھا رہے ہیں اور سب رسول بسرو چشم قبول کرر ہے ہیں اور انہیں اپنا امام اور سردار انبیاءؑ تسلیم کرر ہے ہیں۔ وہ رسول مکرم خاتم النبیین بھی جناب محمد مصطفیٰ ہی ہیں ﷺ

کمرہ نمبر۱۲

اس میں ایک پیکر نور، حسن ازل، نازنین محبوب، کعبے کی مانند تشریف فرما ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کی تجلی اس گلبدن کے بدن اطہر کو اپنا مظہر و مسکن ٹھہرایا ہے حسن ازل کے انواروں نے اس کو روشن کر کے خدا کی شانِ محبوبیت اس میں جلوہ گر رکھی ہے اور وہ اپنی محبت کی کشش سے لوگوں کے دلوں کا شکار کرر ہا ہے اور لاکھوں اس ازلی حسن کے عاشق بڑی دور سے امید کسی منفعت اور بدون کسی خواہش کمال کے فقط دیدار کے بھوکے دیوانوں کی طرح دوڑے چلے آتے ہیں اور اپنی اپنی پیشانیاں اس کے فیض کے آستانے پر گھستے ہیں اور اس کے جمال کی ایک جھلک کے مشتاق ہیں اور یہ مرتبہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا ہے مگر اسی محبوب کے صدقے سے بعض کو تھوڑا حصہ اس محبوب کی محبوبیت سے حاصل ہوا ہے اور جن کو اس محبوبیت سے کچھ حصہ ملا ہے مخلوق کا جھکاؤ ان کی طرف ہو گیا ہے اور وہ محبوب ازلی بھی جنابِ سرورِ کائنات حبیب خالق کائنات حضرت محمد ﷺ ہی ہیں۔

اگر کسی کو ان بارہ مجلسوں میں کسی قسم کا شک وشبہ ہو تو وہ خوب غور کرے اور سوچے کہ ان سب کاموں کی اصل کہاں سے ہے تو بے شک اس کو یقین آجائے گا کہ یہ سب کارخانہ ایک جھلک ہے کمالِ محمدی ﷺ کے انواروں میں سے جیسے جڑ کی تازگی سے شاخ اور پتا پتا سرسبز رہتا ہے اور جیسے دریا سے نہریں نکل کر چاروں طرف جاری ہوتی ہیں اسی طرح حقیقت میں سینہ بے کینہ جنابِ سرورِ دو عالم ﷺ منبع اور مخزن ہے تمام کمالاتِ ظاہری اور باطنی کا نورِ محمدی ﷺ کا فیض فوارے کی مانند چشموں کی طرح جاری ہے اور کائنات کے ہر فرد کو سیراب کرر ہا ہے۔ (تفسیر عزیزی وحقانی ملخصاً)

تو اصل وجود آمدی از نخست　　　　دگر ہرچہ موجود شد فرعِ تست

آپ ﷺ تو سب سے پہلے سب کی اصل ہیں دوسری جو شے بھی پیدا ہوئی وہ آپ ﷺ کی فرع ہے۔

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کو را ہی کرتا نور کا

حل لغات

میل (بفتح المیم) ہندی، رنگ، کیچڑ، چرک، گندگی، رنج۔ ستھرا (ہندی) صاف، پاکیزہ۔ پتلا (ہندی بضم الباء عجمی) مورت، بے جان قالب، پیکر، یہاں جسم اقدس کی ظاہری ساخت اقدس مراد ہے۔ کورا (ہندی) نیا، کرتا، قمیص۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کا جسم پاک میلا ہونے سے کس قدر منزہ و صاف و ستھرا ہے کہ جس کپڑے کو آپ استعمال فرماتے ہیں وہ نیا ہی رہتا ہے میلا یا پرانا نہیں ہوتا۔

فائدہ

یہ مصرع جب میرے سامنے آیا تو میں نے غور کیا کہ یہ لفظ تو ہمارے بچے بھی نہیں جانتے کہ کورا کرتا کسے کہتے ہیں لیکن قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ کورا کرتا ہمیں لباس تقویٰ کی طرف لے جاتا ہے جو قرآن کی ایک مستقل اصطلاح ہے یعنی جو لباس تقویٰ کا ہے وہی سب سے اچھا لباس ہے۔

لباس التقویٰ

یہ آیت

وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ا ذٰلِکَ خَیْرٌ (پارہ ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۲۶) اور پرہیز گاری کا لباس وہ سب سے بھلا

اس کی تفسیر میں صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ قتادہ و سدی تقویٰ سے عمل صالح مراد ہے اس لئے عمل صالح ہی بندے کو عذاب سے بچاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ تقویٰ کا لباس اس ظاہری لباس سے بہتر ہے اس لئے کہ فاسق کتنا ہی اچھا لباس پہنے تو صرف ظاہری ستر ڈھانپنے کا ہے

انی کافی اری من الاحیاء له ولا امانة وسیط القوم عریانا

میں حیاو امانت کے عاری کو قوم کے اندر ننگا دیکھتا ہوں۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا

قلندران حقیقت به نیم جو نخرند قبائے اطلس آنکس که از هنر عاریست

فائدہ

تفسیر فارسی میں ہے وہ لباس جوتقویٰ کے طور یعنی متواضعانہ منکسرانہ لباس ہے جیسے وہ لباس جورات کے وقت اللہ والے پہن کر یادِ خدا میں گزارتے ہیں وہ زرق برق اور نرم ونازک متکبرانہ طور پر پہنتے ہیں۔

حدیث شریف

جس کا نرم ونازک لباس ہوتو اس کا دین بھی ضعیف ہے۔

فائدہ

مروی ہے کہ اون کا لباس سب سے پہلے حضرت آدم وحوا علیہا السلام نے پہنا جب کہ بہشت سے نکالے گئے۔

فائدہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اون کا لباس پہنتے اور درخت کے پتے کھاتے تھے جہاں شام ہوتی وہیں قیام پذیر ہو جاتے۔

فائدہ

اون اور بالوں کے کپڑے پہننا تواضع کی علامت نہیں البتہ مسکینوں درویشوں سے مشابہت ضرور ہے۔

نظافت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظافت معنوی وصوری ہر طرح جامع ہے صوری کا حال تو یہ ہے

نورانی بدن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک صاف وشفاف اور بشری کثافتوں سے پاک ایسا کہ دیکھنے والا آپ کے جسم کے اندر سے سورج کو دیکھ لیتا، درمیان میں جسم مبارک مانع نہ تھا۔

بے سایہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی ہونے کی وجہ سے آپ کا سایہ نہ زمین پر پڑا اور نہ دھوپ میں اور نہ چاندنی میں نظر آیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا — سایہ کا سایہ نہ ہوتا نہ سایہ نور کا

حضرت ذکوان (تابعی) سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں نظر نہ آتا تھا۔ (نوادر

(الاصول حکیم ترمذی)

جب آپ دھوپ میں کھڑے ہوتے تو آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آتی اور جب چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو چراغ کی روشنی پر غالب آتی۔(ابن مبارک، ابن جوزی بروایت ابن عباس)

خون مبارک

حضور اکرم ﷺ کا خون مبارک پاک ہے۔

جملہ فضلاتِ شفاء

حضور اکرم ﷺ کا خون مبارک اور پیشاب شریف شفائے امراض تھے۔

جملہ فضلاتِ مبارکہ آتش جہنم سے نجات دلانے والے

جن صحابہ وصحابیات کو حضور اکرم ﷺ کا پیشاب مبارک اور خون پاک پینے کا شرف ملا انہیں رسول اللہ ﷺ نے شفاء کا مژدہ سنا کر فرمایا کہ تم پر آتش جہنم بھی حرام ہے نہ صرف ذاتِ پاک نظیف بلکہ جو آپ (ﷺ) سے لگ گیا وہ بھی نظیف بن گیا۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک دستر خوان تھا جس سے سرکارِ ابد قرار ﷺ نے دست مبارک اور چہرہ مبارک صاف کرلیا تھا وہ جب میلا ہوجاتا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو جلتے تنور میں ڈال کر صاف کرلیا کرتے تھے اور فرماتے تھے میرے محبوب نے اس کو چھوا ہے اسے آگ نہیں جلاسکتی۔

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا تیرے سجدے سے سیما نور کا

حل لغات

ماتھا، پیشانی۔ سیما، چاندی جیسی۔

شرح

اے حبیب خدا ﷺ نور آپ کے روبرو زمین پر سجدہ کے لئے پیشانی جھکاتا ہے آپ کو سجدہ کرنے کی وجہ سے نور نے چاندی جیسی نورانیت پائی۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

شرح

اے حبیب کبریا ﷺ آپ نورِ خدا کے سایہ ہیں آپ کے جسم کا ہر حصہ ایک نورانی ہے آپ نوری سایہ ہیں اور سایہ کا سایہ نہیں ہوتا۔

اس شعر میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے حضور ﷺ سے نفی سایہ کے متعدد دلائل دیئے ہیں۔

(۱) حضور اکرم ﷺ ظل الٰہی ہیں یعنی مظہر اتم ذات وصفات حق تعالیٰ ہیں تو جب اصل سایہ سے منزہ ومقدس ہے تو اس کا مظہر بھی سایہ سے پاک ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اصل سے اس کے عکس کی مخالفت ممکن نہیں۔

(۲) حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر کا ہر عضو نور ہی نور ہے اس کی تفصیل آگے چل کر عرض کرتا ہوں۔

(۳) جب آپ ﷺ ظل الٰہی ہیں اور تمام عقلاء کا اتفاق ہے کہ سایہ کا سایہ نہیں ہوتا۔

(۴) اس پر بھی تمام عقلاء کا اتفاق ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

حضور کا سایہ نہ تھا

اس اختلافی مسئلہ پر بے شمار رسائل تصنیف ہو چکے ہیں فقیر بھی اس شرح حدائق میں متعدد مقامات پہ تفصیل سے لکھ چکا ہے لیکن موضوع کی مناسبت سے یہاں بھی چند معروضات عرض کرتا ہوں۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ اس لئے نہیں رکھا کہ کوئی دشمن آپ کے سایہ کی بھی توہین نہ کرسکے آپ کے سایہ پر بہ نیت توہین پاؤں نہ رکھے۔

درسِ ادب

گویا رسول اللہ ﷺ کے سایہ نہ ہونے میں درسِ ادب ہے اس کے متعلق محدثین کرام نے کئی وجوہ لکھے ہیں ایک ان میں یہ بھی ہے کہ "سایہ" شے کی نظیر اور مثل پر دلالت کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا مثل

نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

پھر سایہ کو نظیر ومثل مان لینے پر جب رسول اللہ کا سایہ زمین پر پڑتا تو لوگوں کے پاؤں سے روندا جاتا تو بھی بے ادبی تھی اللہ تعالیٰ کو گوارا نہ ہوا تو محبوب کا سایہ ہی نہ بنایا۔ (حضور اکرم ﷺ کی نظیر کے امتناع کے لئے حضرت امام فضل حق خیر آبادی کی

کتاب ''امتناع النظیر''اورفقیر کارسالہ ''الاکسیر فی امتناع النظیر ''کامطالعہ فرمایئے۔اُویسی غفرلہ)

حضرت امام احمدابن محمد خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندی میں روایت کیا اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے پھر ابن سبع کا حضور کے نور ہونے سے استدلال اورحدیث ''اجعلنی نوراً'' سے استشہاد ذکر کیا۔

حدیث

قال لم یکن له ﷺ ظل فی الشمس و قمر رواه الترمذی من ذکوان وقال ابن سبع کان ﷺ نوراً فکان اذا مشی فی الشمس اوالقمر لا یظهر ظل قال غیره ویشهدله قوله ﷺ فی دعائه واجعلنی نوراً

اسی طرح سیرتِ شامی میں ہے

وزاد عن الامام الحکیم قال معناه لئلاًیطاء علیه کانوا فیکون مذلة له

یعنی امام ترمذی نے فرمایا کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایہ اقدس پر پاؤں نہ رکھے۔

حکایت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لئے جاتے تھے کہ ایک یہودی حضرت کے گرد اپنے پاؤں سے عجب حرکات کرتا جاتا ہے اس سے دریافت فرمایا بولا بات یہ ہے کہ اور تو قابو ہم تم پر نہیں پاسکتے جہاں جہاں تمہارا سایہ پڑتا ہے اسے پاؤں سے روندتا جاتا ہوں ایسی خباثتوں اور شرارتوں سے حضرت حق عزوجالہ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کا سایہ گوارانہ فرمایا۔

انگریز کی حکایت

ایک انگریز نے اپنے کسی بزرگ کا فوٹو دیکھا کہ عوام کے پاؤں تلے روندا جارہا ہے فوراً پڑھا''لاالـــہ الا اللّٰـــہ محمد رسول اللّٰہ''اور کہا یہ ان کی تعلیم کی برکت ہے کہ ان کی تصویر نہیں تو ان کی توقیر محفوظ ہے۔

حضرت امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ

ولم یکن لہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولاقمر لانہ کان نوراً کما قال ابن سبع وقال رزین بغلبۃ انوارہ قیل حکمۃ ذلک صیانۃ عن ان یطا کافر علیے کلہ(رواہ الترمذی الحکیم عن ذکوان)ابی السمان الزیات المدنی وابی عمرو المدنی

مولیٰ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و کل منہما ثقۃ من التابعین فھو مرسل لکن روے ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لم یکن للنبی ﷺ ظل ولم یقم مع الشمس قط الاغلب ضوء ہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الاغلب ضوء ہ ضوء السراج وقال ابن سبع کان ﷺ نوراً فکان إذا مشی فی الشمس أو القمر لا یظھر لہ ظل وقال غیر ہ ویشھد لہ قولہ ﷺ فی دعائہ کما سئل اللہ تعالیٰ ان یجعل فی جمیع اعضائہ وجھاتہ نورا ختم بقولہ واجعلنی نورا) والنور لاظل لہ وبہ یتم الاستشھاد.

اس نے وہم کا ازالہ صدیوں پہلے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا راوی ذکوان تابعی ہے اور ذکوان دو ہیں اور دونوں روایت میں ثقہ ہیں۔ اصولِ حدیث کا قاعدہ ہے کہ تابعی ثقہ کی ہر روایت قابل قبول ہے۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اس حدیث نفی سایہ حدیث نور سے مؤید ہے اور یہ بھی اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ کوئی ضعیف روایت صحیح روایت سے مؤید ہوجائے تو وہ بھی معناً صحیح ہوجاتی ہے۔

حضرت عثمان کا عقیدہ

حضرت امام نسفی مدارک شریف میں ”لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِھِمْ خَیْرًا“ فرماتے ہیں کہ

قال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ ماوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علیٰ ذلک الظل

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔

نفی سایہ کی دوسری دلیل

حضرت ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

لم یسادوک فی علاک وقد حال ھنامنک دولنھم وساوانبیاء علیھم الصلوٰۃ و السلام

فضائل میں حضور اکرم ﷺ برابر نہ ہوئے حضور اکرم ﷺ کی چمک اور رفعت حضور ﷺ تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی کی شرح میں فرمایا

هو مقتبس من تسمية تعالیٰ لنبینه نورا فی نحوقد جاء کم من الله نور و کتاب مبین و کان صلی الله علیه وسلم بکثر الدعاء بان الله یجعل کلا من حواسهٖ واعضائه وبدنه نورا اظهار الوقوع ذلک وتفضل الله تعالیٰ علیه به لذلک ومما یویدا نه ﷺ صارا نورا کان اذ ا مشی فی الشمس و القمر لا یظهر له ظل لانه لا یظهر لا للکثیف و هو الله تعالیٰ علیه وسلم قد خلصه الله تعالیٰ من سائر الکثافات الجسمانیة وصیره نوراً صرفاً لا یظهر له

یعنی یہ معنی اس لئے لے گئے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کا نام نور رکھا مثلاً اس آیت میں کہ بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور تشریف لائے اور روشن کتاب اور حضور اکرم ﷺ بکثرت یہ دعا فرماتے کہ الٰہی میرے تمام حواس واعضاء سارے بدن کو نور کردے اور اس دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ تھا کہ اس کا حصول مانگتے تھے بلکہ یہ دعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لئے تھی کہ واقع میں حضور اکرم ﷺ کا تمام جسم پاک نور ہے اور یہ فضل اللہ عزوجل نے حضور اکرم ﷺ پر کردیا جیسا ہمیں حکم ہوا کہ سورۂ بقرہ شریف کے آخر کی دعا عرض کریں وہ بھی اسی اظہارِ وقوع وحصولِ فضل الٰہی کے لئے اور حضور اکرم ﷺ کے محض ہوجانے کی تائید اس سے ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں حضور اکرم ﷺ کا سایہ پیدا نہ ہوتا اس لئے کہ سایہ تو کثیف کا ہوتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کرکے نرا نور کردیا لہٰذا حضور اکرم ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا۔ علامہ سلیمان جمل فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں

لم یکن له ﷺ یظهر فی شمس ولاقمر

نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا اور نہ چاندنی میں۔

فاضل محمد بن فہمیہ کی اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ واهل بیة الطاهر یک خاصہ یہ ہے کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا۔

مجمع البحار میں برفرش یعنی زبدہ شرح شفاء شریف میں ہے

من اسمائه ﷺ النور قیل من خصائصه ﷺ انه اذا مشی فی الشمس والقمر لا یظهر له

حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک بھی نور ہے حضور کے خصائص سے شمار کیا گیا ہے کہ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ پیدا نہ ہوتا۔

جناب شیخ مجدد جلد سوم مکتوبات صدم میں فرماتے ہیں

اور ﷺ سایہ نبود در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تراست چون لطیف ترے ازوے ﷺ درعالم نباشد اوراسایہ چہ صورت دارد

نیز اسی کے آخر مکتوب ۱۲۲ میں فرماتے ہیں

واجب را تعالیٰ چراظل بود کہ ظل موھم تولید مثل است وبنی از شائبہ عدم کمال لطاقت اصل ہر گاہ محمد رسول اللہ ﷺ را از لطاقت ظل نہ بود خدائے محمد راچگو نہ ظل باشد

سایہ اس کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علمائے حدیث نے "جعلنی نورًا" سے استشہاد اور علمائے لاحقین نے اسے اپنے کلمات میں بنظر احتجاج یاد کیا۔ ہمارے مدعا پر دلالت واضح یہ ہے کہ دلیل شکل اول بدیہی الانتاج دو مقدموں سے مرکب صغرا ے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نور ہیں اور کبراے یہ کہ نور کے لئے سایہ نہیں جو شخص ان مقدموں کو تسلیم کریگا تو نتیجہ یعنی رسول اللہ ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا آپ ہی پائے گا اور دونوں مقدموں سے کوئی بھی مقدمہ ایسا نہیں جس میں مسلمان ذی عقل کو کوئی گنجائش گفتگو ہو کبرائے تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدہ بصر وشہادتِ بصیرت سے ثابت کہ سایہ تو اس جسم کا پڑے گا جو کثیف ہو اور انوار کو اپنے ماوراء سے نور کا سایہ پڑے تو تنویر کون کرے مثلاً دیکھو آفتاب کے لئے سایہ نہیں اور صغریٰ میں یعنی حضور اکرم ﷺ کا نور ہونا تو مسلمان کا تو ایمان ہے بیان حجت نہیں مگر بتکمت معاندین کے لئے اس قدر اشارہ ضروری ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۴۵)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

یہاں سراج سے مراد چراغ ہے یا ماہ یا مہر ہ سب صورتوں میں ممکن ہیں اور خود قرآن عظیم میں آفتاب کو سراج فرمایا

وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (پارہ ۲۹، سورۃ نوح، آیت ۱۶)

اور ان میں چاند کو روشنی کیا اور سورج کو چراغ

اور فرماتا ہے

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۱۵)

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب

علماء فرماتے ہیں یہاں نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ۔اس طرح آیۃ کریمہ

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۝ (پارہ ۲۷،سورۃ النجم،آیت ۱)

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے

میں امام جعفر صادق اور آیت کریمہ

وَ مَآ اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ (پارہ ۳۰،سورۃ الطارق،آیت ۲،۳)

اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے خوب چمکتا تارا۔

میں بعض مفسرین نجم اور نجم ثاقب سے ذاتِ پاک سید لولاک ﷺ مراد لیتے ہیں۔

بخاری و مسلم وغیرہما کی احادیث میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اکرم ﷺ سے ایک دعا منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا وفی سمعی نورا وفی عصبی نورا وفی لحمی نورا وفی دمی نورا وفی شعری نورا وفی بشری نورا وعن یمینی نورا وعن شمالی نور ا وامامی نورا وخلفی نورا وفوقی نورا وتحتی نورا واجعلنی نوراً

کہ اے اللہ میرے دل اور میری جان اور میری آنکھ اور میرے کان اور میرے گوشت پوشت وخون واستخوان اور میرے زیر و بالا و پس و پیش و چپ و راست اور ہر عضو میں نور اور مجھے خود نور دے۔

جب وہ یہ دعا فرماتے ہیں ان کے سننے والے نے انہیں ضیائے تابندہ اور درخشندہ و نور الٰہی کہا پھر اس جناب کے نور ہونے میں مسلمان کو کیا شبہ رہا۔

حدیث ابن عباس میں ہے کہ ان کا نور چراغ و خورشید پر غالب آتا۔اب خدا جانے غالب آنے سے یہ مراد ہے کہ ان کی روشنیاں حضور کے سامنے پھیکی پڑ جاتیں جیسے چراغ پیش مہتاب یا یکسر ناپید و کالعدم ہو جاتیں جیسے ستارے حضور آفتاب۔

ابن عباس کی حدیث میں ہے

اذا تکلم رای کالنور یخرج من بین ثنایاہ

جب حضور کلام فرماتے تو دندانِ مبارک سے نور چھنتا نظر آتا۔

ہند وصاف کی حدیث میں وارد ہے

یتلا لاء وجهه تلالو القمر ليلة البدر انني العرنين له نور يعلوه يحسبه من لم يتلط اشم انور المتجود

یعنی حضور کا چہرہ چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا بلند بینی تھا اور اس پر نور کا بقعہ متجلی رہتا کہ آدم خیال نہ کرے تو ناک اس روشن نور کے سبب بہت اونچی معلوم ہو۔ کپڑوں سے باہر جو بدن تھا یعنی جو بدن تھا یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ نہایت روشن وتابندہ تھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ کل عضو من جسمه الانوار الاعطر وبارک وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

كان الشمس تجرى فی وجهه — گویا آفتاب ان کے چہرہ میں رواں تھا

اور فرماتے ہیں

اذا ضحک یتلالاء الجدر — جب حضور تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں

لورایته لقلت الشمس طالعة — اگر تو انہیں دیکھتا تو ضرور کہتا کہ آفتاب طلوع کر رہا ہے

ابوفرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں

راینا كان النور تخرج من فمه — ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دہانِ پاک سے

احادیث کثیرہ مشہورہ میں وارد جب حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے ان کی روشنی سے بصرہ اور روم وشام کے محل روشن ہو گئے۔ چند روایات میں ہے

اضاء به ما بين المشرق و المغرب — شرق سے غرب تک منور ہو گیا

بعض میں ہے

امتلات الدنيا كلها نورا — تمام دنیا نور سے بھر گئی

حضرت آمنہ حضور کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں

رایت نوراساطعاً من راسهٖ قد بلغ السماء

میں نے ان کے سر سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا

ابن عساکر نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ میں (کپڑا) سیتی تھی سوئی گر

پڑی تلاش کی نہ ملی اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے حضور کے نورِ رُخ مبارک کی شعاع سے سوئی ظاہر ہوگئی (یعنی مل گئی)

علامہ فاسی مطالع المسرات علامہ ابن سبع سے نقل کرتے ہیں

كان النبي ﷺ يضي البيت المظلم من نوره

نبی کریم ﷺ کے نورِ مبارک سے خانہ تاریک روشن ہوجاتا۔

اب نہیں معلوم کہ حضور اکرم ﷺ کے لئے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ کے نور ہونے کا انکار کرے گا یا انوار کے لئے سایہ مانے گا یا مختصر طور پر کہیے کہ یہ تو بالیقین معلوم کہ سایہ جسم کثیف کا پڑتا ہے نہ جسم لطیف کا۔ اب مخالف سے پوچھنا چاہیے تیرا ایمان گواہی دیتا ہے رسول اللہ ﷺ کا جسم اقدس لطیف نہ تھا عیاذ اًباللہ کثیف تھا اور جو اس سے تحاشی کرے تو پھر عدم سایہ کا کیوں انکار کرتا ہے۔ بالجملہ جب کہ حدیثیں اور اتنے اکابر آئمہ کی تصریحات موجود کہ اگر مخالف اپنے کسی دعویٰ میں ان میں سے ایک کا قول پائے کس خوشی سے معرض استدلال میں لائے۔ جاہلانہ انکار مکابرہ کج بحثی ہے زبان ہر ایک کی اُس کے اختیار میں خواہ دن کو رات کہہ دے اور شمس کو ظلمات۔ آخر مخالف جو سایہ ثابت کرتا ہے اس کے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منہ سے کہہ دینا جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں مخالف کے پاس بھی کوئی حدیث ہو تو پیش کرے۔

اگر چہ مضمون طویل ہوتا جارہا ہے لیکن عشاق کے لئے موجب مسرت اور مخالفین کے لئے موجب مذلت ہے اسی لئے کوئی حرج نہیں۔ فقیر آخر میں سایہ رسول ﷺ کی نفی ماننے والوں کی ایک طویل فہرست پیش کرتا ہے تاکہ قارئین یقین کریں کہ ایسے حضرات گمراہ نہیں ہوسکتے بلکہ اس طرف ہیں جس طرف یہ حضرات ہیں۔

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ — صحابی

(۲) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما — صحابی

(۳) ذکوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۱ھ — تابعی ثقہ

(۴) عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۸۱ھ — تابعی ثقہ

(۵) محدث حکیم ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۵۵ھ — تابعی ثقہ

(۶) حافظ رزین محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۵۲۰ھ

(۷) محدث امام ابن سبع متوفی

(۸) امام المحدثین قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۵۴۴ھ

(۹) محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۵۸۷ھ

(۱۰) امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۵۰ھ

(۱۱) امام البرکات نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۷۰۱ھ

(۱۲) امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارح بخاری متوفی ۹۲۱ھ

(۱۳) علامہ سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۷۴۶ھ

(۱۴) خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۷۵۸ھ

(۱۵) علامہ حسین بن دیار بکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۶) علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۲۲ھ

(۱۷) امام مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۸۹۱ھ

(۱۸) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۹۱۱ھ

(۱۹) صاحب سیرۃ شامی

(۲۰) علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۶۹ھ

(۲۱) علامہ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۲۷۶ھ المواہب علی الشمائل للبیجوری

(۲۲) علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ

(۲۳) علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۹۶ھ

(۲۴) عارف باللہ السید عبدالرحمٰن العیدروس متوفی ۱۱۹۲ھ

(۲۵) محمد بن احمد متولی مصری شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۲۶) الامام المقری شریف الدین اسمعیل بن المقری الیمنی الشافی متوفی ۸۳۹ھ

(۲۷) العلامۃ ابن اقبرص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۲۸) قاضی القضاۃ محمد بن ابراہیم القتائی المالکی المصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۲۹) شیخ علی بن ورہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۰۷ھ

(۳۰) امام نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۳۱) علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۹۷۳ھ

(۳۲) علامہ برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۳۳) علامہ عارف جلال الدین رومی یعنی مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۶۷۳ھ

(۳۴) علامہ شیخ محمد طاہر صاحب مجمع بحار الانوار متوفی ۹۸۶ھ

(۳۵) شیخ المحدثین حضرت شاہ عبد الحق محقق محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۵۲ھ

(۳۶) شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۹۲۸ھ

(۳۷) علامہ سید مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۲۰۵ھ

(۳۸) امام ربانی شیخ احمد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۳۹) علامہ بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۲۲۵ھ

(۴۰) عارف مولانا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ حنفی متوفی ۸۹۸ھ

(۴۱) علامہ امام عارف اسمٰعیل حقی حنفی صاحب تفسیر روح البیان متوفی ۱۱۱۷ھ

(۴۲) علامہ ربانی علامہ یوسف نبہانی قاضی القضاۃ بیروت متوفی ۱۳۵۰ھ

(۴۳) مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی صاحب علم الصیغہ

(۴۴) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۲۳۹ھ

(۴۵) عارف باللہ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۵۹۲ھ

(۴۶) عارف شیخ احمد صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب تفسیر متوفی ۱۲۴۱ھ

(۴۷) مولانا نور بخش صاحب توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ

(۴۸) امام ربانی امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۹۷۲ھ

(۴۹) قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۲۲۵ھ

(۵۰) اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ

(۵۱) مولانا غلام بھیروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "اسلام کی کتاب"

(۵۲) مولوی عوض علی محشی تحفۃ الاھرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۵۳) حضرت مولانا محمد یار مرحوم فریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۵۴) خواجہ گل محمد صاحب احمد پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۵۵) مولوی عبدالحیٔ لکھنوی

(۵۶) مولوی محمد گھلوی صاحب مرحوم

مخالفین اہل سنت کے اکابر

(۱) مولوی رشید احمد گنگوہی

(۲) مولوی اشرف علی تھانوی

(۳) مولوی نذیر احمد عرشی

(۴) مولوی عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند

(۵) مولوی مہدی حسن مفتی دیوبند

(۶) مولوی جمیل الرحمٰن نائب مفتی دیوبند

ملاحظہ ہو ماہنامہ تجلی دیوبندی فرورج مارچ ۱۹۵۹ء صفحہ ۱۱، ماہنامہ دار العلوم دیوبند اگست ۱۹۵۸ء صفحہ ۱۵

کیا بنا نامِ خدا اسرا کا دولہا نور کا
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

حل لغات

اسراء سیر کرانا، یہاں شب اسراء کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو شب معراج دولہا بنایا گیا۔ سہراء، پھولوں کی لڑیاں جو شادی وغیرہ میں دولہا وغیرہ کے سر پر باندھتے ہیں تاکہ کسی کی نظر بد نہ لگے۔ بر، **بغل**۔ شانہ، شاہی۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے شب معراج نورانی دولہا کیا خوب سجا بنا سنورا ہے کہ سر مبارک پر نورانی سہرا جسم منور پر نورانی شاہانہ زیب تن فرمایا ہے۔

بزمِ وحدت میں مزا ہوگا دوبالا نور کا
ملنے شمع طور سے جاتا ہے اک نور کا

حل لغات

بزم،مجلس،محفل۔وحدت،یکتائی،ایک ہونا،اس سے شب معراج لامکاں میں تشریف لے جاکر مقام ''دنی فتدلیٰ'' سے سرفرازی مراد ہے۔مزا،لذت۔دوبالا،دوگنا۔اک،چراغ۔

شرح

بزمِ وحدت کی نورانی محفل میں لطف اس وقت دو چند ہوا ہوگا جب نورِ مصطفوی نورِ الٰہی سے ملاق ہوا ہوگا اس ملاقات کا عالم کیا ہوگا وہ پر لطف نورانی منظر کیسا ہوگا۔

ملاقا ت میں محبوب و محب

اس ملاقات کو حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے مختلف انداز میں حدائق بخشش میں بیان فرمایا ہے مثلاً فرمایا

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا　　　لمعہ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا

ایک اور جگہ فرماتے ہیں

اُٹھے جو قصر دنی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے ارے تھے
سراغ این ومتٰی کہاں تھا نشان کیف والٰی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ہ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ہ (پارہ ۲۷،سورۃ النجم،آیت ۸،۹)

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

اس آیت کی تشریح اور دنی فتدلیٰ کی تحقیق فقیر نے شرح حدائق کے مجلدات میں مختلف مقامات پر لکھی ہے بالخصوص شرح قصیدہ معراجیہ شرح حدائق جلد ۱۰ میں مکمل تفصیل پڑھیے۔

ایک ملاقات کا منظر

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

فوضع کفه بین کتفی وجدت بردها بین ثدیی فعلمت ما فی السموت والارض (الدارمی، مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت والی ہتھیلی میرے دو کندھوں کے درمیان رکھی جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی تو جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے میں نے جان لیا۔

سوال

یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حدیث حجت نہیں ہے۔

جواب

یہ بعض کا مذہب ہے ورنہ محدثین اور حنفیہ کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے متعلق امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ

واخرجه عبدالرزاق واحمد وعبدبن حمید والترمذی وحسنه ومحمد بن نصر فی کتاب الصلوٰۃ (درمنثور جلد ۵ صفحہ ۳۱۹)

اسی حدیث کی تخریج عبدالرزاق واحمد وعبد بن حمید وترمذی نے کی ہے اور اسے حسن کہا اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں روایت کیا۔

اور عن ابن عباس ومعاذ ابن جبل سے مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۷۰ باب المساجد میں مروی ہے کل شئی حضور کے لئے روشن ہے اور ہر چیز کو حضور اکرم ﷺ پہچانتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

وضع کفه بین کتفی حتی وجدت بردانامله بین ثدی فتجلی لی کل شئی وعرفت (الحدیث رواہ احمد والترمذی)

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت والی ہتھیلی میرے دو کندھوں کے درمیان رکھی یہاں تک کہ میں نے اس کے قریب قدرت کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی تو میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے (ہر چیز کو) پہچان لیا۔

امام ترمذی اور بخاری نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۷۲ باب المساجد)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے کا علم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضوراکرم ﷺ نے فرمایا

فوضع یدہ بین ثدی وبین کتفی فوجدت بردھا فعلمنی کل شیئٍ (اخرجہ الطبرانی فی السنۃ والشیرازی فی الالقاب وابن مردویہ، درمنثور جلد ۵ صفحہ ۳۲۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے قدرت والا ہاتھ میرے سینہ اور میرے دوکندھوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک سینہ میں پائی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر چیز کا علم دے دیا۔

زمین و آسمان کی ہر چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روشن ہوچکی

یہی مضمون حضرت ثوبان سے مرفوعاً مروی ہے جس میں یہ لفظ ہیں

فتجلی بین السماء والارض. (اخرجہ ابن نصر والطبرانی فی السنۃ، درمنثور جلد ۵ صفحہ ۳۲۱)

جو کچھ آسمان وزمین میں ہے میرے لئے روشن ہوگیا۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان اور مایکون کا علم ہے

حضوراکرم ﷺ نے فرمایا

لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرت علمت ماکان ومایکون. (تفسیر روح البیان)

شب معراج میرے حلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا تو میں نے جان لیا جو کچھ ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور جو ہوگا۔

نیز حضوراکرم ﷺ نے فرمایا علمت ماکان ومایکون. (تفسیر روح البیان جلد ۵ صفحہ ۶۲۵، ۶۲۶)

وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

حل لغات

وصف، خوبی، تعریف۔ رُخ، چہرہ۔ حوریں، وہ حسین وجمیل عورتیں جو جنت میں اہل جنت کی بیویاں ہوں گی۔

ترانہ، گیت، نغمہ۔ بینوں، بین کی جمع ایک قسم کا باجا جو منہ سے بجایا جاتا ہے۔ لہرا، طبیعت میں جوش پیدا کرنے والا سُر، سرنگیوں کی ملی جلی آواز۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ اقدس کی حورانِ جناں خوبیوں کا گیت گاتی ہیں اور قدرتی بینوں (آوازالست) میں نغمہ سریلے دل کش عجیب انداز سے بجتا رہا۔

حضور اکرم ﷺ کے رُخِ زیبا کے متعلق شرح حدائق بخشش کے مجلدات میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیہ نور کا

غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا

حل لغات

کن، وہ حکم خداوندی کہ جب کسی شے کی ایجاد کے لئے فرمایا ہوجاتو وہ فوراً ہوجائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَه کُنْ فَیَکُوْنُ o (پارہ ۲۳، سورۂ یٰسین، آیت ۸۲)

جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہوجا وہ فوراً ہوجاتی ہے۔

اس کی بہترین تحقیق فقیر کے رسالہ ''کن کی کنجی'' کا مطالعہ فرمایئے۔

طرفہ، نادر، نیا، انوکھا، عمدہ۔ آیۃ، آیت۔ غیر قائل، تسلیم نہ کرنے والا، مخالف۔

شرح

کلامِ ربانی میں آیت نور عجیب انداز سے نازل ہوئی کہ غیر قائل (آپ کو نوری نہ ماننے والے) نور کے معنی ہی نہ سمجھ پایا حضور اکرم ﷺ کے نور ہونے کا منکر ہوگیا حالانکہ ارشادِ خداوندی ہے

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ o (پارہ ٦، سورۂ المائدہ، آیت ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب

کسی کتاب کو پڑھنے کے لئے آنکھ کی روشنی اور ایک دوسری روشنی سورج چراغ وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے مگر قرآن کو سمجھنے کے لئے نورِ مصطفی ﷺ کی ضرورت ہے حضور کے سمجھائے بغیر قرآن نہیں سمجھا جاسکتا

اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ . (پارہ ۲، سورۂ البقرہ، آیت ۱۸۷)

سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھٹ کر)

والا واقعہ اس کا شاہدہ صحابہ کو سمجھنے میں دشواری ہوئی جو عقل کا اندھا کہتا ہے جسم نور نہیں ہوسکتا ہم پوچھتے ہیں آنکھ کی

پتلی جسم ہے یا نہیں تو جواب ہوگا جسم ہے تو بتائیں اس میں نور کہاں سے آ گیا یہ اس قادرِ مطلق کی قدرت ہے کہ اس نے پتلی کو نور بنا دیا جو پتلی کو نور بنا سکتا ہے وہ پورے جسم کو بھی نور بنا سکتا ہے آنکھ، نمک اور پانی کا مرکب ہے حالانکہ نمک پانی میں قائم نہیں رہتا مگر وہ قادرِ مطلق جس کو جہاں چاہے قائم کر دے یا جسم کو نور کر دے۔

اگر کوئی اس کی قدرت کا منکر ہے تو کافر ہے اگر اقرار کرتا ہے تو ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسم مصطفیٰ ﷺ کو مکمل نور بنایا اسی لئے آپ کے جسم پاک کا سایہ نہ تھا اور آپ فرماتے ہیں جیسے میں آگے سے دیکھتا ہوں ویسے ہی پیچھے سے دیکھتا ہوں اپنے رکوع سجدہ اچھی طرح ادا کیا کرو۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے   دیدہ کور کو آئے نظر کیا دیکھے

آیۃ نور

اس سے مذکورہ بالا آیت مراد ہے اس آیۃ کے متعلق بہت کچھ بیان کیا جا چکا ہے مختصراً یہاں بھی عرض کر دوں۔

یاد رہے کہ اس آیت نور میں سے حضور اکرم ﷺ مراد ہیں اس پر اہل سنت اور مخالفین کے اکابر کا اتفاق ہے۔

تصریحات ملاحظہ ہوں

تفسیر کبیر

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

ان المراد بالنور محمد ﷺ. (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۹۵ مطبوعہ مصر)

بیشک نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

تفسیر خازن

امام علاؤ الدین علی بن محمد الخازن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قد جاء کم من اللہ نور یعنی محمداً صلی ﷺ انما سماہ اللہ نوراً لانہ یھتدی بہ کمایھتدی باالنور فی الظلام. (تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۴۴۷ مطبوعہ مصر)

بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کا اسم مبارک نور اس لئے رکھا کیونکہ جس طرح نور سے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے اسی طرح آپ کی ذات بابرکات کی نورانیت سے راہ ہدایت ملتی ہے۔

تفسیر بیضاوی

امام عبدالرحمٰن بیضاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قدجاء کم من اللہ نور یرید بالنور محمداً ﷺ. (تفسیر بیضاوی صفحہ ۹۲)

نور سے مراد سرکارِ دو عالم ﷺ ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل

تفسیر معالم التنزیل میں امام ابومحمد الحسین الفراء البغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قد جاء کم من اللہ نور یعنی محمداً ﷺ. (تفسیر معالم التنزیل جلد۲ صفحہ ۲۳ برحاشیہ تفسیر خازن)

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ

تفسیر ابن عباس

سید المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

قد جاء کم من اللہ نور رسول یعنی محمداً. (تفسیر ابن عباس صفحہ ۷۲ مطبوعہ مصر)

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی رسول اللہ ﷺ۔

تفسیر مدارک

امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قد جاء کم من اللہ نور والنور محمد علیہ السلام لانہ یھتدی بہ کما سمی سراجاً (تفسیر مدارک جلد۱ صفحہ ۲۰۱)

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور نور محمد ﷺ ہیں کیونکہ ان کی نورانیت کی وجہ سے ہدایت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اسم شریف سراجاً رکھا ہے۔

تفسیر سراج المنیر

امام محمد شربینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قد جاء کم من اللہ نور ھو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام. (تفسیر سراج المنیر صفحہ ۳۶۰ مطبوعہ نولکشور)

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور وہ نور محمد ﷺ ہیں۔

تفسیر ابو السعود

تفسیر ابوالسعود میں امام ابوالسعود علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قدجاء کم من الله نور وکتاب مبین قیل المراد بالاول هو الرسول علیه الصلوٰة والسلام وبالثانی القرآن. (تفسیر ابوالسعود صفحہ ٦٣ جلد ٤ برحاشیہ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر)

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوراور روشن کتاب۔ مفسرین کرام علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اول نور سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تفسیر شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لقدجاء کم رسول من انفسکم لیکون بینکم وبینه جنسیة نفسانیة لها تقع الا ئفة بینکم وبینه فتخالطومنه بتلک الجنسیة وتختلطون به فتتاثر من نورا نیهتا المستفادة من نور قلبه انفس فتتلوو بما ونسلخ عنها ظلمة الجبلة والعادة.

یعنی اے مومنوں تمہارے پاس بہت عظیم المرتبہ رسول تشریف لا چکے ہیں جوتم میں سے ہیں تاکہ تمہارے اور آپ ﷺ کے درمیان (انسانی رشتہ) نفسانی جنسیہ ہو جس سے تمہارے اور آپ کے درمیان انس والفت بڑھے گی جبھی تو تم آپ ﷺ سے مل سکوں گے اور تم آپ کے توسط باہم گھل مل کر رہیں گے قلب انور سے ناشی ومستفاد ہے تمہاری جانیں متاثر ہوں گی اس سے ان میں صفاءِ جلا پیدا ہوں گی اور منور ہوں گی اور ان سے جبلی ،فطری اور عادی تاریکی ہمیشہ کے لئے دور رہے گی۔

تفسیر جلالین

تفسیر جلالین میں علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

قدجاء کم من الله نور هو النبی ﷺ . (تفسیر جلالین صفحہ ٩٧)

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوروہ نور نبی پاک احمد مجتبیٰ ﷺ

تفسیر ابن جرید

قد جاء کم من الله نور یعنی بالنورمحمداً ﷺ الذی اناوالله به الحق واظهربه الاسلام الحق به الشرک فهو نورلمن استنار به یبین الحق(تفسیر ابن جریدجلد ٤ صفحہ ٩٢ مطبوعہ مصر)

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی نور سے مراد محمد ﷺ ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن فرمایا اور جن کے طفیل اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور آپ کی جلوہ نمائی سے ہی اسلام غالب ہوا آپ کے صدقہ سے شرک کو ہٹایا گیا تو آپ نور ہیں جن کے ساتھ روشنی ہوئی اور حق ظاہر ہوا۔

تفسیر روح المعانی

تفسیر روح المعانی میں امام محمود آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

قدجاء کم من اللہ نورای عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار ﷺ. (تفسیر روح المعانی جلد ۱صفحہ ۹۷)

بیشک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور جو کہ عظیم نور ہے اور وہ نور الانوار نبی مختار محمد مصطفی ﷺ کی ذات والا صفات ہے۔

تفسیر صاوی

امام احمد الصاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قد جاء کم من اللہ نور وھو النبی ﷺ وسمی نور الانہ ینور البصائر ویھدیھا للرشاد ولانہ اصل کل نور حسی ومعنوی. (صاوی جلد ۱صفحہ ۲۷۵)

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف نور اور نورِ نبی اکرم ﷺ ہی ہیں آپ کا اسم شریف نور اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ دلوں کو نورِ بصیرت بخشتے ہیں اور ان کو ارشاد فرما کر ہدایت دیتے ہیں کیونکہ آپ ہر حسی اور معنوی نور کی اصل اور بنیاد ہیں۔

تفسیر روح البیان

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین قیل المراد بالاول ھوا لرسول ﷺ وبالثانی القرآن.(تفسیر روح البیان جلد ۲صفحہ ۳۶۹)

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اول نور سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور دوسرا کتاب سے مراد قرآنِ پاک ہے۔

نیز فرماتے ہیں

سمی الرسول نوراً لان اول شیئ اظھرہ الحق بنور قدرتہ من ظلمۃ العدم کان نور محمد ﷺ کماقال اول ما خلق اللہ نوری. (تفسیر روح البیان جلد۲صفحہ۳۷۰)

رسول پاک ﷺ کا نام نور اس لئے رکھا گیا کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نور سے سب سے اول ظاہر فرمایا اور وہ نور محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔

تفسیر حسینی

تفسیر حسینی میں علامہ معین الدین واعظ کاشفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب ومبین گفتہ اند نور حضرت رسالت پناہ ﷺ است و کتاب مبین قرآن است

مفسرین کرام علیہم الرحمہ فرماتے ہیں کہ نور حضرت رسالت پناہ ﷺ ہیں اور کتاب مبین قرآنِ پاک ہے۔ (تفسیر حسینی فارسی صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ نولکشور)

تفسیر مظھری

علامہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

قد جاء کم من اللہ نور یعنی محمداً ﷺ اولاسلام. (تفسیر مظہری جلد۳ صفحہ ۶۷ مطبوعہ دہلی)

تفسیر القاسمی

تفسیر القاسمی میں محمد جمال الدین القاسمی الشامی "قد جاء کم من اللہ نور" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے لکھتے ہیں کہ

اوالنور محمد ﷺ لانہ یھتدی بہ کماعمی سر (تفسیر قاسمی المسمی محاسن التاویل جلد۶ صفحہ ۱۹۲۱ مطبوعہ مصر)

شفاء شریف

شفاءشریف میں حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

وقد سماہ اللہ تعالیٰ فی القرآن نورا وسراجامنیرا فقال تعالیٰ "قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

(شفاء شریف صفحہ ۱۱ جلد ۱ مطبوعہ مصر)

بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں آپ کا اسم گرامی نور اور سراجاً منیر رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔

موضوعات کبیر

موضوعاتِ کبیر میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

سماه نوراً في كتابه. (موضوعات صفحہ ۸۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ پاک میں نبی پاک ﷺ کا اسم شریف نور رکھا ہے۔

ناظرین! "قد جاء كم من الله نور" کی تفسیر ان کتابوں اور تفسیروں سے درج کی گئی ہے جو ہر مکتب فکر کے نزدیک مسلمہ مفسرین اور اکابرین ہیں۔ اب ان حضرات کی تفسیر پیش کی جاتی ہے جو صرف اور صرف ایک خاص فرقہ یا گروہ کے ہی اکابرین ہیں۔

دیوبندی وھابی اکابرین کی تفاسیر

تفسیر ثنائی

سردار الوہابیہ مولوی ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ

قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين. (تفسیر ثنائی، سورۃ المائدہ، صفحہ ۱ مطبوعہ امرتسر)

تمہارے پاس اللہ کا نور محمد ﷺ اور روشن کتاب قرآن شریف آئی۔

تفسیر محمدی

مفسر الوہابیہ حافظ محمد صاحب لکھوکے والے کہتے ہیں کہ نور سے مراد محمد یا اسلام ہو دین ربانی۔ (تفسیر محمدی صفحہ ۱۲ منزل دوم)

تبویب القرآن

غیر مقلدین وہابیہ کے مستند عالم مولوی وحید الزمان صاحب "قد جاء كم من اللّٰه نور و كتاب مبين" آیت کا ترجمہ لکھ کر لفظ نور سے مراد کے متعلق نشاندہی حاشیہ پر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ یعنی حضرت محمد اُ دین اسلام۔ (تبویب القرآن صفحہ ۱۴۱)

شرح اسماء الحسنی

شرح اسماء الحسنی میں وہابیہ کے مستند اور محقق مولوی قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ "قدجاء کم من اللہ نور و کتاب مبین" اس آیت میں وجود باجود نبی کریم ﷺ کو نور بتلایا گیا ہے۔ (شرح اسماء الحسنی صفحہ ۱۵)

اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس نے اپنے رسول کو نور بنا کر بھیجا شرح اسماء الحسنی صفحہ ۷۳ وہابیہ کے محقق قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ اسی مبارک نام سورۂ مائدہ میں نور بتلایا گیا ہے "قدجاء کم من اللہ نور و کتاب مبین" خازن و معالم میں نور کو نور نبی ﷺ ہی کی ذات بتایا ہے۔ حضور ہی روح امر اور بین نبوت میں نور ہیں اور حضور ﷺ کی تعلیم تنویر قلوب کے لئے نور ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد ۳ صفحہ ۲۱۱)

ترجمان القرآن

جو کہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی اُردو میں تفسیر ہے اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ زجاج نے کہا مراد نور سے حضرت ہیں یا اسلام یا قرآن۔ (تفسیر ترجمان القرآن جلد ا صفحہ ۸۵۷)

تفسیر فتح البیان

وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین کے مجتہد مفسر نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ

قدجاء کم من اللہ نور و کتاب مبین قال الزجاج النور محمد ﷺ

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب زجاج نے فرمایا ہے کہ نور سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (تفسیر فتح البیان، تفسیر فتح القدیر)

تفسیر عثمانی

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی "قدجاء کم من اللہ نور و کتاب مبین" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شاید نور سے خود نبی کریم ﷺ اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے۔ (تفسیر عثمانی بر حاشیہ قرآن پاک مطبوعہ تاج کمپنی)

مولوی اشرف علی تھانوی

مولوی اشرف علی تھانوی جو کہ طائفہ دیوبندیہ کے نہایت ہی مقتدر فرد، محدث اور مفسر ہیں بلکہ مجدد اور حکیم الامت کے القاب سے پکارے جاتے ہیں "قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ایک مختصر سی

آیت ہے اس میں حق تعالیٰ نے اپنی دونوں نعمتوں میں ایک تو حضور ﷺ کا وجود با جود ہے اور دوسری نعمت قرآن مجید کا نزول ہے ایک کو لفظ نور سے ذکر فرمایا ہے اور دوسرے کو کتاب کے عنوان سے ارشاد فرمایا ہے اور یہ تو جیہ اس آیت کی ایک تفسیر کی بقاء پر ہے یعنی جبکہ نور سے حضور اکرم ﷺ کا وجود موجود مراد لیا جاوے۔ (اشرف المواعظ صفحہ ۴۸)

مولوی اشرف علی تھانوی اپنے رسالہ النور کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین یھدی اللہ" ایک تفسیر یہ ہے کہ نور سے مراد حضور ہوں اور اس کی تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اوپر بھی "قد جاء کم رسولنا" فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ "جاء کم" کا فاعل ایک ہو۔ (رسالہ النور صفحہ ۳۱)

تھانوی مزید لکھتے ہیں کہ اب لیجئے کہ نور کی حقیقت ظاہر بہ نفسہٖ مظہر لغیر ہٖ تو حضور اکرم ﷺ کی شانِ مظہر کے بہت مناسب ہے کہ مراد نور سے آپ ہوں۔ (النور صفحہ ۳۱)

مولوی ادریس کاندھلوی

"قدجاء کم من اللہ نور و کتاب مبین" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا ہے مراد محمد رسول اللہ ﷺ اور ایک روشن کتاب آئی ہے اور زجاج سے منقول ہے کہ نور سے آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ دیکھو روح المعانی صفحہ ۸۰ جلد ۱، تفسیر قرطبی جلد ۶ صفحہ ۱۱۸ (تفسیر معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۵)

مولوی مشتاق احمد

مولوی مشتاق احمد اپنی کتاب التوسل جو کہ مولوی کفایت دہلوی، مولوی محمود الحسن اسیر مالٹا، مولوی شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع دیوبندی کی مصدقہ ہے میں لکھتے ہیں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "قدجاء کم من اللہ نور و کتاب مبین" بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین۔ اس جگہ حسب روایت شفاء قاضی عیاض نور سے مراد حضرت رسول اکرم ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور کہا تفسیر روح المعانی میں

قدجاء من اللہ نور وھو نور الانوار والنبی المختار ﷺ والیٰ ھذا ذھب قتاعۃ واخمار الزجاج

غرض نور اور سراج منیر کا اطلاق حضور کی ذاتِ پاک پر اسی وجہ سے ہے کہ حضور اکرم ﷺ نور مجسم اور روشن چراغ ہیں نور اور چراغ کے ذریعہ وسیلہ صراط مستقیم کے دیکھنے اور خوفناک طریق سے بچنے کا ہوتے ہیں پس حضور سراسر نور یقیناً تمام امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے واسطے اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے وسیلہ ہیں اور وسیلہ کہ حالت حیات میں بھی وسیلہ تھے اور بعد وفات بھی قیامت تک وسیلہ ہیں کیونکہ جو نام اللہ کریم نے اپنے کلام قدیم میں آپ کا تجویز فرمایا وہ تمام

زبانوں میں حضور اکرم کی ذاتِ پاک کے واسطے ثابت ہے بلکہ آپ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ کے جد امجد عبدالمطلب کو قریش مصیبت کے وقت ہی نور کے سبب حل المشکلات کا وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ (التوسل صفحہ ۲۲،۲۳)

سربستہ راز کا انکشاف

دیوبندی وہابی آیت مذکورہ میں نور سے قرآن اور کتاب سے بھی قرآن مراد لیتے ہیں اس سے وہ خود کو معتزلی ثابت کرر ہے ہیں ورنہ تمام اہل سنت مفسرین عظام علیہم الرحمہ نے "قد جاء کم من اللّٰہ نور" مراد حضور ﷺ کی ذات بابرکات لی ہیں جو کہ مندرجہ بالا حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہے۔ اب نور سے نبی پاک ﷺ کی ذات کو مراد نہ لینا عقیدہ معتزلہ ہے چنانچہ تفسیر روح المعانی میں حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

قال ابو علی الجبائی وعی بالنور القرآن لکشفہ و اظہارہ طرق الھدی و الیقین و اقتصر علیٰ ذالک الزمخشری

ابوعلی جبائی نے کہا ہے کہ نور سے مراد قرآن پاک ہے کیونکہ قرآن پاک کا کشف اور بیان ہدایت کے طریقوں کو ظاہر کرتا ہے اور زمخشری نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

علامہ آلوسی نے جو زمخشری کا عقیدہ بیان کیا ہے زمخشری صاحب تفسیر کشاف ہیں اور ان کا نام جار اللہ ہے اور زمخشری صاحب تفسیر کے نام سے مشہور ہیں اور وہ معتزلی ہیں اسی لئے زمخشری نے اپنی کنیت بھی ابوالمعتزلہ رکھی تھی جیسا کہ

وکان صاحب الکشاف یکنی نفسہ آبا المعتزلہ. (نبراس)

صاحب الکشاف نے اپنی کنیت ابوالمعتزلہ رکھی تھی۔

علامہ آلوسی نے ابوعلی الجبائی کا جو عقیدہ تحریر کیا ہے وہ ابوعلی الجبائی بھی معتزلہ تھا صاحب نبراس نے ابوعلی الجبائی کے متعلق لکھا ہے کہ

ابوعلی الجبائی ھو محمد بن عبدالوھاب من معتزلہ بصرۃ. (نبراس صفحہ ۲۹)

ابوعلی جبائی اُس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا بصرہ کے معتزلہ میں سے تھا۔

شاہ عبدالقادر دہلوی کی تفسیر موضح القرآن جو کہ وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک مستند ہے کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں

تفسیر موضح القرآن

''قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین'' تحقیق آئی اللہ کی طرف سے ایک روشنی کہ کفر کی تاریکی دور کرتی ہے اور اپنی کتاب ظاہر کرنے والی احکامِ شریعت کو روشن محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور کتاب قرآن ہے۔ (تفسیر موضح القرآن صفحہ ۱۰۲)

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں اپنے پیارے حبیب پاک صاحب لولاک محمد ﷺ کی نورانیت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ جس کا بیان اسی شرح قصیدہ نور میں ہم نے عرض کر دیا ہے ان کے علاوہ بھی اور بکثرت آیات میں حضور اکرم ﷺ کو نور کہا گیا ہے جن کو فقیر نے رسالہ ''نور من نور اللہ'' میں تفصیل سے عرض کر دیا ہے۔

غیر قائل نہ سمجھا معنی نور کا

غیر سے مراد نجدی وہابی دیوبندی اور ان کے تمام ہم نوا فرقے ہیں وہ جہاں بھی حضور اکرم ﷺ کے لفظ نور کا اطلاق ہوا ہے اس سے نورِ ہدایت مراد لیتے ہیں حضور ﷺ کے لئے جسمی نور مراد لینا گمراہی تصور کرتے ہیں۔ فقیر پہلے نور کا لغوی معنی عرض کرتا ہے

نور کا لغوی معنی

علامہ ابوالفضل جمال الدین ابن منظور اپنی شہرۂ آفاق کتاب لسان العرب میں النور کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ النور اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ اندھا اللہ تعالیٰ کے نور سے ہی روشنی پاتا ہے اور گمراہ اس کی ہدایت سے راہ راست پر گامزن ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کو نور کہا جاتا ہے نور کا لفظی معنی بیان کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ

الظاهر في نفسه المظهر بغيره يسمى نور لسان العرب.................

جو خود ظاہر ہوا اور اپنی روشنی سے دوسروں کو آشکارا کر دے اسے نور کہا جاتا ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسمائے حسنیٰ کی تشریح کرتے ہوئے النور کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ نور اس کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کے ظاہر کرنے والا ہو اس معنی پر حضور اکرم ﷺ پر نور کا اطلاق اتم ثابت ہوا اس لئے کہ آپ بلاواسطہ منجانب اللہ ظاہر ہوئے اور جملہ مخلوق آپ کے واسطے سے ظاہر ہوئی چنانچہ حدیث شریف ''انا من نور اللہ بجمیع الخلق کلھم من نوری'' اگر کوئی اس معنی کو نہیں سمجھتا تو وہ معذور ہے۔

عقیدۂ اہل سنت

حضور اکرم ﷺ نے خود فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا وہی نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا گیا جب نور محمدی کا تعلق حضرت آدم سے ہوا تو اسی نور سے آپ عالم بشریت میں تشریف لائے اور یہ نور مختلف اصلاب وارحام میں جلوہ گر ہوتا ہوا بصورت بشر والدین کریمین کے گھر رونق افروز ہوئے چنانچہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

برآنکہ اول مخلوقات وواسطہ صدر کائنات وواسطہ خلق عالم وآدم زرنمد ست ﷺ

جان لے کہ مخلوق میں سب سے پہلے اور کائنات کی تخلیق اور جملہ عالم وآدم علیہ السلام کا سبب نور محمد ہے۔(ﷺ)

ذیل میں فقیر وہ احادیث عرض کرتا ہے جن سے ثابت ہوگا کہ عالم بشریت سے پہلے آپ وصف نبوت موجود تھے اس وقت آپ کیا تھے؟ نور ہی تو تھے۔ آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھے ہاں جب آپ عالم دنیا میں تشریف لائے تو ہم یوں کہتے ہیں کہ نور بشکل تشریف فرما ہوئے۔

احادیث مبارکہ

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

كنت اول الانبياء فى الخلق وآخرهم فى البعث

میں خلقت میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں اُن سے آخر ہوں۔

اس حدیث شریف کو حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء شریف کے صفحہ ۴۸ پر ذکر فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ

ان النبى ﷺ كانت روحه نورا بين يدالله تعالىٰ قبل ان يخلق آدم بالفى عام يسبح ذلك النو وتسبيح الملائكه تسبيحه فلما خلق الله آدم القى ذالك النور فى صابه

نبی پاک ﷺ کی روح آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے روبرو نور تھا۔ یہ نور تسبیح پڑھتا تھا تو اس تسبیح کی وجہ سے ملائکہ تسبیح پڑھتے تھے پھر جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت میں یہ نور ڈالا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

فاهبطنى الله الى الارض فى صلب آدم — پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم کی پشت میں زمین پر اتارا

اس حدیث پاک کو بھی قاضی عیاض نے شفاء شریف کے صفحہ ۴۸ پر ذکر کیا اس حدیث مبارک کی صحت کو بیان

کرتے ہوئے فرمایا

ویشهد بصحة هذا الخبر شعر العباس المشهور فی مدح النبیﷺ

اور اس حدیث کی صحت کی گواہی حضرت عباس کے وہ مشہور شعر دیتے ہیں جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی تعریف میں کہے تھے۔

حضرت ابوسلمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا

یا رسول الله متی وجنبت لک النبوة یارسول اللہ آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی؟

فرمایا

وآدم بین الروح والجسد اس وقت جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس کو بھی قاضی عیاض نے شفاء شریف کے صفحہ ۹۹ پر ذکر کیا نیز جامع ترمذی کے ۲۲۴ پر بھی یہ حدیث موجود ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں

درحدیث صحیح وارد شد کہ اول ماخلق اللہ نوری۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم پہلی فصل)

صحیح حدیث میں وارد ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت میسرہ اور حضرت ابن ابی ابجدعاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

کنت نبیا وآدم بین المآء والجسد میں اس وقت نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو جامع صغیر میں صحیح قرار دیا ہے۔

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کو ترمذی نے روایت کیا اور اس حدیث کو حسن کہا اور ایسے ہی الفاظ میسرہ جنتی کی روایت میں بھی آئے ہیں امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (نشر الطیب صفحہ ۸)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

انی عنداللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینته الیٰ آخر الحدیث

بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم ہنوز اپنے خمیر میں پڑے تھے یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے اور مشکوٰۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکورہ ہے۔(نشر الطیب صفحہ ۷)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ احکام ابن القطان میں من جملہ اُن روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کیا ہیں حضرت علی بن الحسین یعنی امام زین العابدین سے روایت ہے وہ اپنے باپ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

فائدہ

اس عدد میں کم نفی ہے زیادہ کی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے رہ گئی تخصیص اس کے ذکر کی سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو۔(نشر الطیب صفحہ ۹)

محدث عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا "یاجابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ" سے متاخر ہونا اس حدیث میں منقوس ہے۔(نشر الطیب صفحہ ۷)

علامہ فاسی مطالع المسرات میں لکھتے ہیں امام اشعری نے فرمایا ہے کہ بلاشبہ اللہ نور ہے انوار کی طرح نہیں اور روح نبویہ قدسیہ اس کے نور سے ایک لمعہ ہے اور ملائکہ ان انوار کے چنگارے ہیں

قال ﷺ اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شئی وغیرہ ممافی معناہ

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور ہر چیز میرے نور سے پیدا کی۔(صلاۃ الصفا صفحہ ۴)

شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا کہ آدم اس وقت روح اور جسد کے درمیان تھے کہ مجھ سے میثاق (نبوۃ کا) لیا گیا "کماقال تعالیٰ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ الایۃ" کیا اس کو ابن سعد نے جابر کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق۔(نشر

الطیب مولفہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی صفحہ ۸)

نور بھی بشر بھی

حضور اکرم ﷺ کی ذات نور بھی ہے اور بشر بھی سرکار دو عالم کی ذات بابرکات بشریت کی ابتداء سے بھی پہلے کی ہے مگر دنیا میں لباسِ بشری میں جلوہ افروزی فرمائی ہے لباس بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی ہے جیسا کہ جبریل امین علیہ السلام نور ہیں مگر سیدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جب تشریف لاتے ہیں تو لباسِ بشری میں ۔اس کا تذکرہ قرآن مجید فرقانِ حمید میں رب العالمین نے ان الفاظ میں فرمایا ہے

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ٥ (پارہ ۱۶،سورۂ مریم، آیت ۱۷)

وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا

مشکوۃ المصابیح کی پہلی حدیث شریف میں جس کے راوی خلیفہ دوم خلیفہ برحق سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

نحن عند رسول اللہ ﷺ ذات یوم اذ طلع علینا رجل

ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے ہمارے پاس ایک آدمی آیا

امام الانبیا ﷺ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا یہ شخص کون تھا؟ تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''اللہ ورسولہ اعلم'' اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں تو سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ''فانہ جبریل'' وہ جبریل ہے۔ (مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۱ مطبوعہ دہلی، صحیح بخاری شریف، دار قطنی صفحہ ۲۸۱)

قارئین حضرات ''رجل'' مرد کو کہتے ہیں اس کے بال سیاہ ہیں لباس اس کا سفید ہے مرد کی شکل میں اس کی دو آنکھیں، دو ہاتھ، دو پاؤں، دو کان ہیں۔

اہل علم حضرات کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ محدثین نے کتب احادیث شریفہ میں ایسی کئی روایات درج فرمائی ہیں جن میں جبریل امین فرشتہ بارگاہ نبوی میں کئی مرتبہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کی صورت میں حاضر ہوتا تھا جیسا کہ مخالفین کی مقتدر شخصیت ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الفرقان و بین اولیاء الرحمان و اولیاء الشیطن میں بھی اس حقیقت کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے۔

وقد اخبران الملائکۃ جاء ت ابراھیم علیہ السلام فی صورۃ البشر وان الملک تمثیل لہ

بشرا سویا و کان جبریل علیہ السلام یاتی النبی ﷺ فی صورۃ دحیۃ الکلبی وفی صورۃ اعرابی یراھم الناس کذالک (الفرقان بین اولیاء الرحمٰن والشیطان صفحہ ۴۱)

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشری صورت میں آئے اور فرشتہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ٹھیک بشر کی صورت میں آیا اور جبریل علیہ السلام نبی پاک ﷺ کے سامنے دحیہ کلبی کی صورت میں اور اعرابی کی صورت میں ظاہر ہوا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی ایسا ہی دکھائی دیتا تھا۔

ملاعلی قاری علامہ جلال الدین سیوطی علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

کنت ادخل الخیط فی الابرۃ مال الظلمۃ لبیاض رسول اللہ ﷺ . (خصائص کبریٰ للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۶ ۱۵، شرح شفاء بر حاشیہ نسیم الریاض صفحہ ۲۲۸، قصص الانبیاء فارسی صفحہ ۲۶۶)

میں تاریک راتوں میں حضور اکرم ﷺ کی نورانیت کی چمک سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔

شیخ محقق حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا

در حدیث صحیح وارد شدہ اول ما خلق اللہ نوری

یعنی صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا۔ (مدارج النبوۃ صفحہ ۲)

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اسے حدیث مشہور اور معناً صحیح تسلیم کیا ہے۔ (رسالہ الرفع والوضع صفحہ ۲۴)

فائدہ

محدث ابن جوزی نے المیلا دالنبوی میں، شاہ ولی اللہ نے فیوض الحرمین میں، مولوی ذوالفقار دیوبندی نے عطر الوردہ میں، مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں، مولوی حسین احمد مدنی نے شہاب ثاقب میں اور پیشوائے غیر مقلدین و دیوبند مولوی اسمٰعیل دہلوی نے رسالہ یکروزہ میں "اول ماخلق اللہ نوری" کو لاانکار بطور حجت و دلیل نقل کیا ہے جس سے اس کا صحیح و مقبول ہونا اظہر من الشمس ہے علاوہ ازیں اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان نے اپنے منظوم کلام صفحہ ۳۱ میں لکھا ہے کہ سو اول ہی ہے ہر طرح ان کا نور بظاہر کیا گو کہ آخر ظہور بظاہر ہے جو مقطع انباء حقیقت میں ہے مطلع اصفیاء فرماتے ہیں ﷺ

انا من نور الله والمومنون من نوری

یعنی میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور اہل ایمان میرے نور سے۔ (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی جلد سوم صفحہ ۳۲۱، مدارج النبوت جلد دوم، امداد السلوک مولوی رشید احمد گنگوہی)

امام زین العابدین اپنے باپ امام حسین سے اور وہ اپنے والد بزرگوار علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ (نشر الطیب تھانوی)

بعض دوسری حدیثوں میں نورِ محمدی کے پیدا ہونے کے وقت کا تعین چنانچہ فرمایا ہے حضور اکرم ﷺ نے کہ

قبل خلق السموات بالفی عام. (مکتوبات جلد سوم)

میرا نور آسمانوں کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے پیدا فرمایا۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب بیان کیا کہ زمزم سے ایک نور اُٹھا جو آسمان تک پہنچا جس سے کعبہ اور تمام سرزمین مکہ منور ہو گئے اور وہ نور طیبہ تک پھیل گیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

انا و الله ذالک النور (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۳۵ بحوالہ دار قطنی، ابن عساکر)

اللہ کی قسم وہ نور میں ہوں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا اے جبریل آپ کی عمر کتنے سال ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے سوا میں نہیں جانتا کہ ایک ستارہ ستر ہزار سال میں طلوع ہوتا ہے اور میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ طلوع ہوتے دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

یاجبریل وعزۃ ربی جل جلالہ انا ذلک الکوکب (سیرت حلبیہ جلد اصفحہ ۱۹، جواہر البحار صفحہ ۱۱۰۳، تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۴۲)

یعنی اے جبریل مجھے اپنے رب جل جلالہ کی قسم وہ ستارہ (نور) میں ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو نبوت کب عطا ہوئی؟ فرمایا

كنت نبيا وادم بين الروح والجسد. (ترمذی مشکوۃ صفحہ ۵۱۳)

میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام کے روح و جسد کا تعلق بھی نہیں ہوا تھا۔

معلوم ہوا کہ بظاہر اگرچہ حضور اکرم ﷺ بصورتِ بشری حضرت آدم علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے لیکن حقیقتاً آپ آدم علیہ السلام سے پہلے ہیں اور آدم علیہ السلام سے پہلے آپ کا نبی ہونا آپ کی نورانیت کی واضح دلیل ہے۔ اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش و بشریت کی تخلیق تو آپ کے بعد ہوئی ہے۔

بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت ایسا نور ظاہر ہوا جس نے جملہ عالم و شرق و مغرب کو منور کر دیا بصرہ اور روم و شام کے محلات نظر آ گئے۔ فاطمہ بنت عبداللہ بھی اس وقت موجود تھیں انہوں نے دیکھا کہ سارا گھر آپ کے نور سے معمور ہو گیا۔ (مواہب لدنیہ، مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۴)

اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بوقت سحر میں کپڑا سی رہی تھی کہ اچانک چراغ بجھ گیا اور سوئی ہاتھ سے گر گئی پس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ کے چہرہ مبارک کے نور میں میں نے سوئی تلاش کر لی اور اسی روشنی میں دھاگہ سوئی میں ڈال لیا۔ (جواہر البحار صفحہ ۸۱۴، نسیم الریاض جلد ۱۰، صفحہ ۳۲۸، مطالع المسرات صفحہ ۲۳۹)

سبحان اللہ

سوزنِ گمشدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا

من رآی یہ کیسا دکھایا آئینہ نور کا

حل لغات

دیکھا نہ بھالا، جانچ پڑتال، تلاش، نظارہ۔ "من رآی" حدیث شریف کا اقتباس ہے

من رانی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا

آئینہ، منہ دیکھنے کا شیشہ۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کو دیکھنے والوں نے آپ کے نورانی ہونے کی تحقیق و جستجو جانچ پڑتال نہیں کی ورنہ آپ نے "من

رانی فقد رای الحق" کا شیشہ دکھا کر اپنے آپ کو نورانی ثابت کر دیا ہے۔

رؤیة النبی فی المنام کی تحقیق

حضور اکرم ﷺ کا خواب میں دیکھنا حق ہے بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا فقیر نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "تحفة الصلحاء فی رؤیة النبی فی الیقظنه الرؤیا" لکھا اور بہت سے دلائل شرح حدائق میں بیان ہو چکے ہیں یہاں وہ احادیث مبارکہ مع شرح لکھتا ہوں جن میں خواب میں زیارت رسول ﷺ کا ثبوت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھنے کی امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شمائل شریف میں سات احادیث روایت فرمائی ہیں۔

مسئلہ

علمائے کرام نے صراحۃً واضح فرمایا کہ بہت سے خوش قسمت بزرگوں کو بیداری میں بھی زیارت ہوئی کہ آئمہ شوافع سے منقول ہے کہ

ان جماعة من آئمة الشریفه لضراعلی ان من کرامة الولی انه میر ھی النبی واجتمع به فی الیقظة ویاخذ عنه ماقسم له من معارف ومواھب

آئمہ شرع کی ایک جماعت نے تصحیح فرمائی ہے کہ ولی اللہ کی کرامت کے طور حضور ﷺ کی زیارت بحالت بیداری بھی کر سکتا ہے اور آنجناب ﷺ کی مجلس میں حاضر بھی ہو سکتا ہے بلکہ اپنی استعداد کے مناسب علوم و معارف کا استفادہ بھی کر سکتا ہے۔

مالکیہ میں امام قرطبی حافظ ابن ابی جمرہ امام ابن الحاج وغیرہ حضرات بعض اولیاء کرام کے حالات المدخل میں نقل کرتے ہیں۔

أنه حضر مجلس فقیه فروی ذلک الفقیه حدیثاً فقال له الولی هذا الحدیث باطل فقال الفقیه ومن أین لک هذا ؟ فقال هذا النبی ﷺ واقف علی رأسک یقول إنی لم أقل هذا الحدیث وکشف للفقیه فرآه. (الحاوی للفتاوی صفحہ ۲۶۳)

یعنی وہ کسی فقیہ کی مجلس میں تشریف لے گئے اس فقیہہ نے کوئی روایت بیان کی یہ ولی بولے یہ حدیث تو باطل ہے اس فقیہہ نے کہا تم نے یہ کیسے حکم لگا دیا اس ولی اللہ نے کہا یہ حضور اکرم ﷺ تیرے سامنے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے نہیں کہی ہے اس فقیہہ کو بھی اس امر کا انکشاف ہو گیا اور اس نے بھی حضور اکرم ﷺ کو دیکھ لیا۔

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

لو حجبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلّم طرفة عین ما عددت نفسی مع المسلمین .(ترجمان جلد ۳ صفحہ ۲۸)

یعنی اگر میرے اور آنحضورﷺ کے درمیان ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی حجاب پڑ جائے تو میں اپنے آپ کو زمرۂ مسلمین میں شمار نہ کروں۔

حضرت شیخ سراج الدین بن الملقن طبقات اولیاء میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب غوث الاعظم السید الشیخ عبدالقادر الجیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہﷺ کی زیارت کی۔ نیز فرماتے ہیں

وکان الشیخ عبدالغفار یری رسول اللہ ﷺ فی کل ساعة

حضرت الشیخ عبدالغفار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمہ وقت حضور اکرمﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر جلد ۱ صفحہ ۱۳۳ پر تحریر فرماتے ہیں

قال الشیخ جلال الدین السیوطی رحمة اللہ تعالیٰ علیه رایت رسول اللہ ﷺ فی الیقظة بضعا وسبعین مرة وقلت له فی مرة منها هل انا من اهل الجنة یارسول اللہ فقال نعم فقلت من غیر عذاب لیسبق فقال لک ذالک.

حضرت علامہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضور اکرمﷺ کو بحالت بیداری کچھ اوپر ستر مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک بار میں نے عرض کیا یارسول اللہﷺ کیا عذاب کے بغیر؟ ارشاد فرمایا جاؤ تمہارے لئے یہ بھی سہی۔

احادیث مبارکہ

عن عبداللہ عن النبی ﷺ قال من رانی فی المنام فقدرانی فان الشیطان لا یتمثل بی

جناب عبداللہ سے روایت ہے اور وہ حضور اکرمﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔

شرح

ارشاد ہے شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا یعنی شیطان کو یہ قدرت اور طاقت ہی نہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی شکل وصورت میں ظاہر ہو سکے صاحب اتحافات الربانیہ علامہ عبدالجواد الدومی اپنی شرح کے صفحہ ۴۰۶ پر تحریر فرماتے ہیں

وھذا معجزۃ لہ ﷺ. اور یہ حضور پاک ﷺ کا معجزہ ہے۔

حضرت علامہ عبدالرؤف المناوی المصری المتوفی ۳۰۰۱ھ جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ کے حاشیہ پر ہے

لانہ سبحانہ وتعالیٰ جعلہ رحمۃ اللعالمین ھادیا للضالین محفوظا عن وسواس ا
واذتنور العالم بنور وجودہ ورحمت الشیاطین لیلادہ وھدمت بنیان الکھنۃ فکیف بتصور ان
یتمثل الشیطان لصورۃ

جب کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین بنایا گمراہوں کے لئے ہادی بنایا ہر قسم کے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھا اور جب کہ آنجناب ﷺ کے وجود انور کے نور سے کل عالم کو منور فرمایا اور حضور اکرم ﷺ کے پیدائش کے وقت شیطانوں پر سنگ باری کر دی گئی اور اسی وقت کہانت کی بنیادوں کو گرا دیا گیا تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور تصور کیا جا سکتا ہے کہ شیطان (نعوذباللہ) آنجناب ﷺ کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطن لا یتصور اوقال لا یتشنبہ بی

جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں آ سکتا یا فرمایا کہ میری مانند نہیں ہو سکتا۔

شرح

اگر چہ شیطان کو یہ قدرت اور طاقت حاصل ہے کہ وہ انسانی صورت وشکل میں ظاہر ہو مگر شیطان کی ہرگز ہرگز یہ قدرت وطاقت نہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی نورانی شکل وصورت مبارک اختیار کر سکے۔ حضرت استاذ گرامی شیخ الدرس صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ شیطان جب کہ نیند کی حالت میں آنجناب ﷺ کی نورانی شکل بنانے پر قادر نہیں تو عالم بیداری میں قطعاً آپ ﷺ کی شکل، صورت اور جسم کی مانند بن کر نہیں آ سکتا لہٰذا اس عالم بیداری میں جن گرامی قدر حضرات نے آپ ﷺ کی زیارت کی ہے وہ آپ ﷺ کی زیارت انور ہی سے مشرف ہوئے ہیں۔

عن ابی لاشجعی عن ابیه قال قال رسول اللہ ﷺ ومن رانی فی المنام فقدرانی

طارق بن اشجعی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے نیند میں دیکھا پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا۔

شرح

کوئی اور حضور اکرم ﷺ کی شکل وصورت میں ظاہر نہیں ہوسکتا لہٰذا جس نے بھی خواب میں یا بیداری میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی تو وہ یقیناً آنجناب ﷺ کی زیارت پاک سے ہی مشرف ہوا ہے۔ بخاری اور مسلم شریف میں ہے

من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ولا یتمثل الشیطان بی

جس نے مجھے نیند میں دیکھا عنقریب وہ مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔

فائدہ

ائمہ کرام کی ایک جماعت حضور اکرم ﷺ کو بیداری کے عالم میں دیکھنے کے ممکن اور واقع ہونے کی قائل ہے۔

حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض مجامیع سے تحریر کیا ہے کہ میرے سردار حضرت احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری دی تو کچھ دیر توقف کے بعد حجرہ شریف کی طرف متوجہ ہوکر یہ اشعار پڑھے

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها ... فقبل الارض عن فینن نائبتی

وهذه نوبة الاشباح قد حضرت ... فامدیدک تحظتی بهاشفتی

جب یہ اشعار پڑھے تو سید عالم صاحب لولاک ﷺ کا دست مبارک قبر شریف سے رونق افروز ہوا تو دست مبارک پر حضرت سیدی احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بوسہ دیا۔

قال رسول اللہ ﷺ من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثلنی قال ابی فحدثت به ابن عباس فقلت قد رایته فذکرت الحسن بن علی فقلت شبهته به فقال بن عباس وانه کان یشبهه

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے نیند میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا کلیب فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی اور میں نے کہا کہ

میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے پس مجھے حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما یاد آگئے سو میں نے (ابن عباس) کو کہا کہ وہ شبیہہ مبارک جو خواب میں میں نے دیکھی تھی اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیادہ مشابہ تھی پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا بے شک وہ ان کے ہم شکل تھے۔

شرح

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کی نورانی شکل ملتی جلتی ہے ارشاد ہے پھر ابن عباس نے فرمایا بے شک وہ (ﷺ) ان کے ہم شکل تھے جناب سیدنا امیر المومنین امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر سے لے کر سینہ تک اور جنابِ شہید کربلا امام ہمام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینہ سے نیچے تک حضور اکرم ﷺ کے مشابہ تھے۔

حضرت اسد الغالب امام الاولیاء سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے وہ فرماتے ہیں

الحسن اشبه رسول اللهﷺ مابين الصدر الیٰ الراس و الحسين اشبه النبیﷺ ماکان اسفل من ذلک

یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر سے سینہ تک اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینہ سے نیچے حضور ﷺ کے مشابہ تھے۔

عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ وَكَانَ يَكْتُبُ الْمَصَاحِفَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ يَقُولُ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَشَبَّهَ بِي ، فَمَنْ رَآنِي فِي النَّوْمِ فَقَدْ رَآنِي ، هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَنْعَتَ هَذَا الرَّجُلَ الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّوْمِ ؟ قَالَ نَعَمْ ، أَنْعَتُ لَكَ رَجُلاً بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ ، جِسْمُهُ وَلَحْمُهُ أَسْمَرُ إِلَى الْبَيَاضِ ، أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ حَسَنُ الضَّحِكِ ، جَمِيلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ ، مَلَأَتْ لِحْيَتُهُ مَا بَيْنَ هَذِهِ إِلَى هَذِهِ ، قَدْ مَلَأَتْ نَحْرَهُ قَالَ عَوْفٌ وَلَا أَدْرِي مَا كَانَ مَعَ هَذَا النَّعْتِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ رَأَيْتَهُ فِي الْيَقَظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعَتَهُ فَوْقَ هَذَا قَالَ أَبُو عِيسَى وَيَزِيدُ الْفَارِسِيُّ هُوَ يَزِيدُ بْنُ هُرْمُزَ ، وَهُوَ أَقْدَمُ مِنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ ، وَرَوَى يَزِيدُ الْفَارِسِيُّ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَحَادِيثَ ، وَيَزِيدُ الرَّقَاشِيُّ لَمْ يُدْرِكِ ابْنَ عَبَّاسٍ ، وَهُوَ يَزِيدُ بْنُ أَبَانَ الرَّقَاشِيُّ ، وَهُوَ يَرْوِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، وَيَزِيدُ الْفَارِسِيُّ وَيَزِيدُ الرَّقَاشِيُّ كِلَاهُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ ، وَعَوْفُ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ هُوَ عَوْفٌ الْأَعْرَابِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ الْبَلْخِيُّ ، قَالَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ قَالَ عَوْفٌ الْأَعْرَابِيُّ أَنَا أَكْبَرُ مِنْ قَتَادَةَ

یزید الفارسی سے روایت ہے اور قرآن مجید لکھا کرتے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نیند میں دیکھا اس وقت ابن عباس زندہ تھے میں نے یہ خواب ابن عباس کو بیان کیا تو ابن عباس نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ یقیناً فرماتے تھے کہ بیشک شیطان طاقت نہیں رکھتا کہ میری صورت پر آسکے لہٰذا جس نے مجھے نیند میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا تو اس شخص کی صورت مبارک کو جسے تو نے خواب میں دیکھا ہے بیان کرنے کی طاقت رکھتا ہے کہا کہ ہاں میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں آپ ﷺ کا وجود مبارک اور قد مبارک دونوں درمیانہ اور معتدل تھے، رنگ مبارک گندمی مائل بسفیدی تھا، آنکھیں مبارک سرمگیں خندہ رو خوبصورت، گول چہرہ اقدس گھنی داڑھی، مبارک چہرہ اقدس کو گھیرے ہوئے تھی سینہ پاک پر آئی ہوئی تھی۔عوف فرماتے ہیں کہ یزید الفارسی نے اور جو صفتیں بیان کیں وہ مجھے یاد نہیں رہیں پھر ابن عباس نے فرمایا اے یزید الفارسی اگر تو سید دو عالم ﷺ کو بحالت بیداری بھی دیکھتا تو اس توصیف سے بڑھ کر حلیہ مبارک کے اوصاف بیان نہ کرسکتا۔

بو قتادہ قال رسول اللہ ﷺ رانی یعنی فی القوم فقد رای قال الحق

جناب ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا یعنی نیند میں بے شک اس نے حق دیکھا۔

شرح

ارشاد ہے جس نے مجھے دیکھا یعنی نیند میں بے شک اس نے حق دیکھا۔شارحین رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے اس حدیث شریف کے بہت معانی بیان فرمائے ہیں۔حضرت ملا علی القاری الباری کرمانی سے نقل کرتے ہیں

ای الثابۃ لا اضغاث فیہ و لا احلام

یعنی یہ اسی طرح صحیح اور درست ہے جس طرح کہ دیکھا گیا ہے کہ اس میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے۔

الطیبی فرماتے ہیں "الحق منا" حق یہی ہے۔زین العرب فرماتے ہیں

الحق ضد الباطل حق کی ضد باطل ہے یعنی یہ خواب حق ہی ہے۔

نعم یصح ان یراد بہ الحق سبحانہ علی تقدیر ای رای مظہر الحق ومظہرہ ومن رانی نسیر اللہ سبحانہ لان من رای النبی ﷺ فی المنام نسیراہ یقظۃ فی دار السلام فیلزم منہ انہ یرا اللہ فی ذالک المقام ولا یبعدان یکون المعنی من رانی فی المنام فسیری اللہ فی المنام فان رویتی لہ مقد

اومبشرة لذالک المرام وقال الحنفی الحق مفعول به ای الامر الثابت الذی هو انا فیر جع الیٰ معنی

قوله فقد رانی

یعنی ہاں صحیح ہے اگر بتقدیر مضاف اس الحق سے مراد حق سبحانہ وتعالیٰ مراد لیا جائے گویا مظہر حق کو دیکھو اس مظہر کو یعنی حضور اکرم ﷺ ہی سبحانہ وتعالیٰ کے مظہر ہیں اور جس نے مجھے دیکھا عنقریب اللہ عزوجل کو دیکھ لے گا اس لئے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا خواب میں تو عنقریب وہ بیداری میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے دارالسلام میں مشرف ہوگا لہٰذا ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت اس مقام پر کرے گا اور یہ بھی محال نہیں ہے کہ کا یہ معنی ہو کہ جس نے مجھے نیند میں دیکھا تو وہ عنقریب اللہ تعالیٰ سبحانہ کو نیند میں دیکھے گا بیشک حضور اکرم ﷺ کی زیارت اس امر کا پیش خیمہ اور خوشخبری ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔

حضرت الشیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فصوص الحکم کی شرح جواہر النصوص فی حل کلمات الفصوص جلد دوم صفحہ ۲۴۰ پر تحریر فرماتے ہیں

قال تعالی وتراھم ینظرون والیک ولا ھم لایبصرون وقال علیه السلام من رانی فقد رای الحق واخبر الحق تعالیٰ نفسه عباده بذالک

یعنی اے حبیب ﷺ آپ ان کو دیکھتے کہ وہ آپ کی طرف نگاہ کرتے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھتے اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے "من رانی فقد رای الحق" یعنی جس نے مجھے دیکھا واقعی اس نے خدا کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو ذات سے اس بات کی خبر دی ہے کہ حق تعالیٰ صورتِ محمدیہ ﷺ میں ہے۔

عن انس ان رسول اللہ ﷺ قال من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطن لا یتخیل بی قال ورؤیا المومن جزء من ستة واربعین جزء من النبوة

جنابِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنابِ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا ہے پس یقیناً شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصے کے برابر ہے۔

صبح کردی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا
شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

حل لغات

صبح کردی، نکال دینا، رات گذارنا۔ دھڑکا، ڈر، خوف، دل کی دھڑکن، خفقان۔ مژدہ، خوشخبری، مبارک باد۔ شب تیرہ، سیاہ کالی رات۔

شرح

نور کی خوشخبری سچی تھی کہ اس نے کفر کی تاریکی کو صبح کے اجالے سے بدل دیا اور اندھیری رات کو یہ خوف شام ہی سے تھا کہ اب نور کا غلبہ ہونے والا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات سے واضح ہے کہ جو اسلام کے جانی دشمن تھے فدائی بنے کہ دھن، من، تن، جند جان اور آل واولاد اور مال اسباب اسلام پر قربان کرنے کو فخر سمجھتے تھے۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال ہی کافی ہے اس کے ساتھ چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات لکھ دوں تاکہ اہل ایمان کو رونق و تازگی نصیب ہو۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی جھل

یہ حضور اکرم ﷺ کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی میں بہت شہرت رکھتے تھے اور کیوں نہ ہو جب حضور اکرم ﷺ کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کے بیٹے اور اسلام دشمن ہیں۔

اپنے ملعون باپ کا وارث و جانشین تھا اور غزوات میں ان اشقیاء کا سردار سرگروہ تھا چونکہ سعادت کا حصہ آخر میں اس کے نام کے ساتھ لکھا ہوا تھا بالآخر اس کا ظہور ہوا۔ علامہ سیوطی جمع الجوامع میں ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عالم خواب میں جنت میں داخل ہوئے انگور کا خوشہ یا کھجور کا خوشہ آپ کے ہاتھ میں دیا اور کہا یہ خوشہ ابوجہل کی طرف سے ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ابوجہل کو جنت سے کیا نسبت اس بات کی تاویل حضور پر بالفعل ظاہر نہ ہوئی۔ جب مکہ فتح ہوا اور عکرمہ بن ابوجہل زمرۂ اسلام میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ اس خواب کی تعبیر یہ تھی۔

علم غیب

بروز فتح مکہ ایک صحابی عکرمہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے جب اس کی خبر حضور اکرم ﷺ کو پہنچی تو تبسم فرمایا۔ صحابہ

نے تبسم فرمانے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا عالم غیب میں میں ایسا دیکھ رہا ہوں کہ یہ مقتول اپنے قاتل عکرمہ کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جنت دونوں جنت میں ٹہل رہے ہیں۔

عکرمہ کا اسلام لانا

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو عکرمہ خوف کی وجہ سے وہاں نہ ٹھہر سکا جب اس نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے خون کو مباح قرار دیا ہے تو وہ بھاگ کر ساحل کی طرف چلا گیا اور کشتی میں سوار ہو کر یمن کی طرف چل دیا اچانک سمندر میں طغیانی آئی تمام کشتی والے بارگاہِ الٰہی میں تضرع وزاری کرنے لگے لوگوں نے عکرمہ سے بھی کہا کہ تم بھی خدا کو یاد کرو اس نے کہا اس خدا کو جس کی طرف محمد (ﷺ) ہمیں بلاتے ہیں جس سے میں بھاگتا ہوں کہتے ہیں کہ اس کی نظر کشتی کے ایک تختہ پر پڑی جس پر لکھا ہوا دیکھا

وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ (پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ٦٦)

اور اسے جھٹلایا تمہاری قوم نے اور یہی ہے۔

ہر چند چاہا کہ ان حروف کو مٹائے اور اسے چھیل دے مگر نہ چھیل سکا اس پر اس کے دل میں ایک ہلچل پیدا ہوئی اس کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام برادرِ ابو جہل مسلمان ہو کر اور حضور ﷺ سے امان لے کر اس کی جستجو و تلاش میں نکلی ہوئی تھی جب وہ اس کے پاس پہنچی تو اس سے کہا اے میرے چچا کے بیٹے میں خلائق میں سب سے زیادہ کریم اور لوگوں میں سب سے زیادہ رحمدل کے پاس سے آئی ہوں اُٹھ اور چل کہ میں نے تمہارے لئے امان لے لی ہے جب ان کی خبر اس نے سنی تو وہ حیران و متعجب ہو کر کہنے لگا کہ محمد ﷺ نے ان تمام ایذاؤں کے باوجود جو مجھ سے انہیں پہنچی ہیں مجھے ام حکیم نے کہا حضور اس سے بھی زیادہ کریم ہیں جتنی کہ تعریف کی جائے۔ اس کے بعد عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ لوٹے جب مکہ کے قریب پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے خبر دی کہ عکرمہ مومن و مہاجر ہو کر آرہا ہے اور صحابہ سے فرمایا خبردار ان کے والد کو دشنام نہ دینا تا کہ اسے ایذا نہ پہنچے پھر عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ حضور کے خیمہ کے دروازہ پر آئے ان کی بیوی نے اپنے چہرہ سے نقاب اُٹھا کر خیمہ میں داخل ہونے کی اجازت مانگی اور عرض کیا میں عکرمہ کو لائی ہوں کیا حکم ہے؟

حضور اکرم ﷺ اپنی جگہ سے اس حال میں اُٹھے کہ آپ کے دوش مبارک سے چادر شریف گر پڑی اور انتہائی خوشی و مسرت کے ساتھ آگے بڑھے اور فرمایا آجاؤ جب وہ داخل ہوئے اور حضور ﷺ کی چشم مبارک عکرمہ پر پڑی تو فرمایا ''مرحبا بالراکب المہاجر'' سوار ہو کر ہجرت کرنے والے تمہارا آنا خوشی کا موجب ہے اس کے بعد حضور بیٹھ گئے اور عکرمہ

حضور کے سامنے کھڑے رہے اور عرض کیا اے محمد (ﷺ) یہ میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے مجھے امان دے دی ہے۔ حضور نے فرمایا ہاں میں نے امان دی ہے عکرمہ نے کہا "اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وہ انک عبداللہ ورسولہ" اس وقت انتہائی شرمساری سے اپنے سر کو جھکا کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ بلاشبہ آپ سب سے زیادہ کریم، سب سے زیادہ راست گو اور سب سے زیادہ وفادار ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عکرمہ مجھ سے مانگ جو مانگنا چاہے اگر میری قدرت میں ہوا عطا فرماؤں گا عکرمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہر وہ دشمنی جو میں آپ کے ساتھ کر سکتا تھا میں نے کی ہے اور ہر وہ اقدام جو اہل شرک کی تقویت اور آپ کی دشمنی میں ممکن تھا میں نے کیا اور ہر وہ بے ادبی و گستاخی جو آپ کے ساتھ ہو سکتی تھی مجھ سے سرزد ہوئی ہے اور ہر وہ بات جو آپ کی غیبت اور بُرائی میں کہی جا سکتی ہے میں نے کہی ہے اب دعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ مجھے معاف فرما دے اور مجھے بخش دے۔ حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس دعا کے لئے اُٹھایا اور جو کچھ عکرمہ نے کہا تھا اس کی معافی وبخشش مانگی عکرمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جتنا روپیہ پیسہ اور سونا چاندی زمانہ جاہلیت میں بندگانِ خدا کو راہ حق سے برگشتہ کرنے میں میں نے خرچ کیا ہے میری تمنا ہے کہ اتنا ہی راہ حق میں صرف کروں اور جتنی جنگ اللہ کے محبوبوں کے ساتھ لڑی ہے اس سے دوگنی جنگ اب میں اس کے دشمنوں کے ساتھ لڑوں۔ اس کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کے ساتھ ہر اس عہد و دوستی کو جو وہ رکھتے تھے توڑ دیا سچے دین کی تقویت اور راہ خدا میں جہاد کے لئے کمربستہ ہو گئے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں غزوہ اجنادین میں شہید ہوئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سبحان اللہ ابوجہل کا بیٹا ایسا صاحب ایمان و یقین ہوا

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ ۔ (پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۹۵) زندہ کو مردہ سے نکالے

کے معنی صادق ہوئے یہ سب خدا کی ہی توفیق و مدد سے ہے۔

صفوان بن امیہ کا حال

صفوان بن امیہ جو کفارِ قریش کا سربراہ اور اپنی قوم کا بڑا شخص تھا اور حضور اکرم ﷺ کی عداوت و مخالفت میں سخت و شدید تھا جب سنا کہ حضور نے روزِ فتح اس کے خون کا بہانہ مباح قرار دے دیا ہے تو وہ بھاگ گیا اور ارادہ کیا کہ دریا کے راستہ سے کہیں نکل جائے۔ عمیر بن وہب جمجی مقربوں اور مخلصوں میں سے تھے انہوں نے سید عالم ﷺ سے عرض کرکے اس کے لئے امان چاہی حضور نے ان کی عرض والتماس کو قبول کرکے دو مہینہ کی امان صفوان کو دے دی اس کے بعد حضرت

عمیر صفوان کے پیچھے گئے اور اس کے کان کو یہ مژدہ سنایا۔صفوان نے جب اپنے حال پر نظر ڈالی اور اپنے قبیح افعال کو دیکھا تو اس نے تعجب کیا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں اس وقت نہ لوگوں گا جب تک کہ محمد ﷺ کی جانب سے میرے لئے امن کی کوئی نشانی نہ لاؤ تا کہ مجھے اعتماد وثوق حاصل ہو۔

حضرت عمیر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ صفوان چونکہ حضور کے جود وکرم سے دور رہا ہے اسے یقین نہیں آتا اور اس وقت تک نہیں آنا چاہتا جب تک کہ حضور کوئی نشانی نہ عطا فرمائیں۔اس پر حضور ﷺ نے اپنا عمامہ شریف ایک روایت میں ہے کہ اپنی چادر مبارک ان کو مرحمت فرمائی کہ حضرت عمیر صفوان کو پہنچائیں اس کے بعد وہ لوٹ کر آیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا عمیر نے مجھے بتایا ہے کہ میرے لئے دو ماہ کی امان ہے حضور نے فرمایا میں تجھے چار ماہ کی امان دیتا ہوں۔صفوان پھر بھی اسلام لانے میں متردد و متوقف رہا اور شرک کے باوجود غزوۂ حنین وطائف میں رکاب ہمایوں میں رہا۔

اس وقت اس پر حضور کی مخصوص عنایتیں اور انعام واکرام ہوئے تو وہ اسلام لایا اور مولفتہ القلوب میں شامل ہوا ایسے لوگوں کا ذکر حنین کے غنائم کی تقسیم میں انشاءاللہ آئے گا۔

حویرث بن نقید کا حال

حویرث (بصیغۂ تصغیر) بن نقید (بصیغۂ تصغیر) تھا یہ شقی شاعر تھا بارگاہ رسالت کی بڑی ہجو کیا کرتا تھا روز فتح جب اپنا مباح الدم ہونا سنا تو گھر میں بیٹھ گیا اپنے دروازہ کو بند کر لیا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے گھر آ کر اسے تلاش کیا لوگوں نے کہا حویرث نے جب جانا کہ حضرت علی مرتضٰی اس کی طلب میں آئے ہیں تو ٹھہرا رہا یہاں تک کہ علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے گھر سے دور چلے گئے تو وہ گھر سے نکلا اور چاہا کہ کسی دوسرے گھر میں جا چھپے حضرت علی مرتضٰی کو وہ ایک کوچہ میں مل گیا اور اس کی گردن اُڑا دی۔

اگر کوئی یہ کہے تو ایسا تھا کہ جو گھر میں بیٹھے رہے اور اپنے دروازے کو بند کر لے تو وہ مامون ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ حکم اعیانِ قریش کے ساتھ مخصوص ہو اور وہ چونکہ ان میں سے نہ تھا نیز وہ گھر سے باہر نکل آیا تھا اس لئے وہ اس حکم سے خارج ہو گیا تھا نیز ان لوگوں کے خون بہانے کا حکم زیادہ تر فتح مکہ سے پہلے ہی سے تھا اور یہی ظاہر ہے اس لئے کہ ان کے جرم وگناہ جو موجب مباح الدم ہوئے پہلے سے تھے جبکہ حضور ﷺ مدینے میں تھے۔

مقیس بن صابہ کا حال

مقیس (بکسر میم وسکون قاف وفتح یا) بن صبابہ (بضم صاد) تھا اس کا جرم یہ تھا کہ اس کا بھائی ہشام بن صبابہ مدینہ میں آیا اور مسلمان ہوا۔ غزوۂ مریسیع میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک انصاری بنی عمرو بن عوف میں تھے انہوں نے گمان کیا کہ وہ یعنی ہشام بن صبابہ مشرک ہے خطا میں اسے قتل کر دیا اس کا بھائی مقیس مدینہ آیا اور بھائی کا خون بہا طلب کیا چونکہ وہ خطا میں مارا گیا تھا حکم فرمایا کہ انصار اس کی دیت مقیس کو دیں مقیس دیت لے کر مسلمان ہو گیا دیت لینے کے باوجود اس نے انصاری پر حملہ کر کے اسے شہید کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ لوٹ گیا۔ روزِ فتح وہ مشرکوں کی ایک جماعت کے ساتھ کسی گوشہ میں شراب پینے میں مشغول تھا حضور نے اس کے قتل کا حکم فرمایا اس پر تمیلہ بن عبداللہ شی اس کی خبر پا کر گئے اور اسے قتل کر دیا

ھبار بن الاسود کا حال

ہبار (بفتح ہا وتشدید با) بن الاسود تھا اس نے نبی کریم ﷺ کو بہت ایذائیں پہنچائی تھیں منجملہ ایک حرکت شنیعہ اس کی یہ تھی کہ ابوالعاص بن الربیع شوہر سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے قیدی ہوئے تھے حضور ﷺ نے ان پر احسان فرماتے ہوئے اس وعدہ پر مکہ بھیجا تھا کہ جب وہ مکہ پہنچ جائیں تو سیدہ زینب کو حضور ﷺ کے پاس روانہ کر دیں اور حضور ﷺ نے اپنے غلام ابورافع اور سلمہ بن اسلم کو بھیجا تا کہ مدینہ طیبہ لے آئیں جب وہ مکہ پہنچے تو ابوالعاص نے ہودج تیار کر کے اس میں اپنی بیوی کو بٹھایا اور مدینہ طیبہ روانہ کر دیا پھر جب ہبا بن الاسود کو اس کا پتہ چلا تو چند قریش کے لوگوں کو ساتھ لے کر ان کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور ایک نیزہ سیدہ زینب پر مارا وہ اونٹ سے ایک بڑے پتھر پر گر پڑیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا وہ بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری میں ان کی وفات ہو گئی۔ حضور ﷺ کو اس کی اس شنیع حرکت پر بہت غصہ تھا اور اس کا خون بہانا مباح قرار دے دیا۔ ایک مرتبہ ایک لشکر کو مکہ مکرمہ کے اطراف میں بھیجا اور اہل لشکر کو حکم دیا کہ اگر تم ہبار کو پاؤ تو اسے جلا دینا اس کے بعد فرمایا "انما یعذب بالنار باب النار" آگ کا عذاب خدا ہی دے سکتا ہے اگر اسے پاؤ تو ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے قتل کر دینا مگر وہ ہاتھ نہ آیا چونکہ وہ مکہ میں تھا جب مکہ فتح ہوا تو اسے بہت تلاش کیا گیا مگر ہاتھ نہ آیا جب حضور مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے تو ایک دن حضور مجلس صحابہ میں تشریف فرما تھے کہ ہبار نمودار ہوا اور زور سے کہنے لگا اے محمد ﷺ میں اسلام کا اقرار کرتا ہوا حاضر ہوا ہوں بلاشبہ میں اس سے پہلے ذلیل و گمراہ تھا اب حق تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں آپ کی نظر میں شرمسار اور گناہگار ہوں حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک جھکا لیا اس کی معذرت خواہی پر حیا

فرمائی کہ اس پر عتاب فرمائیں اس کا اسلام قبول کرتے ہوئے فرمایا اے ہبار میں نے تجھے معاف کیا اور اسلام تمام جرموں کو ختم کر دیتا ہے اور گذشتہ گناہوں کی بنیادوں کو فنا کر دیتا ہے۔

کعب بن زھیر کا حال

کعب بن زہیر جو حضور اکرم ﷺ کی ہجو کرتا تھا اور روزِ فتح بھاگ یا تھا اس کے بعد وہ اپنے بھائی بخر بن زہیر کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے اس نے اپنے بھائی کو بھیجا کہ اس کے ایمان کو قبول فرمالیں گے اور اس کے خون کو معاف فرمادیں گے چنانچہ بخر آیا اور شرفِ اسلام سے مشرف ہوا اور کعب کو خبر پہنچائی کہ آجائے اور مسلمان ہو جائے حضور تیرے گناہوں کو معاف فرمادیں گے وہ اسی وقت دوڑتا ہوا خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہ قصیدہ انشاء کیا۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

میری محبوبہ جس کا نام سعاد ہے مجھ سے جدا ہوئی آج میرا دل مبتلا ہے

یہاں تک اس نے کہا کہ

ان الرسول لسیف

بے شک رسول ایسی شمشیر ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے

مھند من رمسلول	اللہ کی تلواروں میں سے تیز دھار والی
نبیت ان رسول اللہ ادعونی	مجھے خبر ملی ہے کہ اللہ کے رسول نے معافی کا مجھ سے وعدہ فرمایا ہے
والعفو عند رسول اللہ ماحول	اور اللہ کے رسول کا معاف فرمانا آپ کی خصلت کریمہ ہے

حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا سنو یہ کیا کہتا ہے۔

اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اس سے بہت خوش ہوئے اور اپنی چادر مبارک بطورِ انعام اسے پہنائی۔

وحشی قاتل حمزہ کا حال

وحشی سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہے تمام مسلمان اس کے قتل کرنے کے بہت درپے تھے اور حضور اکرم ﷺ نے اس کا حکم بھی فرمادیا تھا مگر وہ طائف چلا گیا اور وہیں رہنے لگا یہاں تک کہ جس زمانہ میں طائف کا وفد حضور کی خدمت میں جارہا تھا لوگوں نے کہا تو بھی وفد کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ جا

کیونکہ حضور قاصدوں کو قتل نہیں کرتے تو ان کے ساتھ چلا جا اور ایمان لے آ۔ اس پر ان کے ہمراہ بارگاۂ رسالت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا "اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمداً عبدہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو وحشی نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں میں وحشی ہوں فرمایا بیٹھ جا اور مجھے بتا کہ میرے چچا کو تو نے کس طرح شہید کیا ہے اس کے بعد حضرت حمزہ کی شہادت کی پوری کیفیت بیان کی پھر حضور ﷺ نے فرمایا میرے سامنے نہ آنا اور اپنا چہرہ مجھے نہ دکھانا وحشی کہتے ہیں کہ جب بھی میں بارگاۂ نبوت میں حاضر ہوتا تو میں آپ کے سامنے نہ آیا اور بھاگ کر آپ کے پس پشت بیٹھ جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ ہوئی تو میں بھی لشکر اسلام کے ساتھ اس جنگ میں چلا گیا اور وہ حربہ یعنی خنجر کا وار جس نے حمزہ کو شہید کیا تھا میں نے مسیلمہ کذاب پر پھینکا میں نہیں جانتا کہ وہ میرے حربہ کی ضرب سے مارا گیا یا اس کی تلوار کے زخم سے لیکن میں نے ایک عورت کو ایک چھت کے اوپر سے یہ کہتے سنا ایک سیاہ رو غلام نے مسیلمہ کو ہلاک کر دیا۔ منقول ہے کہ وحشی کہا کرتے تھے کہ

قتلت خیر الناس فی الجاھلیة وقتلت شر الناس فی الاسلام

میں نے زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر شخص کو قتل کیا اور زمانہ اسلام میں سب سے بدتر شخص کو قتل کیا ہے۔

غزوۂ احد کے بیان میں گزر چکا ہے کہ ایک جماعت اس کے دیکھنے کے لئے گئی تھی تا کہ حضرت حمزہ کے شہید کرنے کی کیفیت اس سے سنیں انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک گوشہ میں بھری مشک کی مانند کسی درد میں مبتلا بدصورت پڑا ہے پھر وحشی نے ان سے وہ کیفیت بیان کی بعض سیر کی کتابوں مس بارگاۂ رسالت میں وحشی کے آنے کو اس انداز سے نقل کیا ہے جو اثر سے خالی نہیں ہے اور اسے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور کی خدمت میں وحشی آیا اور اس نے کہا کہ میں حاضر ہوا ہوں اور مجھے امان دیجئے تا کہ میں آپ سے خدا کے کلام کو سنوں کہ اس میں میری مغفرت اور نجات ہے حضور نے فرمایا میں پسند کرتا تھا کہ تجھ پر میری نظر اس طرح پڑتی کہ تو امان کا مانگنے والا نہ ہوتا مطلب یہ کہ میں تجھے قتل کا حکم دیتا لیکن اب جبکہ تو نے امان مانگی ہے تو میں تجھے امان دیتا ہوں تا کہ تو خدا کا کلام سنے اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

وَ الَّذِیۡنَ لَا یَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ وَ لَا یَقۡتُلُوۡنَ النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ لَا یَزۡنُوۡنَ ۚ وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ یَلۡقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ یُّضٰعَفۡ لَہُ الۡعَذَابُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَ یَخۡلُدۡ فِیۡہٖ مُہَانًا ﴿۶۹﴾ (سورۃ الفرقان، آیت ۶۸)

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔ بڑھایا جائے گا اس پر عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔

وحشی نے کہا میں شرک میں مبتلا رہا ہوں اور میں نے ناحق خون بھی کیا ہے اور زنا کا بھی مرتکب ہوا ہوں کیا ان حالتوں کے ساتھ حق تعالیٰ مجھے بخش دے گا اور اس پر حضور خاموش رہے اور کچھ نہ فرمایا پھر یہ آیۃ نازل ہوئی

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ (پ۱۹، سورۃ الفرقان، آیت ۷۰)

مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔

وحشی نے کہا اس آیت میں شرط کی گئی ہے کہ گناہوں سے مغفرت اسے حاصل ہوگی جو گناہوں کے بعد توبہ کرلے اور اس سے عمل صالح وجود میں آئیں ممکن ہے کہ مجھ سے وجود میں نہ آئے میں تو آپ کے زیر سایہ ہوں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۴۸)

بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔

وحشی نے کہا اس آیت میں مغفرت مشیت الٰہی کے ساتھ وابستہ ہے ممکن ہے کہ میں ان لوگوں میں ہوں جن کے ساتھ حق تعالیٰ کی مشیت مغفرت میں وابستہ نہ ہو اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (پارہ ۲۴، سورۃ الزمر، آیت ۵۳)

تم فرماؤ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔

وحشی نے کہا اب میں کوئی قید اور شرط نہیں دیکھتا اور اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ بندوں کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے بغیر قید مشیت اور شرط توبہ کے اگرچہ شرک ہو لیکن مذہب یہ ہے کہ یہ بات واضح ہے کہ آخرت میں عذاب کا ہونا بحکم نص قرآن وحدیث متحقق الوقوع ہے۔

اگر کوئی کہے کہ بعد از وقوع جزا وعقاب وعذاب بالآخر غفور رحمت ومغفرت ظہور میں آئے گی اور یہ بات خلود وابدیت کے منافی ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا

خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ا (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۵۷) ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

صفحہ نمبر ۲۵۱ خالی ہے اُس پر مواد پرنٹ ہونے سے رہ گیا ہے۔

جب وہ جہنم میں ہوں گے تو ہمارے معبود بھی جہنم میں ہوں گے؟ حضور نے فرمایا

ویلک ما اجھلک بلسان قومک خرابی ہو تیری تو اپنی قوم کی زبان سے کتنا جاہل ہے

اس میں کلمہ "ما" کی طرف اشارہ ہے جو غیر ذوی العقول کے لئے ہے جس طرح کہ نحو کی کتابوں میں مسلمہ قاعدہ ہے اسی بناء پر "والسماء و ما نبھا" جیسے اقوالِ الٰہیہ میں تاویل کرتے ہیں۔

اب رہی وہ عورتیں جن کے قتل کا حکم روزِ فتح مکہ صادر فرمایا گیا وہ چھ ہیں ان میں کچھ مامون ہوئیں اور کچھ مقتول ہوئیں۔

ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان کا حال

پہلی عورت ہندہ بنت عتبہ ابوسفیان بن حرب کی بیوی تھی اس کا قصہ حضور اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے کے بارے میں مشہور ومعروف ہے خصوصاً روزِ احد اس نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مثلہ کیا۔

اربابِ سیر کہتے ہیں کہ بعد فتح جس وقت عورتیں حضور ﷺ سے بیعت کرنے کے لئے آئیں تو یہ بھی اپنے منہ پر نقاب ڈال کر ان کے درمیان آئی اور مسلمان ہوگئی اس کے بعد اس نے منہ سے نقاب اُٹھا کر کہا میں ہندہ بنت عتبہ ہوں حضور ﷺ نے فرمایا جب مسلمان ہو کر آئی ہے تو اچھا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے جب حضور نے آیۂ بیعت تلاوت فرمائی جس میں "یسرقن" چوری نہ کریں تو ہندہ نے کہا یا رسول اللہ ابوسفیان خرچ دیتے ہیں اگر ان کے مال سے اتنا لے لوں جو بچوں کے لئے ضروری ہے تو جائز ہوگا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس قدر مال لے سکتی ہے جس سے بچوں کی جائز ضرورتیں پوری ہوسکیں جب فرمایا "ولایزنین" اور زنا نہ کریں تو ہندہ نے کہا "ھل تزنی الحرۃ" کیا آزاد عورت زنا کرتی ہے؟ اس نے زنا سے اپنی پاکیزگی کی طرف اشارہ کیا۔ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ روئے زمین پر کوئی خیمہ نشین ایسا نہیں تھا جس کی خواری کو آپ سے زیادہ محبوب رکھتی تھی اب جو صبح کی ہے تو حال یہ ہے کہ روئے زمین پر کوئی خیمہ نشین ایسا نہیں ہے جس کی عزت کو آپ سے

زیادہ محبوب رکھتی ہوں حضور نے فرمایا"ایضاً" یعنی ایسا ہی ہے۔حدیث کے شارحین نے "ایضاً" کے دو معنی بیان کئے ہیں ایک معی یہ کہ جتنا تیرے دل میں ایمان زیادہ جڑ پکڑے گا اتنا ہی تیرے دل میں محبت زیادہ ہوگی دوسرے معنی یہ کہ تیری نسبت میرا بھی یہی حال تھا پہلے معنی زیادہ بہتر و ظاہر ہے۔اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے قرآنِ کریم کی تلاوت فرمائی ظاہر مراد آیت بیعت ہے اس کے بعد ہندہ نے کہا میری خواہش ہے کہ ہاتھ سے ہاتھ ملا کر آپ ﷺ کی بیعت کروں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ کے ذریعہ بیعت نہیں کرتا اور میرا سو عورتوں سے بیعت فرمانا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک عورت سے۔حضور کی بیعت عورتوں کے ساتھ زبانی تھی دست سے نہ تھی جیسا کہ گزرا۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ بی بی ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب واپس گھر گئیں تو گھر کے تمام بتوں کو توڑ ڈالا اور کہا اے بتوں ہم تمہارے غرور اور فریب میں مبتلا تھے اور دو بکریاں ہدیے کے طور پر حضور کی خدمت میں بھیجیں اور معذرت خواہی کی کہ ہمارے پاس بکریاں کم ہیں۔حضور اکرم ﷺ نے بکریوں میں برکت کی دعا فرمائی پھر حضور اکرم کی دعا کی برکت سے ان کی بکریاں حق تعالیٰ نے بہت زیادہ کردیں۔بی بی ہندہ فرماتی ہیں کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی دعا کی برکت ہے کہ ہماری بکریاں زیادہ ہوگئی ہیں۔

پڑتی ہے نوری بھرن اُمڈا ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشت کفر آتا ہے اہلا نور کا

حل لغات

بھرن، زور کی بارش، موسلا دھار بارش، ساون بھادوں کی بارش۔اُمڈا، اُڑ اُمڈنا، ابلنا، بھر آنا، جوش مارنا۔کشت، کھیتی باڑی۔اہلا، تعلق والا

شرح

نور کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے نور کا جوش مارتا ہوا دریا جاری ہے اے کفر کی کھیتی تو اپنا سر جھکا نور سے تعلق رکھنے والا آتا ہے۔

فتح ھی فتح

ویسے تو حضور اکرم ﷺ کے دنیا میں تشریف لاتے وقت کفر کا سر جھک گیا لیکن فتح بدر کے بعد مسلسل اسلام کا دریا ٹھاٹھیں مارتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور کفر نے نہ صرف سر جھکا لیا بلکہ اسلام کے قدموں پر گھٹنے ٹیک دیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (پارہ ۳۰، سورۃ النصر، آیت ۱،۲)

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔

تفسیر

مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو عرب ایک دوسرے سے ملتے اور کہتے کہ اہل حرم پر حضور ﷺ نے فتح پالی تو اس کے بعد آپ سے کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو اصحاب الفیل سے پناہ دی ایسے ہی اس سے پہلے جو بھی ان پر برائی کا ارادہ کرتا تو وہ بھی محفوظ رہے اسی لئے فتح مکہ کے بعد لوگ دین اسلام میں فوج درفوج ہو کر جنگ کے بغیر داخل ہونے لگے۔ (تفسیر روح البیان)

فائدہ

حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ اس سورۃ کے نزول والے سال مسلسل وفود حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے جیسے ''بنواسد و بنومرہ و بنوکلب و بنوکنانہ و بنوہلال وغیرہ'' اطراف واکناف سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف با سلام ہوئے۔

فائدہ

ابوعمر وابن عبداللہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت عرب میں ایک بھی کافر نہ تھا تمام عرب مسلمان ہو چکا تھا یعنی غزوہ حنین کے بعد تمام لوگ کوئی اکیلا کوئی وفد کے ذریعے مسلمان ہو گئے تھے۔

فائدہ

ابن عطیہ کی مراد بت کے پجاری کافر ہیں تو بجا کہا ورنہ بنو تغلب کے نصاریٰ تو رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ یہ جزیہ دے کر اپنے دین پر قائم رہے۔

علم غیب

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کو قبل از وقت علم دینا یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کیونکہ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ سورۃ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ (تفسیر روح البیان)

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کودیکھا ہوگیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

حل لغات

ناریوں کا، دوزخیوں کا۔ دور، زمانہ۔ کلیجہ، جگر۔ جل رہا تھا، غضبناک، سوختہ۔

شرح

جہنمیوں کا دور دورہ تھا نور کا دل غضبناک ہوکر جل رہا تھا اے حبیب خدا ﷺ نور نے جب آپ کو دیکھا تو اس کا جگر ٹھنڈا ہوگیا اب کفر کا زمانہ ختم ہوا اسلام کا دور شروع ہوا۔

دل جل رہا تھا نور کا

یہ اسلام کے ابتدائی دور کی طرف اشارہ ہے کہ کفار نابکار خود سید الابرار امام الانبیا ﷺ کو اذیتیں پہنچاتے اور اسلام کے نام لیواؤں کو بیہمانہ تکالیف سے دوچار کرتے۔

بعض بد بخت کافر حضور اکرم ﷺ کے سر انور پر کوڑا کرکٹ پھینکتے، آپ کے دروازہ پر خون ڈالتے، راستوں میں کانٹے وغیرہ بچھاتے اور آپ کے بدن اطہر پر پتھر پھینکتے تھے، یہ بد بخت ایسے شقی تھے کہ ان میں سے ایک نے سجدے کی حالت میں اتنی شدت سے گردن کو دبایا کہ قریب تھا آپ کی چشمان مبارک باہر نکل پڑیں۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضور کا گلا خوب شدت سے گھونٹا ابوبکر صدیق درمیان میں آگئے اور حضور کو بچایا۔ اس بد بخت نے حضرت ابوبکر صدیق کی داڑھی اور سر کو اس زور سے گھسیٹا کہ داڑھی کے اکثر بال کھینچ گئے اور اس نے ان کا سر پھاڑ دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے ان کے سر اور منہ پر اتنی جوتیاں ماریں کہ وہ بیہوش ہوکر گر پڑے مگر ابوبکر صدیق برابر یہی نصیحت فرماتے۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ا (پارہ ۲۴، سورۃ المومن، آیت ۲۸)

کیا ایک مرد کو اس پر مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے۔

یہ قول آلِ فرعون کے مومن کا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرعونیوں سے کہتا تھا۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحن کعبہ میں کھڑے تھے اتنے میں عقبہ بن ابی معیط لعنۃ اللہ سامنے سے آیا اور اپنی چادر کو حضور کی گردن مبارک میں ڈال کر

گھسیٹا اور اتنی شدت سے لپیٹا کہ حضور کا گلا گھٹ گیا حضرت ابوبکر صدیق نے اس بد بخت کو کندھے سے پکڑ کر حضور سے دور کیا اور فرمایا

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ا(پارہ ۲۴، سورۃ المومن، آیت ۲۸)

کیا ایک مرد کو اس پر مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں مومن آل فرعون سے حضرت ابوبکر افضل ہیں اس لئے کہ مومن آل فرعون نے زبانی مدد پر اکتفاء کیا اور حضرت ابوبکر نے زبان و ہاتھ اور قول و فعل سے مدد کی۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خصوص میں حضرت ابوبکر کے سب سے زیادہ شجاع و بہادر ہونے کے قائل ہیں۔

اسی ضمن میں سب سے زیادہ عجیب قصہ وہ ہے جو بخاری میں مروی ہے کہ ایک حضور کعبہ معظّمہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے قریش ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ تم اس شخص کو دیکھ رہے ہو پھر اس نے کہا تم میں کوئی ایسا ہے جو فلاں قبیلہ سے ذبح کردہ اونٹ کی اوجھ اُٹھا لائے۔ ایک روایت میں مشیمہ یعنی آنول آیا ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد غلاظت نکلتی ہے پھر جب حضورﷺ سجدے میں جائیں تو وہ ان کے کندھوں پر رکھ دے اس پر بد بخت عقبہ بن ابی محیط اُٹھ کھڑا ہوا اس نے اونٹ کی اوجھ لا کر حضور اکرمﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی حضورﷺ اس حال میں رہے اور سر مبارک سجدے سے نہ اُٹھایا اور وہ سب کھڑے ہنستے رہے اور ہنسی میں لوٹ پوٹ ہوتے رہے یہاں تک کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں انہوں نے حضور اکرمﷺ کے شانے سے اس اوجھ کو اُٹھا کر پھینکا اور ان بدبختوں کو بُرا بھلا کہتی رہیں پھر جب آپ نے نماز مکمل فرمالی تو حضور اکرمﷺ نے ان پر بد دعا فرمائی فرمایا

اللھم علیک بقریش یعنی اے خدا ان بد بخت قریشیوں کو تیرے حوالے کرتا ہوں

چنانچہ آپ کی اس بد دعا کے اثر سے ابوجہل وغیرہ روزِ بدر ذلت و ہلاکت کے ساتھ مارے گئے اور لعنت کے گڑھے میں جھونکے گئے جیسا کہ باب الغزوات میں آئے گا۔ حضور اکرمﷺ نے کفار کی اذیتوں اور گستاخیوں پر بے حد صبر فرمایا لیکن جب ان کی گستاخیاں حد سے بڑھ گئی اور انہوں نے اس نماز میں جو خدا کی حضوری کا مقام ہے بے ادبی کی تو بارگاہ ایزدی کی طرف سے وہ پہنچا جس کے وہ مستحق تھے "نعوذ باللہ من غض الحلیم" حلیم نے اگرچہ برداشت کی حد کر دی لیکن جب وہ حد سے بڑھ گئے اور رسوا کرنے لگے تو ان کا انجام یہ ہونا ہی تھا۔

مسلمانوں کو اذیتیں پہنچانا

کفار حضور اکرم ﷺ کی طرح کمزور اور ناتواں صحابہ کو بھی اذیتیں دیتے تھے تاکہ وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔ حضرت بلال کی گردن میں رسی باندھ کر بچوں کے حوالے کردیتے اور بچے انہیں مکہ کی گلی کوچوں میں گھسیٹتے پھرتے۔ اس رسی سے ان کی گردن زخمی ہو جاتی امیہ بن خلف جو حضرت بلال کا مالک تھا ان کو مکہ کے ریگزاروں میں لے جاتا اور انہیں گرم ریت پر ننگا لٹا کر تپتا ہوا ایک بڑا پتھر ان کے سینہ پر رکھتا اور ان کے بدن پر داغ دیتا اور کبھی دھوپ میں لٹا کر لاٹھیوں سے پیٹتا لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر احد احد جاری رہتا یہاں تک کہ بلال کو سانس لینا دشوار ہو گیا اور عذاب کی تلخی ایمان کی چاشنی سے بدل گئی۔ ایک دن وہ اس عذاب میں مبتلا تھے کہ حضرت ابوبکر ان کے پاس پہنچ گئے اور انہیں امیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کردیا اس پر حضور نے فرمایا اے ابوبکر بلال کے خریدنے میں مجھے کیوں شریک نہ کرلیا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے ان کو اسی وقت آزاد کردیا تھا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ماں باپ طرح طرح کی اذیتیں دیا کرتے تھے ایک روز انہیں کافر ریت پر لٹا کر اذیتیں دے رہے تھے کہ ادھر سے حضور اکرم ﷺ گزرے انہیں اذیت میں دیکھ کر فرمایا اے ابن یاسر صبر کرو تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ ابوجہل لعین نے عمار کی والدہ کی اندام نہانی میں نیزہ مار کر شہید کردیا پھر ان کے والد کو شہید کردیا یہ اسلام میں سب سے پہلے شہید ہیں۔

ٹھنڈا کلیجہ نور کا

جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے اب جہاد کی اجازت ملی تو اعدائے اسلام کو چن چن کر ایسا تباہ و برباد کیا جن کے مرمٹنے پر مسلمانوں کے بالعموم اور صحابہ کے بالخصوص دل ٹھنڈے ہو گئے چند نمونے ملاحظہ ہوں

ابوجہل بُری موت مرا

ابوجہل کو دو نوجوان بھائیوں معوذ و معاذ نے مارا کہتے ہیں کہ جب ابوجہل کو ضرب لگائی تو اسے گرا لیا نیچے گرتے ہی اب بھی اس میں جان کی رمق ابھی باقی تھی۔ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں بھائی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور ابوجہل کے مارنے کی خبر پہنچائی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم دونوں میں کس نے اسے مارا ہے ہر ایک بھائی مدعی تھا کہ میں نے اسے مارا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کرلی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا نہیں تو آپ نے فرمایا اپنی تلوار دکھاؤ تو حضور نے تلوار کو ملاحظہ کر کے فرمایا تم دونوں نے اسے مارا ہے اور فرمایا ابو

جہل کا سامان معاذ کو دیا جائے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابو جہل واس حال میں دیکھا کہ اس میں جان کی کچھ رمق ابھی موجود تھی انہوں نے اس کا سر کاٹ لیا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔

لطیفہ

یہ بھی روایات میں آیا ہے کہ ابو جہل کا سر بو جھل تھا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دبلے کمزور بزرگ تھے انہوں نے ابو جہل کے سر کو اُٹھانے کے بعد اس کے نتھنوں میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر لائے۔

علم غیب

میدانِ کارزار سر د ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ابو جہل کی موت کی خبر کون دیتا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر گئے تو مذکورہ بالا حال دیکھ کر سر کاٹ لیا وہ بھی اس حال میں کہ اس کے سینہ پر بیٹھ کر داڑھی سے پکڑ کر پوچھا اس کے بعد وہی سوال و جواب ہوا جو اوپر مذکور ہوا۔

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو جا کر ابو جہل کی خبر لائے اس پر حضرت ابن مسعود گئے اور انہوں نے اسے مقتول پایا جسے عفراء کے دونوں فرزندوں نے قتل کیا تھا پھر حضرت ابن مسعود ابو جہل کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھے اور اس کی ناپاک داڑھی کو پکڑ کر فرمایا تو ہی ابو جہل ہے اللہ نے تجھے رسوا کیا اے دشمن خدا ابو جہل نے کہا اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ایک شخص کو اس کی قوم نے مار ڈالا کاش کہ مجھے کوئی غیر دہقانی مارتا۔ دہقان سے اس کی مراد انصاری تھی چونکہ انصار اہل زراعت تھے علماء فرماتے ہیں کہ اگر چہ ابو جہل کو اس امت کا فرعون کہا گیا ہے لیکن حقیقت میں یہ فرعون سے بدتر تھا اس لئے کہ فرعون جب غرق ہوا تو اس نے جان لیا کہ اس نے بُرا کیا تھا اور اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور دہائی مانگی تھی لیکن یہ بد بخت آخر دم تک اسی اپنے حال میں رہا اس کے بعد ابن مسعود نے اس بد بخت کا سر کاٹا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے حضور ﷺ نے فرمایا

الحمد للہ الذی اخزاک یا عدو اللہ

اللہ تعالیٰ ہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے جس نے تجھے ذلیل و خوار کیا اے دشمن خدا

ایک روایت میں یہ ہے کہ

الحمد للہ الذی نصر عبدہ واعز دینہ

یعنی اللہ ہی کو حمد ہے جس نے اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور اپنے دین کو عزت بخشی

اور فرمایا

مات فرعون ھذہ الامتر　　　　　اس امت کا فرعون مرگیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

ابولھب کا انجام بد

منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی فتح ہوئی اور اشقیائے مکہ کے مارے جانے کی مکہ معظّمہ میں خبر پہنچی تو ابولہب و دیگر کفار نے اظہار تعجب کیا ابوسفیان جو کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کا بیٹا تھا مکہ پہنچا تو ابولہب نے اس سے کہا اے میرے بھائی کے فرزند آؤ تم تحقیقی خبر رکھتے ہو۔ ابوسفیان بن الحارث نے کہا اے میرے چچا جب ہم نے اصحاب محمد ﷺ سے مقابلہ کیا تو سب اپنی جگہ خشک کھڑنک ہو کر رہ گئے اور یہی دیکھتے رہے کہ ہمارے ہتھیار ہمارے جسموں پر سے وہ اتار لیتے اور ہمارے ہاتھوں کو ہمارے کندھوں سے باندھ دیتے تھے اور ہم نے زمین و آسمان کے درمیان سفید لباس کے لوگ دیکھے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور کوئی بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔ ابورافع حضرت عباس کے غلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا خدا کی قسم وہ تو فرشتے تھے اس پر ابولہب انتہائی غیظ و غضب میں آیا اور اس نے میرے منہ پر مکہ مارا مجھے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا پھر میرے سینہ پر چڑھ کر لاتیں مارنے لگا حالانکہ میں ضعیف و کمزور شخص تھا میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت ام الفضل زوجہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے میرا جو یہ حال دیکھا تو انہوں نے موٹی چوب اُٹھا کر ابولہب کے سر پر ماری اور وہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے گھر چلا گیا سات دن کے بعد ''عدسہ'' کی بیماری نے اس پر حملہ کیا اور وہ مر گیا۔ عرب اس بیماری کو شوم و بُرا جانتے ہیں اس کے مرنے کے بعد خوف کی وجہ سے کوئی اس کے پاس نہ گیا اور وہ تین دن تک یونہی مرا پڑا رہا۔ تین دن کے بعد اجرت پر مزدور بلائے گئے تا کہ وہ اسے اُٹھا لے جائیں اور مکہ سے باہر گڑھا کھود کر اس میں دبا دیں اور اس پر پھت رکھ کر بند کر دیں۔

ابوالبحر ذی

حضور اکرم ﷺ نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ بنو ہاشم وغیرہ میں سے چند لوگ بجر و اکراہ کے ساتھ شامل ہو کر یہاں آئے ہیں جو ہم سے لڑنا نہیں چاہتے اگر ان میں کوئی تمہارے مقابل آ جائے تو تم اسے قتل نہ کرو۔ حضور اکرم ﷺ نے ان لوگوں کے نام بھی بتا دیئے تھے از انجملہ ابوالبختر ی عاص بن ہشام تھا جو مکہ میں حضور اکرم ﷺ کو کسی قسم کی اذیت نہ دیا کرتا تھا ابوالبختر ی کے ساتھ جنازہ بن ملیحہ بھی اس کا ردیف تھا مجذر بن زیادکی

نظر جو ابوالبختری پر پڑی تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تیرے قتل سے منع فرمایا ہے اس لئے تجھے چھوڑتا ہوں۔ ابوالبختری نے کہا میرے رفیق کو بھی مجذر نے کہا اللہ کی قسم ہم تیرے رفیق کو نہیں چھوڑتے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فقط تیرے چھوڑے کا حکم دیا ہے۔ ابوالبختری نے کہا تب اللہ کی قسم میں اور وہ دونوں جان دیں گے میں مکہ کی عورتوں کا یہ طعن نہیں سن سکتا کہ ابوالبختری نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا جب مجذر نے حملہ کیا تو ابوالبختری بھی یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا اور مارا گیا

لن یسلم ان حرة زمیله حتی یموت او یری سبیله

شریف زادہ اپنے رفیق کو نہیں چھوڑ سکتا جب تک نہ مر جائے یا اپنے رفیق کے بچاؤ کی راہ نہ دیکھ لے۔

امیہ

حضور اکرم ﷺ کا بڑا دشمن امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے اسی امیہ کے غلام تھے امیہ ان کو اذیت دیا کرتا تھا تا کہ اسلام چھوڑ دیں مکہ کی گرم ریت میں پیٹھ کے بل لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینہ پر رکھ دیا کرتا تھا پھر کہا کرتا تھا یہ حالت پسند ہے یا ترکِ اسلام۔ اب اسی امیہ کا حشر دیکھئے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ وہ میدانِ جنگ سے بچ کر امیہ نکل جائے اس لئے اسے اور اس کے بیٹے کو لے کر ایک پہاڑ پر چڑھے اتفاق یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیا اور انصار کو خبر کر دی۔ لوگ دفعتہً ٹوٹ پڑے حضرت عبدالرحمٰن نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا لوگوں نے اسے قتل کر دیا لیکن اس پر بھی قناعت نہ کی اور امیہ کی طرف بڑھے امیہ چونکہ جسیم وثقیل تھا اسی لئے حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ تم زمین پر لیٹ جاؤ وہ زمین پر لیٹ گیا تو اس پر چھا گئے تا کہ لوگ اس کو مارنے نہ پائیں مگر لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن کی ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اس کو قتل کر دیا حضرت عبدالرحمٰن کی بھی ٹانگ زخمی ہوئی اور زخم کا نشان مدتوں رہا۔ (بخاری شریف)

نسخ ادیان کر کے خود قبضہ بٹھایا نور کا
تاجور نے کر لیا کچھ علاقہ نور کا

حل لغات

نسخ، منسوخ کرنا۔ ادیان، دین کی جمع، قبضہ، قابو میں کرنا۔ بٹھایا، جمایا، قائم کیا۔ تاجور، تاج والا۔ کچا، پختہ،

خالص، کھرا، علاقہ، حلقہ، ضلع، حکومت، تعلقہ، جاگیر، تخت، حدو بسر حدوغیرہ۔

شرح

قدیم دینوں کو منسوخ فرما کر منور اسلام کے قبضہ کو قائم فرمایا حضور اکرم ﷺ نے اسلامی نورانی حکومت کو پختہ و مضبوط فرمادیا۔

ناسخ و منسوخ

نسخ کا لغوی معنی ہے نقل کرنا اور بدلنا۔ اسی سے نسخ کتاب اور بمعنی ازالہ جیسے "نسخت الشمس الظل" آفتاب نے سایہ ہٹالیا۔

اور اصطلاح میں کسی عبارت کے پڑھنے کا حکم ختم کرنا جیسے آیۃ رجم یا صرف حکم منسوخ کرنا لیکن قراۃ کا حکم باقی ہو جیسے وصیت اقارب کی آیۃ یا ایک سال والی عدۃ وفات کی آیت یا دونوں (عبارت وقرآۃ) کو منسوخ کرنا جیسے مفسرین فرماتے ہیں کہ سورۃ احزاب سورۃ البقرہ کے برابر تھی پھر جو حکم منسوخ ہوتا ہے اس کے قائم مقام کبھی دوسرا حکم ہوتا ہے جیسے اقارب کی وصیت کے عوض آیۃ المیراث نازل ہوئی اور سال بھر مدت عدت وفات کا حکم منسوخ ہوکر چار ماہ دس دن کا حکم نازل ہوا بعض وہ ہیں کہ منسوخ کے بدلے میں کوئی حکم نہیں نازل ہوا جیسے عورتوں کی آزمائش۔ (تفسیر مظہری)

اصول تفسیر میں ناسخ و منسوخ ایک اہم مسئلہ ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک واعظ کو وعظ سنانے سے اس لئے منع فرمادیا تھا کہ اسے نسخ کا علم نہ تھا۔ اس مسئلہ پر متقدمین کی مستقل تصانیف بھی ہیں۔

(۱) امام ابوعبیدۃ القاسم بن سلام متوفی ۲۲۳ھ

(۲) امام ابوداؤد سجستانی صاحب السنن ابوداؤد متوفی ۲۷۵

(۳) ابوجعفر النحاس المتوفی ۳۸۸

(۴) ابن الانباری المتوفی ۳۲۸

(۵) مکی بن ابی طالب المتوفی ۳۱۳

(۶) ابن جوزی ۵۹۷

(۷) قاضی ابوبکر ابن العربی

(۸) ابن حزم

وغیرہ وغیرہ۔فقیر کی بھی ایک تصنیف اس موضوع میں ہے بنام "القول الرسخ فی المنسوخ والناسخ"
لغوی وشرعی معنی اوپر مذکور ہوا فقیر یہاں ایک جامع معنی عرض کرتا ہے تا کہ کسی مذہب کو اعتراض نہ ہو بالخصوص روافض کے
عقیدہ بد کا بھی رد ہو وہ یہ ہے کہ نسخ یہ ہے کہ حکم سابق جو اللہ کے نزدیک ایک معین مدت تک مقید ومحدود تھا اسے ختم کر کے
کسی دوسرے حکم موبد کو مقرر کرنا اور دیگر اعدائے اسلام نسخ کا انکار کرتے ہیں انہیں عقلی دلیل سے یوں سمجھایا جائے گا کہ
بے شک اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے لیکن وہ حکیم مطلق بھی ہے اس کے نسخ کی حکمت وہی ہے جو طبیب حاذق کسی
مریض کے لئے ابتداء میں ایک دوا تجویز کرتا ہے اور تجویز کے وقت ہی سے جانتا ہے کہ یہ دوا اس مریض کو ایک ہفتہ تک
کام دے گی ہفتہ گزارنے کے بعد اپنی تجویز کے مطابق اس نسخہ کے بجائے دوسرا نسخہ بدل دیتا ہے۔طبیب اور ڈاکٹر کا
دوسرا نسخہ بدلنا لاعلمی سے نہیں ہے بلکہ مریض کی کیفیت کی تبدیلی سے نسخہ تبدیل ہوا بعینہٖ یونہی سمجھئے کہ اس حکیم مطلق نے
اپنے مخلوق کے کوائف سے احکام اتارے وہ خواہ سابقہ امم کے احکام کا نسخ ہو یا حضور اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس کا نسخ اس
تغیر وتبدل سے اللہ تعالیٰ کے علم کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ ہمارے لئے ہے۔

رب کی شان تو یہ ہے کہ

لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَی ٥ (پارہ ١٦، سورۂ طٰہٰ، آیت ٥٢) میرا رب نہ بہکے نہ بھولے

لیکن احکام کی تشریع اور ان کی تبدیل یہ سب امور چونکہ منصب سے متعلق ہیں اس لئے انبیاء کے علاوہ کسی کو یہ
حق نہیں کہ وہ کسی بھی بناء پر اور کوئی بھی مصلحت وحکمت کا مدعی بن کر احکام خداوندی کے نسخ یا ان میں تغیر وتبدیل کا اپنے کو
اہل تصور کرے۔

فائدہ

شیخ جلال الدین سیوطی ابن الحصار سے نقل کرتے ہیں کہ نسخ کا دارومدار نقل صریح اور صحیح ہے نبی کریم ﷺ کی
جانب سے یا کسی صحابی سے اس طور پر وضاحت کے ساتھ کہ فلاں آیت فلاں آیت کے لئے ناسخ ہے اور نسخ کا فیصلہ اس
وقت کیا جائے گا جب کہ ہر دو آیات میں عارض قطعی ہو اور یہ معلوم ہو کہ ان میں کون سی آیت مقدم ہے اور کون سی موخر۔
نسخ کے بارے میں نہ تو عام مفسرین کا قول معتبر ہے اور نہ مجتہدین کا اجتہاد بغیر کسی نقل صریح اور حدیث صحیح کے کیونکہ نسخ
ایک حکم شرعی کے رفع اور اس کی جگہ دوسرے حکم شرعی کے تقرر کو زمانہ نبی کریم ﷺ میں متضمن ہے اور ظاہر ہے کہ احکامِ
شرعیہ کے رفع اور تقرر کا انتساب آنحضرت کے زمانہ کی طرف دلیل قطعی نقل صریح اور حدیث صحیح کے کیونکہ نسخ ایک حکم

شرعی کے رفع اور اس کی جگہ دوسرے حکم شرعی کے تقرر کو زمانہ نبی کریم ﷺ میں متضمن اور ظاہر ہے کہ احکامِ شرعیہ کے دفع اور تقرر کا انتساب آنحضرت ﷺ کے زمانہ کی طرف دلیل قطعی نقل صریح اور ثبوت تاریخ کا محتاج ہے رائے اور اجتہاد اس امر میں کسی طرح قابل اعتبار نہیں بعض لوگ اس مسئلہ میں افراط و تفریط کا طریقہ اختیار کرتے ہیں کوئی اخبار احادیث صحیحہ کو بھی (جو عند الاصولیین حجت شرعیہ اور اثبات احکام کے لئے کافی ہیں) معتبر نہیں جانتا اگر چہ ان کا ثبوت بلا شبہ ثقہ اور عادل راویوں سے ہو اور بعض اہل ہر مجتہد کے اجتہاد اور ہر گمان کرنے والے کے ظن و تخمین کو کافی سمجھ لیتے ہیں۔ (اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۴)

قاعدہ

یاد رہے کہ نسخ کا محل صرف احکام عملیہ اور فرعیہ ہیں یعنی ان احکام کے قوالب اور صورتیں کہ ان میں بلحاظ اقوام اور حسب ضرورت و اوقات انبیاء کے توسط نسخ اور تغیر و تبدل ہوا ہے مثلاً نماز کسی پیغمبر کے زمانہ میں صرف تسبیح و تہلیل اور دعا تھی تو کسی دوسرے پیغمبر کے عہد میں اس میں رکوع و سجود اور بعض دیگر ارکان و شرائط کا اضافہ کر دیا گیا۔ انبیاء سابقین کی شریعتوں میں دوگانہ نمازیں فرض تھیں حضور اکرم ﷺ کی شریعت میں نمازوں کی فرضیت پنجگانہ کر دی گئی حضور اکرم ﷺ نے حرمت خمر کے ساتھ ان برتنوں کے استعمال کو بھی حرام فرما دیا تھا جو شراب کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں تا کہ شراب کی نفرت دلوں میں پورے طور پر راسخ ہو جائے جب شراب سے نفرت قلوب میں جم گئی تو پھر ان اقسام ظروف اور برتنوں کی حرمت کا حکم رف فرما دیا گیا اور اجازت دے دی گئی کہ وہ برتن استعمال کر سکتے ہو جو برتن اہل عرب بالعموم شراب بنانے کے استعمال کرتے تھے فروعی احکام اور عملی جزئیات میں نسخ تورات و انجیل سے خود ثابت ہے (اہل کتاب) ہے محض عناد کی وجہ سے اہل کتاب حضور اکرم ﷺ کے دین کے نسخ کے منکر ہیں ورنہ یہود و نصاری مانتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے عہد میں دو حقیقی بہنیں ایک ساتھ ایک شخص سے نکاح میں جمع کرنا درست تھا چنانچہ لیا اور راحیل دو حقیقی بہنیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں جمع تھیں۔ (سفر تکوین باب ۲۹) اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جمع بین الاختین کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ (سفر احبار باب ۱۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بہت سے جانور حرام کر دیئے گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی حرمت منسوخ فرمائی جیسے کہ ارشاد ہے

وَلِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ . (پارہ ۳، سورۂ آل عمران، آیت ۵۰)

اور اس لئے کہ حلال کروں تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

فروعی احکام اور عملی جزئیات سے مراد وہ احکام ہیں جو شہوات نفس اخلاق رذیلہ سے اجتناب اور روح انسانی پر تاریکی پیدا کرنے والی چیزوں مثلاً زنا، قتل، جھوٹ، ظلم، بت پرستی کے ماسوا ہوں کیونکہ ان امور پر نہ کوئی دوسری شریعت منسوخ کرتی ہے اور نہ ہی کسی پیغمبر کی شریعت میں ایسا ہوا کہ یہ بھی حرام ہوں اور پھر کسی زمانہ میں ان کی حرمت منسوخ کردی جائے اسی طرح اصول عبادات مثلاً نماز، صدقہ، روزہ اگرچہ ان کی عملی تفاصیل میں نسخ ہوا ہو مگر ان تمام امور میں تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں متحد ہیں یہی مطلب ہے حق تعالیٰ کے اس فرمان کا

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (پارہ ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۳)

تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

اور یہی معنی آیت

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۹۰)

یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو۔

کہتے ہیں۔

اسی طرح ان تمام علوم و معارف میں بھی نسخ واقع نہیں ہوتا جو حق تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق ہیں اور نہ ان قصص وواقعات میں جو حضراتِ انبیاء کے واسطہ سے معلوم ہوئے اور اسی طرح قیامت اور احوالِ قیامت، جنت وجہنم اور جملہ امور نظریہ واعتقادیہ میں کبھی نسخ نہیں ہوا نہ خود ایک نبی کی شریعت میں ان امور میں کسی وقت کوئی تغیر وتبدل ہوا اور نہ ہی کسی شریعت نے دوسرے پیغمبر خدا کے بیان کئے ہوئے اعتقادی نظریات کو منسوخ کیا۔

فائدہ

نسخ کی یہ تفسیر وتشریح اصولیین کی اصطلاح کے پیش نظر ہے صحابہ اور تابعین کے دور میں نسخ کے مفہوم میں توسیع اختیار کی جاتی ہے عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید یا کسی مجمل کا بیان وتوضیح یا کسی حکم سابق کو بعد میں کسی شرط اور وصف کے ساتھ مقید کرنے یا کسی قید وصف سابق کے رفع کرنے کو بھی نسخ کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا تھا اسی وجہ سے متقدمین کے یہاں آیات منسوخہ کا عدد زائد معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض مفسرین نے تو پانچ سو تک آیات منسوخہ شمار کی ہیں۔

شیخ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الاتقان میں نسخ آیات پر مبسوط کلام فرماتے ہوئے شیخ ابن العربی کی تحقیق کے مطابق ان بیس آیات میں نسخ کا قول اختیار کیا اور اس کو متاخرین کی تحقیق قرار دیا۔حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ الفوز الکبیر میں ان مواقع کو ذکر کرتے ہوئے بہت سے مواقع پر تردد ظاہر کیا اور تمام قرآن میں صرف آیات میں نسخ کے قائل ہوئے۔مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی تصنیف ''القول الراسخ في المنسوخ و الناسخ''میں دیکھئے۔

جوگدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

حل لغات

لفظ توڑا کو اعلیٰ حضرت نے اپنے شعر کے ہر دو مصرعوں میں الگ الگ معنی کے لئے بڑے ایمان افروز طریقے سے استعمال کیا ہے پہلے مصرعہ میں توڑا (تھیلہ) اور بمعنی حصہ اور دوسرے میں بمعنی قلت۔

شرح

جس فقیر کو دیکھو سرکار کے درِ دولت سے نورِ ایمان سے حصہ لے رہا ہے حضور نور کی سرکار ہیں اس میں نور کی کیا کمی ہے اس شعر میں حضور کے صوری و معنوی جود و عطا کا بیان ہے۔معنوی جود کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ پندرہ سو یا کم وبیش صحابہ کرام تھے پانی ختم ہو گیا بارگاہ رسالت میں عرض کیا گیا حضور اکرم ﷺ نے اپنا دست رحمت ایک برتن میں ڈالا دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی پانچوں انگلیوں سے پانچ ندیاں پھوٹ پڑیں ہر ایک نے اپنے اپنے برتنوں میں پانی بھرا خود پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم ایک لاکھ افراد بھی ہوتے تو اس پانی سے سیر ہو جاتے اور پانی بچا رہتا اس کی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یوں ترجمانی کی

انگلیاں فرمائی ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر ندیاں پنجاب رحمت کی جاری واہ واہ

فائدہ

اس واقعہ معنوی جود صوری ہر دونوں کو شامل ہے آپ کے صوری جود کا بیان تفصیلی فقیر شرح حدائق جلد اول میں لکھ چکا ہے پھر بھی چند شواہد عرض کرتا ہے

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ اور آپ کے غلاموں کے متعلق فرماتا ہے

وَ الَّذِیۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الۡاِیۡمَانَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ یُحِبُّوۡنَ مَنۡ هَاجَرَ اِلَیۡهِمۡ وَ لَا یَجِدُوۡنَ فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوۡتُوۡا وَ یُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ وَ لَوۡ کَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ ؕ وَ مَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ

○ (پارہ ۲۸، سورۃ الحشر، آیت ۹)

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

صحیح بخاری میں یہ قصہ مذکور ہے کہ ایک بھوکا سائل جناب پیغمبر خداصلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا ہے آپ نے گھر میں دریافت کیا کہ کچھ کھانے کو ہے جواب آیا کہ صرف پانی آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کو اپنا مہمان بنائے۔ ایک انصاری نے کہا میں حاضر ہوں چنانچہ وہ اسے اپنے گھر لے گیا اور بیوی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کو کھانا کھلا وہ وہ بولی کہ صرف بچوں کی خوراک موجود ہے کہا کہ تو وہ کھانا تیار کر اور چراغ روشن کر کے کھانے کے وقت بچوں کو سلا دینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا جب یہاں بیوی اور مہمان کھانے پر بیٹھے تو بیوی نے بہانہ سے اُٹھ کر چراغ گل کر دیا میاں بیوی بھوکے رہے اور اس طرح ہاتھ چلاتے کہ گویا کھارہے ہیں۔ صبح کو وہ انصاری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رات اللہ تعالیٰ تمہارے نیک کام سے راضی ہوا اور "وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ" آیت نازل فرمائی۔

جب ۴ھ میں بنونضیر جلاوطن ہوئے اور ان کے اموال و اراضی و نخلستان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آئے تو آپ نے تمام انصار کو بلا کر فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو میں بنونضیر کے اموال تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کر دیتا ہوں اور مہاجرین تمہارے گھروں اور اموال میں بدستور رہیں گے اور اگر تم چاہتے ہو تو یہ اموال مہاجرین کو بانٹ دیتا ہوں اور وہ تمہارے گھروں اور اموال سے بے دخل ہو جائیں گے۔ حضرات سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان اموال کو آپ مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے وہ ہمارے گھروں اور اموال میں بدستور رہیں گے یہ سن کر انصار بولے یارسول اللہ ہم اس پر راضی ہیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدایا تو انصار اور ابنائے انصار پر رحم فرما۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال بنی نضیر صرف مہاجرین میں تقسیم فرمادیے۔ (زرقانی وفتوح البلدان صفحہ ۲۶)

۸ھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن الحضرمی کو بغرض تبلیغ ولایہ بحرین میں بھیجا منذر بن ساوی حاکم بحرین اور وہاں کے تمام عرب ایمان لائے باقی اہل بحرین (مجوس، یہود و انصار) نے جزیہ پر صلح کر دی رسول

اللہ ﷺ نے انصار کو بلایا تا کہ بحرین کا بھیجا ہوا جزیہ کو خراج انصار کے لئے لکھ دیں مگر انصار نے عرض کیا نہیں اللہ کی قسم ایسا نہ کیجئے یہاں تک کہ حضور ہمارے قریشی بھائیوں کے لئے اتنا ہی مال لکھ دیں۔

جب ۷ھ میں خیبر فتح ہوا تو مہاجرین کے حصہ میں اس قدر مال آیا کہ ان کو انصار کے نخلستان کی حاجت نہ رہی اس لئے انہوں نے وہ نخلستان جو بطورِ اباحت ان کے پاس تھے انصار کو واپس کر دیئے۔

حضور اکرم ﷺ جب طائف سے کوچ کر کے جعرانہ تشریف لائے جہاں حنین کی غنیمتیں جمع کی گئی تھیں اور وہ چھ ہزار بردے، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھا ایک اوقیہ چالیس درہم وزن کا ہوتا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ بکریاں اتنی زیادہ تھیں کہ ان کا شمار ہی نہیں ہوسکتا تو حضور نے دست جود و سخا کو لوگوں پر کشادہ فرمایا بالخصوص ان مولفۃ القلوب پر جن کے دلوں میں ابھی نورِ ایمان قوی نہ ہوا تھا اور حضرت زید بن ثابت کو لوگوں کو جمع کر کے لانے کا حکم دیا پھر بکریوں کو اور اونٹوں کو شمار کر کے لوگوں پر تقسیم فرمایا ہر شخص کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں اگر وہ پیادہ تھا عنایت فرمائے اور اگر سوار تھا تو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں مرحمت فرمائیں اور ایک گھوڑے سے زیادہ کا حصہ نہ دیا۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ تمام نقدیوں کو حضور اکرم ﷺ کے پاس جمع کیا گیا تھا ابو سفیان بن حرب آ کے کہنے لگا یا رسول اللہ آج آپ تمام قریش سے زیادہ تونگر ہیں حضور اکرم ﷺ نے تبسم فرمایا ابو سفیان نے کہا اس میں سے کچھ مجھے بھی عطا فرمائیے حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ ان کو انعام میں دو ابو سفیان نے کہا میرے بیٹے یزید کو بھی حصہ عنایت فرمائیے۔یزید اس کے بڑے بیٹے کا نام تھا اور یزید بن معاویہ کا اپنے چچا پر نام رکھا گیا تھا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ اور دے دو اس پر ابو سفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں خدا کی قسم آپ زمانہ جنگ میں بھی کریم تھے اور زمانہ آشتی میں تو بہت ہی کریم ہیں۔آپ از حد مروت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اسی طرح حکیم بن حزام کو سو اونٹ دے دیئے آپ نے محسوس فرمایا کہ وہ اور زیادہ چاہتا ہے تو فرمایا سو اونٹ اور دے دو اور رؤساء عرب کی جماعت کثیرہ کو جیسے سہل بن عمرو، صفوان بن امیہ، جو لطیف بن عبد العزیٰ، اسید بن حارثہ ثقفی، حارث بن ہشام برادر ابو جہل، قیس بن عدی، اخرع بن حابس تمیمی وغیرہ اس کے علاوہ اور لوگوں کو مثلاً علاء بن جاریہ ثقفی، مخزمہ بن نوفل، سعید بن یربوع، عثمان بن نوفل، ہشام بن عمرو عامری وغیرہ کو پچاس پچاس اونٹ دیئے۔علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ عطایا مجموعہ غنائم میں سے مرحمت فرمائے یا خمس میں سے

ایک جماعت کاخیال ہے کہ خمس میں سے تھے ایک جماعت کہتی ہے کہ مجموعہ غنائم میں سے تھے یہ قول راجح تر ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے تمام اموال ونقود کولشکر اسلام اور اہل مکہ وغیرہ پر صرف فرمایا اور انہیں خوش کیا کچھ وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے تھے ایمان لے آئے اور وہ لوگ جو ضعیف الایمان تھے حصولِ رضا وخوشنودی کے سبب ان میں تقویت پیدا ہوئی۔

ارباب سیر کہتے ہیں اسی دوران ایک گھاٹی سے حضور اکرم ﷺ کا گزر ہوا صفوان بن امیہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا وہ گھاٹی بکریوں اور مویشیوں سے بھری ہوئی تھی صفوان گھور گھور کر انہیں دیکھتا تھا اور اس کی نظر بھرتی نہ تھی۔ حضور ﷺ نے گوشۂ چشم سے اس کیفیت کو ملاحظہ فرمایا اور کہا کیا یہ تجھے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اس نے کہا ہاں حضور ﷺ نے فرمایا ان سب کو میں نے تجھے بخشا صفوان نے ان سب کو فوراً اپنے قبضہ میں لے لیا اور کہنے لگا خدا کی قسم کوئی شخص داودہش میں اتنی سخاوت نہیں کرسکتا بجز حق تعالیٰ کے نبی کے۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا اور مؤلفۃ القلوب میں داخل ہوگیا عرب کے بعض نادانوں اور جفا شعاروں سے ضمن میں حضور نے آزار بھی اُٹھایا اور فرمایا

رحم اللہ موسیٰ او ذی با کثر من ھذا فصبر

اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحمت فرمائے وہ اس سے زیادہ ستائے گئے ہیں مگر صبر کیا۔

عیینۃ بن حصن اور اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عباس بن مرداس کو سو سے کم اونٹ دیئے وہ غصہ میں گیا اور یہ شعر کہنے لگا

اتجعل نھبی رنھبت العنیل　　بین عینیہ والا قرع

وما کنت دون امرء منھا　　ومن تصع الیوم لا یرفع

اور اس سے ایک شعر یہ بھی ہے جو نحو کی کتابوں میں غیر متصرف کے باب میں آتا ہے

وما کان حصن ولا حابس　　بفوقان مرراس فی مجمع

مطلب یہ کہ عباس بن مرداس اپنے باپ مرداس پر حصن وحابس کے اوپر فخر کرتا ہے جو عینیہ اور اقرع کے باپ ہیں جب یہ اشعار حضور اکرم ﷺ کی سمع مبارک میں پہنچ تو فرمایا

اقطعوا عنی لسانہ　　مجھ سے اس کی زبان کو قطع کرو

توحضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے اونٹوں کے احاطہ میں لے گئے اور سو اونٹ دے دیئے پھر وہ سب

سے زیادہ خوش ہوگیا حضور اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا تو میری بدگوئی میں شعر کہتا ہے اس پر اس نے عذر خواہی کی اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنی زبان میں ایسی سرسراہٹ محسوس کرتا رہتا ہوں جیسے چیونٹی چلتی ہے جب تک کہ میں کوئی شعر نہ کہوں اور میں شعر گوئی میں مجبور و بے اختیار ہوں حضور ﷺ نے تبسم کناں ہو کر فرمایا عرب شعر گوئی کو نہیں چھوڑ سکتے جس طرح اونٹنی اپنے بچے کو نہیں چھوڑ سکتی۔

بعض سیر کی کتابوں میں آیا ہے کہ جب حضور کے سمع مبارک میں یہ اشعار پہنچے تو فرمایا تو نے ایسا کہا ہے کہ

اتجعل نهبی و نهبت العنید　　　　بین عینیه و الاقرع

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس مصرعہ کو موزوں اور مقفی نہ دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ "بین العینیه والا قرع" ہے اس طرح کہو چاہے اس طرح فرمایا دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ شاعر نہیں ہیں اور آپ کے لئے شعر گوئی سزاوار ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا

وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ (پارہ ۲۳، سورۂ یٰسین، آیت ۶۹)　　اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا۔

بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہ نو طیبہ میں ہے بٹتا مہینہ نور کا

حل لغات

بھیک، خیرات۔ کاسہ، پیالہ، کشکول فقرانہ۔ ماہ نو، نیا چاند۔ طیبہ، مدینہ مکرم کا نام۔ بٹتا ہے، تقسیم ہوتا ہے۔

شرح

اے امتی سرکارِ کونین ﷺ سے بھیک (خیرات) لے جلد تر فقیرانہ کشکول لے آ۔ نئے چاند میں مدینہ طیبہ میں سارے مہینے کا نور تقسیم ہوتا ہے۔

اس شعر میں

انما انا قاسم و الله یعطی　　　　بے شک میں قاسم ہوں اور اللہ دیتا ہے

کی طرف اشارہ ہے اور اس حدیث شریف کے متعلق شرح حدائق میں مفصل اور بار بار عرض کیا جا چکا ہے۔

رنگے ہوئے دیکھ تازیبا ہے دعویٰ نور کا
مہر لکھ دے یاں کے ذروں کو مچلکہ نور کا

حل لغات

نازیبا، ناموزوں۔ دعویٰ، استحقاق، خواہش، مانگ حق۔ مہر، سورج۔ یاں، یہاں کا مخفف۔ ذروں، ذرہ کی جمع، وہ چھوٹے ریزے جو سورج کی شعاع کے ساتھ زمین پر یا روزن میں دکھائے دیتے ہیں۔ مچلکہ، اقرار نامہ۔

شرح

کسی کو حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں نوری ہونے کا دعویٰ کرنا غیر موزوں اور بے محل ہے اے سورج مدینہ منورہ کے ذروں کو نوری ہونے کا اقرار نامہ لکھ دے۔

اصلی نور

بعض بد قسمت حضور اکرم ﷺ کو نور ماننے کو تیار نہیں اس کے برعکس احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اصل نور تو آپ ﷺ ہیں باقی جو شے نور ہے وہ آپ کے طفیل ہے بلکہ سورج کو اپنے نور ہونے کا بڑا دعویٰ ہے چاہیے کہ وہ ذرات مدینہ کو اقرار نامہ لکھ دے کہ میں کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے یہاں کا ہے۔ اللہ اللہ کیا ہی پیدا عقیدہ ہے۔

عقیدۂ اسلاف

نہ صرف امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اسلاف صالحین رحمہم اللہ کا بھی یہی عقیدہ ہے چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔

حضرت ملا علی قاری جمع الوسائل شرح الشمائل میں ارقام فرماتے ہیں کہ

تشبیہ بعض مفاتہ بخوالشمس و القمر وانما جری علی عادۃ الشعراء و العرب و الا فلا شی یعادل شیئا من اوصافہ اذھی اعلیٰ و اجل من کل مخلوق

سید عالم ﷺ کی بعض صفات کو شمس و قمر سے تشبیہ دینا شاعروں اور عربی ادیبوں کی عام عادت ہے ورنہ حضور اکرم ﷺ کی کسی بھی صفت سے کوئی شے برابری نہیں کر سکتی کیونکہ آپ کی ہر صفت تمام مخلوق سے بلند و بالا اور افضل و اکمل ہے۔

شمائل ترمذی اور مشکوٰۃ شریف میں ہے

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ افلج الثنتین اذا تکلم رای کالنور یخرج من بین ثنایاہ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کے سامنے دو دندانِ مبارک کے خلا سے نور نکلتا آتا ہے۔

نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۲۲۴ میں ہے

اذا کشف ﷺ عن اسنانم وحال فخلہ ظہر من فمہ بیاض واسنانہ لمعان کلمعان البرق

جب رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے ہوئے اپنے دندانِ مبارک کو ظاہر کرتے تو حضور اکرم ﷺ کے دندان مبارک کی چمک روشنی کی مانند ہوتی۔

استیعاب

ایک دفعہ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل میں حضرت عامر بن واثلہ تابعی نے سید دو عالم ﷺ کی شانِ قدوسیت کے متعلق ایک قصیدہ پڑھا جس کا دل آویز اور مسرت افزا شعر یہ تھا

إن النبی ھو النور الذی کشطت   بہ عمایات ماضینا وباقینا

بے شک حضور اکرم ﷺ ایسے نور ہیں جس کے سبب اگلے اور پچھلے سب اندھیرے دور ہو گئے۔

فائدہ

اگر حضور اکرم ﷺ نور نہ ہوتے یا آپ کو نور کہنا شرعاً درست نہ ہوتا تو حضرت عبداللہ بن عباس ان کو ضرور منع کر دیتے۔

اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضور اکرم ﷺ نور تھے اور آپ کو بہانگ دہل نور کہنا چاہیے۔

عن انس قال لما کان الیوم الذی دخل رسول اللہ ﷺ اضاء منہا کل شیئ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۷، ابن ماجہ صفحہ ۱۲۹، طبقات ابن سعد)

حضرت انس فرماتے ہیں جس دن آفتاب رسالت مدینہ طیبہ میں طلوع ہوا تو مدینہ طیبہ کی ہر چیز روشن ہو گئی۔

شرح شمائل میں حضرت ملا علی قاری اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ای تنور جمیع اجزاء المدینۃ نورا ھیا ان کل شیئ فی العالم کانہ اقبتس النور من المدینۃ فی ذالک الیوم

مدینہ منورہ کے تمام حصے حقیقۃً روشن ہو گئے اور یہ نور حسی طور پر محسوس ہوا اور اس دن کائنات کا ذرہ ذرہ مدینہ طیبہ کے انوارِ تجلیات سے مالا مال ہو گیا۔

امام مناوی نے اس حدیث کی وضاحت یوں فرمائی ہے

ان الموازیہ ان کل جزع من اجزاء المدینۃ اضاء ذالک الیوم حقیقۃ وتیف لا یضئی لہ ذالک وقد کانت ذاتہ ﷺ کلھا نورا وسماہ اللہ نورا وکان کل شیئ فی العالم اقتباس النور واخذہ المدینۃ فی ذالک الیوم (شرح شمائل جلد۲ صفحہ ۲۰۹)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مدینہ منورہ کا ہر جزو (حصہ) اس دن حقیقی طور پر نورانی ہو گیا ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ نبی کریم نور مجسم ﷺ کی ذات والا سراسر پیکر نور تھی خداوند عالم نے آپ کا اسم گرامی نور رکھا عالم رنگ و بو کی ہر چیز نے اپنی اپنی حیثیت اور استعداد کے مطابق اس دن مدینہ منورہ کے نور سے حصہ پایا۔

شمائل ترمذی میں ہے سیدنا امام حسن فرماتے ہیں کہ میرے ماموں جناب ہند بن ابی ہالہ حضور اکرم ﷺ کی نعمت اور اوصافِ شریفہ بیان کرنے میں ایک خاص مقام رکھتے تھے ایک بار میں نے ان سے عرض کیا ماموں جان! نانا پاک سید لولاک ﷺ کا حلیہ مقدسہ بیان فرمائیے تا کہ اس سے لطف اندوز ہو سکوں

فقال کان رسول اللہ ﷺ فخما مفخما یتلا لوء وجھہ تلا لوا القمر لیلۃ البدر

تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ عظیم شان والے اور بلند مرتبہ والے تھے آپ کا چہرہ انور ایسا روشن اور تاباں تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا اور روشنی دیتا ہے۔

ومعنی یتلا لوء یضیئی ویشرق کاللولوء قولہ تلا لوء القمر لیلۃ البدر ای مثل تلالوء القمر لیلۃ البدر یتلالو. (شرح شمائل محمد صفحہ ۲۳)

یضیئ معنی روشن ہونے اور چمکنے ہیں جیسے موتی چمکتا ہے اور " تلاء القمر لیلۃ البدر " کے معنی یہ ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ کا چہرہ انور اس طرح چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔

مواہب اللدنیہ صفحہ ۲۷۱ میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کے تبسم کی کیفیت ان روشن الفاظ میں بیان کرتے ہیں

وإذا ضحک ﷺ یتلألأ فی الجدر (رواہ البزار والبیہقی)

جب رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے تو حضور کا نور دیواروں پر چمکتا تھا۔

امام قسطلانی شارح صحیح بخاری حدیث کے معنی بیان فرماتے ہیں

ای یضیئی فی الجدر بفم لحیم والدال جمع جدار وهو الحائط ای یشرق نوره علیها اشراقا کاشراف الشمس علیها

حضور اکرم ﷺ کا نور دیواروں پر ایسا چمکتا اور روشن ہوتا تھا جیسے سورج کی روشنی دیواروں پر پڑتی ہے اور چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

ملاعلی قاری شرح شمائل میں لکھتے ہیں

انه ﷺ کان اذا ضحک یتلا لا فی الجدر ای یسبرق نوره علیه اشراقا کاشراق الشمس علیها

حضور اکرم ﷺ جب مسکراتے تو دیواریں چمک جاتیں جیسا کہ سورج کی روشنی سے دیواریں روشن اور چمکدار ہو جاتی ہیں۔

نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ میں ہے حضرت قیس بن زید جذام کی مہلک بیماری میں مبتلا تھے دافع البلاء والوباء نبی کریم ﷺ کے دربارِ فیض بار میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوئے سرورعالم ﷺ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور دعائے صحت فرمائی تو زبانِ نبوت کے دعائیہ کلمات حضرت قیس کے لئے جامِ صحت ثابت ہوئے آناً فاناً جذام دور ہو گیا اور چہرہ روشن ہو گیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے صحت یاب ہو گئے۔

دعائے نبی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

آپ سو سال تک زندہ رہے سر اور داڑھی کے تمام بال سفید ہو گئے مگر جہاں حضور اکرم ﷺ نے دست ہمایونی پھیرا تھا وہ بال سیاہ چمکیلے عالم شباب کی طرح خوبصورت ہی رہے۔

زندگی کی اتنی منزلیں طے کرنے کے باوجود ان کی جوانی برقرار رہی

ولم یشب ببرکة علیه السلالم وکان یدهی الاغر لما فی وجهه من النور

منبع الجود والکرم ﷺ کی برکت سے بوڑھے نہ ہوئے اور لوگوں میں ان کا نام (نورانی چہرے والا) پڑ گیا تھا کیونکہ دست نبوت نے ان کے چہرہ کو پُرنور بنا دیا تھا۔

کتاب الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ میں ہے حضرت قتادہ بن ملجان بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے سراجاً منیرا

کی شانِ اقدس والے رسول اللہ ﷺ نے ان کے چہرہ اقدس پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا یک ان کی دنیا بدل گئی اور ان کا چہرہ شفاف آئینہ کی طرح ہو گیا۔

فكان بوجه بريق حتى كاف ينظر وجهه كما ينظر فى المراة

ان کا چہرہ ایسا نورانی ہو گیا کہ آئینہ کی مانند ان کے چہرہ میں دوسری چیزیں دیکھی جاتی تھیں۔

حضرت ابوالعلاء اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوا ایک شخص مکان کے پیچھے سے گذرا "فرایته فی وجهه" نے اس گزرنے والے کو حضرت قتادہ کے چہرہ میں آئینہ کی مثل دیکھا۔ (حجۃ اللہ العالمین علامہ یوسف نبہانی صفحہ ۴۳۷)

مواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۱۴۳ میں ہے کہ قبیلہ بنی سعد کی عورتوں کی ایک جماعت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئی جن میں حضرت حلیمہ بھی شامل تھیں جب وہ آفتاب رسالت حضرت محمد ﷺ کو لینے کے لئے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ اقدس میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے وہاں جو جنت نگاہ نظارہ دیکھا تھا اس کو انہی کے الفاظ میں سنیئے

فأشفقت أن أوقظه من نومه لحسنه وجماله، فدنوت منه رويدا فوضعت يدي على صدره فتبسم ضاحكا، وفتح عينيه لينظر إليّ، فخرج من عينيه نور حتى دخل خلال السماء

میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ آرام فرما ہیں آپ کے لئے بے پناہ حسن و جمال کو دیکھ کر میں حیرت زدہ ہو کر رہ گئی اور حضور کو نیند سے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا پھر میں آہستگی سے حضور کے قریب آئی اور حضور کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا پس آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور اپنی محبت آفرین نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے اور میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ حیرت افزا منظر دیکھا کہ آپ کی حسین و جمیل نگاہوں سے نور نکل نکل کر آسمانی فضاؤں میں داخل ہو رہا تھا۔

الاستیعاب جلد ا صفحہ ۱۵۶ میں ہے حضرت عبداللہ بن زبیری صحابی حضرت رسالت مآب ﷺ کی مدح و ثناء کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وعليك من سمة المليك علامة نور أغر وخاتم مختوم

یا رسول اللہ! خداوند بلند و بالا نے آپ کو نبوت کی جو نشانیاں عطا فرمائی ہیں ان میں دو یہ ہیں ایک چمکتا نور (نورانی چہرہ) اور دوسری مہر نبوت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت روح

الا مین علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے مجھے یہ بشارت عظمیٰ سنائی

فقال یا محمد ان اللہ تعالیٰ یقول کموت حسن یوسف من نور الکرسی و کسوت نور وجھک من نود قرشی

یارسول اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ میں نے یوسف کے شہرہ آفاق حسن کو نور کرسی سے ضیاء بخشی اور آپ کے حقیقی حسن و جمال کو اپنے عرش عظیم کی تجلیوں سے تابندگی و درخشندگی بخشی ہے۔ (شرح شفاء ملاعلی القاری صفحہ ۱۳۸)

مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقات صفحہ ۵۱۶ میں ہے خادمِ دربار رسالت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبیب خدا ﷺ کے خدو خال کا نقشہ یوں بیان فرماتے ہیں

کان رسول اللہ أزھر اللون أی أبیض نیرا کان بتشدید النون عرقه اللؤ لؤ

رسول اللہ ﷺ "ازھر اللون" یعنی روشن آفتاب تھے اور پسینہ مبارک کے قطرے چمکدار موتی تھے۔

امام سہیلی حدیث ہذا کی شرح میں فرماتے ہیں

الزھرۃ فی اللغة اشراق فی اللون وان الزھرا سم الابیض من النور . (مناوی شرح شمائل جلد ا صفحہ ۲۶)

زہرہ لغت میں چمکیلے رنگ کو کہتے ہیں بیشک ازہر معنی بہت نورانی اور نہایت روشنی کرنے والا کے ہیں۔

کتاب الشفاء جلد ۲ صفحہ ۴۴۷ میں ہے جامع بن شداد بیان کرتے ہیں کہ وفد طارق جب مدینہ منورہ آیا حضور اکرم ﷺ کے پاس تشریف لے گئے آپ نے فرمایا تمہارے پاس فروخت کی کوئی چیز ہو تو دکھاؤ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس یہ سرخ اونٹ ہے جس کو ہم فروخت کرنا چاہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ان سے وہ اونٹ کھجوروں کی ایک مقررہ مقدار کے عوض خرید لیا اور اونٹ لے کر روانہ ہو گئے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد قافلے والے سخت پریشان اور نادم ہوئے کہ یہ ہم نے کیا کیا جس شخص کے ہاتھ ہم نے اونٹ فروخت کیا ہے ہمارا اس سے کوئی تعارف نہیں ہم اس کے نام تک سے واقف نہیں اس تجارت میں ہم نے سخت نقصان پایا۔ ہمارے ہمراہ ایک شتر سوار تجربہ کار اور زیرک عورت بھی تھی جب اس نے ہمیں اس قدر سراسیما اور مضطرب دیکھا تو اس نے کہا

انا ضامنه لثمن رایت وجهه رجل مثل القمر لیلة البدر الخیلس بکم

اے قافلہ والو تم بے فکر ہو جاؤ تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں میں نے اس آدمی کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مثل دیکھا ہے ایسا نورانی چہرے والا آدمی تمہیں نقصان نہ دے گا۔

قافلہ والوں نے رات آنکھوں میں کاٹی ، سپیدہ سحر مژدہ جاں فزا لے کر طلوع ہوا تو ایک شخص کہہ رہا تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں یہ لو کھجوریں پہلے انہیں کھالو یہ تمہاری مہمانی پھر اپنے ارندہ کی قیمت کی کھجوریں تو لو۔

یاں بھی داغ سجدہ طیبہ ہے تمغہ نور کا

اے قمر کیا تیرے ہی ماتھے ہی ٹیکا نور کا

حل لغات

یاں، یہاں کا مخفف۔ داغ، دھبہ ،نشان، پیشانی پر سجدہ کا نشان، گھٹہ۔ تمغہ،عزت کا نشان۔ ٹیکا، پیشانی پر نشان، عورتیں سونے کا گول زیور ماتھے پر لٹکاتی ہیں وغیرہ۔

شرح

اے چاند صرف تیری پیشانی پر نورانی نشان تعجب خیز نہیں ہے بلکہ طیبہ کی سرزمین پر سجدہ کرنے سے پیشانی پر جو نشان پڑتا ہے وہ عزت کا نورانی تمغہ ہے۔

امام احمد رضا پہ قربان

کیا ہی خوب فرمارہے ہیں کہ چاند کو لوگ حسین نور مانتے ہیں اسی لئے کسی محبوب کو تشبیہ دینی مطلوب ہوتی ہے تو چاند سے تشبیہ دی جاتی ہے لیکن امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا کہ چاندنی تو مدینہ کے چاند (ﷺ) کی مرہونِ منت ہے اس کی یہ دلیل ہے کہ اس نے مدینہ میں حاضر ہو کر سجدہ کیا اس سجدہ کا داغ اس کے ماتھے پر آج تک شاہد ہے اس سجدہ ریزی کے انعام میں اسے اللہ تعالیٰ نے نورانیت بخشی ہے حضور اکرم ﷺ تو صرف نور ہی نہیں بلکہ نورگر بھی ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں

نور گر رسول ﷺ

حضور اکرم ﷺ سے ہی ہر صاحب نور پاتا ہے گویا حضور اکرم ﷺ نورگر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (پارہ ۲۲، سورۂ احزاب، آیت ۴۵، ۴۶)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

تفسیر

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مراد "سراجاً منیرا" سے اس جگہ یا تو آفتاب ہے جیسا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو سراج سے تعبیر فرمایا ہے

تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا (پارہ ۱۹، سورۃ الفرقان، آیت ۶۱)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند۔

یا مراد روشن چراغ ہے بر تقدیر اول یعنی جب سراج منیر کو آفتاب سے تعبیر کیا جائے تو وجہ مناسبت و مشابہت یہ ہوتی کہ جیسے آفتاب بروقت طلوع اپنے انوار واضیہ سے تمام زوایائے عالم کو روشن و منور کر دیتا ہے اسی طرح جب آفتاب وجود باجود محمدی ﷺ نے فلک رسالت پر طلوع اجلال فرمایا تو اپنے انوار معنوی سے تمام اطراف و اکناف عالم کو روشن منور کر دیا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا یا یہ کہ جیسے آفتاب تمام دنیا کی ظلمتوں کو اپنی شعاع سے مندفع کر دیتا ہے اسی طرح آفتاب وجود محمد رسول اللہ ﷺ شعاع سے تمام جہان کی ظلمتیں کافور ہو گئیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا یا یہ کہ جیسے آفتاب کے طلوع ہونے سے رات دن سے جدا و تمائزہ ہو جاتا ہے اسی طرح آفتاب فلک رسالت کے چمکنے سے کفر و ایمان میں تمائز حاصل اور ہر ایک دوسرے سے جدا و ممتاز ہو گیا لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا یہ کہ طلوعِ آفتاب کے وقت اس کی شعائیں تمام جہان کی چیزوں بحر و بر، سہل و جبل، پاک و نجس، غنی و مفلس وغیرہ پر پڑتی ہیں اور اُن کو اپنے نور سے روشن و منور کر دیتی ہیں اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے بعثت کا نور تمام خلائق پر پڑا اور سب کو روشن و منور کر دیا اور قیامت کے روز تمام امت مطیع و عاصی دنی و قاضی مرد و زن پر آفتاب شفاعت چمکے گا اور اپنی شعاع سے ہر ایک کو روشن و منور کر دے گا۔

"کما قال اللہ تعالیٰ انا ارسلناک الی الخلق کافۃ وقال رسول اللہ ﷺ بعثت الی الخلق کافۃ"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا یہ وجہ ہے کہ جب آفتاب آسمان پر طلوع ہوتا ہے تو اس کے نور سے تمام ستارے اور چاند ماند ہو جاتے ہیں اور چادر کبود میں پنہان و مسطور ہو جاتے ہیں اسی طرح جب آفتاب وجودِ محمدی ﷺ فلک رسالت پر چمکا تو اس کے نور کے روبرو انوار تمام انبیاء و مرسلین کہ ہر ایک کوکب فلک عز و تمکین ہے ماند و مستور و محجوب ہو گئے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضور کو سراج منیر فرمایا (ﷺ)

بشارت

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب کو اس خاکدان عالم میں آفتاب درخشاں و ماہتاب نور افشاں بنا کر بھیجا اور آفتاب کی خاصیت ہے کہ جب ولایت یمن اور موالی بدخشاں پر طلوع کرتا ہے اور اپنا پرتو سنگ اصلی پر ڈالتا ہے تو وہ سنگ لعل و عقیق ہو جاتا ہے تو اے عزیز و ہم گنہگاران امت کو بھی اس آفتاب فلک رسالت و ماہتاب نبوت سے قوی امید ہے کہ جب وہ ولایت گنہگاران و بلاد سیاہ کاران پر طلوع فرمائے گا اور ہمارے سنگ سیات پرتو جمال جہاں آرا ڈالے گا تو وہ سنگ لعل و عقیق ہو کر رہ جائیں گے (ﷺ) اور بر تقدیر ثانی یعنی جب سراج منیر کے معنی روشن چراغ کئے جائیں تو وجہ مناسبت و مشابہت درمیان نبی ﷺ و درمیان چراغ یہ ہوگی کہ جس طرح چراغ سے تاریکی دور ہوتی ہے اور جہاں وہ جلتا ہے وہ جگہ اس کی روشنی و نور سے روشن و منور ہو جاتی ہے اسی طرح جب چراغِ وجودِ محمدی ﷺ پردۂ دنیا پر روشن ہوا تو اس کے نور سے تاریکی کفر و شرک دور ہوئی اور تمام نور ایمان و عرفان سے روشن و منور ہو گیا لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا یہ وجہ ہے کہ جس گھر میں چراغ روشن ہوتا ہے چور نہیں آتا اسی طرح جس کے خانہ دل میں چراغِ محبت محمد رسول اللہ ﷺ روشن ہوگا دزدِ متاع ایمان یعنی شیطان علیہ اللعن اس پر قابو نہیں پاتا یا یہ وجہ ہے کہ چراغ کی روشنی خانہ تیرہ کو روشن کر دیتی ہے اسی طرح آپ کی محبت کا چراغ دل تیرے کو روشن و منور کر دیتا ہے یا یہ وجہ ہے کہ جس گھر میں چراغ روشن ہوتا ہے وہاں بیٹھنے سے دل نہیں گھبراتا اسی طرح جس کے خانہ دل میں حضور کی یاد و محبت کا چراغ روشن ہوگا اس کے دل کبھی نہ گھبرائیگا اور اس کے پاس رنج و غم درد و الم نہ آئیگا

ان کے نثار کوئی کیسے رنج میں ہو　　　جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کو سراج منیر فرمایا کہ جس سے مراد آفتاب ہے بعینہٖ آفتاب نہ فرمایا اس میں چند حکمتیں ہیں اول یہ کہ آفتاب کے واسطے منزلِ رفیع ہے اور دست تصرف اس سے کوتاہ اگر آفتاب کہتا تو شفائے امت آپ کی ناامید ہوتی اور آپ کی دوستی سے دست برادر ہوتے لہذا سراج منیر فرمایا "شمسا منیرا" فرمایا تا کہ امیر فقیر اعلیٰ و ادنیٰ سب کا دست تصرف اس پر پہنچ سکے اور آپ کے نورِ کامل السرور سے کوئی محروم نہ رہے سب فیضیاب ہوں۔ دوسری یہ کہ چراغ واسطے چند خاصیتیں ہیں جو آفتاب کے لئے نہیں مثلاً ایک چراغ سے سینکڑوں بلکہ لاکھوں چراغ روشن کر سکتے ہیں اور ایک چراغ جہان بھر کے خس و خاشاک جلا سکتا ہے اسی طرح چراغ وجودِ محمدی ﷺ سے ہزار ہا چراغ ایمان و عرفان طاعت و عبادت کے لئے روشن ہو گئے اور قیامت کے دن سینکڑوں خرمن خس و خاشاک عصیان آپ کے پرتو شفاعت اور فروغِ رحمت سے سوختہ ہوں گے لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ

کوسراج منیر فرمایا "شمس منیر" نہ فرمایا منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ بارالٰہا تو مجھ کو اپنے خزائن رحمت سے ایک نشانی دکھا تا کہ میں دیکھوں کہ تیرے خزائن بے نہایت کی دنیا میں کوئی نظیر ہے حکم ہوا اے موسیٰ اے چراغ روشن کر اور اپنے تمام گروہ کو حکم دے کہ وہ اس چراغ سے ایک ایک چراغ جلائیں جب انہوں نے چراغ روشن کیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ دیکھ جو تو نے چراغ روشن کیا تھا اس کی روشنی میں کچھ کمی ہوئی عرض کیا کچھ نہیں تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے خزائن رحمت و جود و کرم کو اسی پر قیاس کر کہ سینکڑوں کو اپنی عطاو بخشش سے سرفراز کرتا ہوں اور ایک ذرہ بھر میرے خزائن رحمت و جود و کرم سے کم نہیں ہوتا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کی وجہ سے اپنے حبیب کریم کو "شمس منیر" نہ فرمایا بلکہ سراج منیر فرمایا کہ جیسے ایک چراغ سے ہزارہا چراغ روشن ہو جاتے ہیں اور اس کی روشنی میں کچھ کمی نہیں اسی طرح میرے محبوب رحمۃ للعالمین ﷺ کے دریائے رحمت و شفاعت و خزائن جود و کرم میں کچھ کمی نہیں ہوتی روز بروز ترقی و جوش پر ہے

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی (پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۴)

اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

تیسرے یہ کہ آفتاب ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتا اور چراغ منتقل ہوتا ہے پس اگر آپ کو آفتاب فرمایا جاتا تو آپ کا مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمانا مناسب نہ ہوتا اور مسجد اقصیٰ سے قاب قوسین پہنچنا متحقق نہ ہوتا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا "شمس منیر" نہ فرمایا۔ چوتھی یہ کہ بقولِ حکماء جب چراغ میں پھونک ماری جاتی ہے اور اسے گل کیا جاتا ہے تو اس کا نور کہ دراصل نار ہے کرۂ ناری کی طرف صعود اور اپنے حیز طبعی کی طرف کہ فوق ہے میل کرتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج فرمایا کہ جب آپ کا نور کالبد خاکی کو خالی کرے تو اپنے کروہ اصلی و حیز طبعی "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ" کی طرف صعود و میل کرے اور معدن و مطلع حقیقی باری عزوجل میں جا کر مل جائے۔

(البدایۃ والنہایۃ)

نکتہ

پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں پر اپنے حبیب کریم ﷺ کو چراغ ہی فرمایا کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے

یقولون یحکی البدر فی الحسن وجهه   وبدر الدجی عن ذالک الحسن ینحط

عام لوگ حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کو بدر منیر سے حکایت کرتے ہیں حالانکہ خود بدر منیر آفتابِ نبوت کے حسن فروزاں

سے مستنیر (نور لینے والا) ہے۔

یہی وجہ ہے آپ ﷺ کی بشریت عام بشریت سے جداگانہ طریق پر ہے۔ سیدنا مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں

باید دانست کہ خلق محمد ﷺ دررنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلقی ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او ﷺ باوجود نشاء عنصری از نورِ حق صلی وعلیٰ مخلوق گشتہ است کمال قال علیہ الصلوٰۃ والسلام انا من نور اللہ۔ (مکتوبات شریف جلد ۳ صفحہ ۱۰۰)

جاننا چاہیے کہ حضور اکرم ﷺ کی پیدائش انسانوں کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے تمام افراد میں سے کوئی فرد پیدائش میں ان سے کسی طرح مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ آپ باوجود کے اللہ عزوجل کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔

شمع ساں ایک ایک پروانہ ہے اس نور کا
نورِ حق سے لو لگائے دل میں رشتہ نور کا

حل لغات

ساں، مانند۔ پروانہ، شمع پر قربان ہونے والا کیڑا، پتنگا، عاشق۔ لو لگانا، دل کا توجہ سے خیال کرنا، خیال باندھنا، شوق ہونا، امید ہونا، کسی شے کا بار بار ذکر کرنا۔ رشتہ، تعلق، قرابت، اپنائیت، خاندان۔

شرح

انبیاء سابقین کی نورانی شمعیں شمع نور مصطفیٰ ﷺ کی پروانہ ہیں اور نورِ محمد ﷺ نورِ الٰہ سے لو لگائے دل میں نور سے تعلق برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام مصطفی ﷺ کے پروانے

اس مضمون کا سب سے بڑا مشاہدہ قرآن مجید ہے آیت میثاق پڑھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْھَدُوْا وَ اَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ (پارہ ۳، سورۃ آل عمران، آیت ۸۰، ۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

امام اجل ابو جعفری طبری وغیرہ محدثین اس آیۃ کی تفسیر میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ

لم یبعث اللہ نبینا من ادم دونہ الا اخذ علی العھد فی محمد ﷺ لئن بعث وھو لیومنن بہ ولینصر نہ ویاخذ العھد بذالک علی توبہ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

اللہ اللہ کیا عظمت وشان اس شہنشاہ دو جہاں کی ان کے رب عزوجل کی درگاہ عالی جاہ میں ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام گزرے سب حضور پر ایمان لانے آپ کی مدد کرنے پر عہد و پیمان لیا جاتا ہے اور پھر صرف عہد و پیمان پر ہی بس نہیں فرمایا جاتا بلکہ اسے طرح طرح کی تاکیدوں سے موکد فرمایا جاتا ہے اولاً تو انبیاء کرام علیہم السلام معصومین میں زنہار حکم الٰہی کا خلاف ان سے متحمل نہیں کافی تھا کہ رب تعالیٰ بطریق انہیں ارشاد فرماتا کہ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا مگر اس قدر پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ ان سے عہد و پیمان لیا گویا یہ عہد عہد "الست بربکم" بعد دوسرا پیمان تھا جیسے کلمہ طیبہ میں لا الہ الا کے ساتھ محمد رسول اللہ ہے تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوائے اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الٰہیہ کا اذمان ہے پھر اس سے برابر رسالت محمدیہ پر ایمان (ﷺ) ثانیاً اس عہد کو لام قسم سے مؤکد فرمایا جس طرح نوجوان سے بیعت سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں امام سکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "شاید سوگند بیعت" اسی سے ماخوذ ہے۔ ثالثاً نون تاکید رابعاً وہ بھی ثقیلہ لا کر ثقل و تاکید کو اور دو بالا فرمایا

"لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ" خامساً یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں "ءَ اَقْرَرْتُمْ" کیا تم اس امر پر اقرار لاتے ہو گویا کمالِ تعجیل و تسجیل مقصود ہے۔ سادساً اس قدر پر بھی

بس نہ فرمایا بلکہ ساتھ ہی ارشاد ہوا ''وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ'' نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو ''شابغا علیه یا علیٰ هذا'' کی جگہ ''عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ'' فرمایا تا کہ بعد اشارت دلیل عظمت ہوثانا اور ترقی فرمائی گئی کہ '' فَاشْهَدُوْا '' ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے مکر جانا ان پاک جانوں سے معقول نہ تھا بلکہ ارشاد فرمایا ''وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ '' میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ عاشراً سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد باآنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ ''فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ'' جو اس اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا چنانچہ اسی عہد ربانی کے ساتھ مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور کے مناقب وسیعہ ومناصب رفیقہ سے رطب اللسان رہتے اور اپنی پاک مجالس و محافل کو حضور کے ذکر اور مدح و ثنا سے زینت دیتے اور اپنی امتوں سے حضور اکرم ﷺ پر ایمان لاتے اور مدد کرنے کا عہد و پیمان لیتے یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ

وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ (پارہ ۲۸، سورۃ الصف، آیت ۶)

اوران رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے جن کا نام احمد ہے

کہتا تشریف لایا اور جب سب روشن ستارے مکن مہ پارے غائب ہو گئے تو اس آفتاب عالمتاب خاتمیت نے باہزاران جاہ وجلال طلوع اجلال فرمایا (ﷺ)

ابن عساکر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

ولم تزل الامم تتبا شربه وتستفتح به حتی اخرجه الله فی خیر امة وفی خیر قرن وفی خیر اصحاب وفی خیر بلد

ہمیشہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے بارے میں آدم اور ان کے بعد کے سب انبیاء کرام علیہم السلام سے پیش گوئی فرماتا رہا اور قدیم سے سب امتیں تشریف آوری حضور کی خوشیاں مناتی اور حضور کے توسل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتی آئیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس جناب کو بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا (ﷺ) اور اس کی تصدیق قرآن عظیم فرماتا ہے

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ۝ (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۸۹)

اور اس سے پہلے اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔

علماء فرماتے ہیں جب یہود مشرکوں سے لڑتے دعا کرتے

اللهم النصرنا عليهم بالنبى المبعوث فى اخر الزمان الزى نجد صفته فى التوراة

الٰہی ہمیں مدد دے ان پر صدقہ اس نبی آخر الزمان کا جس کی نعت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

اس دعا کی برکت سے انہیں فتح دی جاتی جس کو مولانا جلال الملۃ والدین رومی قدس سرہ العزیز اپنی مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں

سجدہ سیکر وند کای سب بشر | درعیان آریش هرچه وزودتیر

تابنام احمد از یستفتحون

باغیان شان میشد ندے سرنگوں | هر کجا حرب مهولی آبد سے

غوث شان کراری احمد بدے

هر کجا بیماری مزمن بدی | یاد اوشان داروی غاقے شدی

نقش او میگشت اندراه شان

در دل ودر گوش ودراقواہ شان | اینه انکار کفران زاد شان

چودر آمد سید آخر زمان

آن همه تعظیم وتفخیم وداد | چون بدید ند ش بصورت بر دباد

قلب آتش دید در د وشد ساہ

سجدہ کر کے ہم عرض کرتے ہیں اے پروردگار عالم ہماری مراد جلد تر پوری فرما حضور اکرم ﷺ کے نام اقدس کا وسیلہ پیش کرتے ہیں ان کی شکست فتح سے بدل جاتی جب انہیں سخت جنگ پیش ہوتی تو ان کے فریادرس حضرت احمد ﷺ ہی ہوتے جہاں بیماری لاعلاج انہیں مبتلا کرتی تو بھی نام احمد ﷺ ان کے لئے شفاء بنتا ان کے ہر راہ پر نامِ احمد ﷺ رہبر کرتا ان کے دل اور کان اور منہ میں یہی اسم مبارک ہوتا لیکن جب حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو ان کی اولاد حضور اکرم ﷺ کی منکر ہوگئی آپ کی تعظیم وتکریم سے محروم ہوگئے ان کے دل اور روح سیاہ ہوگئے یعنی محروم ہی محروم ہوگئے۔

اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

لو کان موسیٰ حیا لم اتباعی

اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آج زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔

آیت ہذا کے تحت بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اس کی تفسیر میں مفسرین نے تصریح فرمائی کہ ہر نبی ہر زمانے میں حضور اکرم ﷺ کی آمد نبی آخر الزمان ﷺ کے لقب سے اپنی امت کو وصیت فرماتا رہا۔ بہت سے واقعات سے ایک بطورِ نمونہ حاضر ہے۔

۱۰۰۱ھ میں ہندوستان میں ایک محیر العقول واقعہ پیش آیا واقعہ تاریخی ہے اور شیخ فرید بھکری مورخ نے لکھا ہے کہ راوی مرزا محمد سعید جس نے یہ واقعہ آنکھوں سے دیکھا سچا ہے کہ اس کی صداقت پر شک کرنا بھی گناہ سمجھتا ہوں اگر ایسا ہے تو پھر اس واقعہ میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ واقعہ کیا ہے ہزار برس گذر جانے کے بعد سرکارِ دو عالم ﷺ کی یاد اس طرح تازہ کی گئی کہ دنیا والے اس طرف دیکھنے لگے اور ایک ایک کا منہ تکنے لگے۔

واقعہ یہ ہے کہ گورنر لاہور قلیچ محمد خان کی جونپور کے علاقے میں ایک زمین تھی جب مکان تعمیر کرنے کے لئے اس کو کھودا گیا تو اچانک ایک کلس نکلتا نظر آیا اور کھودا گیا تو ایک گنبد نظر آیا اور کھودا گیا تو پورا گنبد نکل آیا کھودتے کھودتے ایک ہفتہ گذر گیا۔ دن رات کھدائی ہوتی گئی یہاں تک کہ گنبد کا دروازہ بھی نکل آیا۔ دروازہ قفل ایک من وزنی توڑا گیا دروازہ کھولا گیا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دھان پان سا آدمی، ہڈیوں کی مالا، آلتی پالتی بیٹھے مراقب ہے، سر جھکائے ہے، غل شور کی آواز سن کر سر اُٹھایا اور چند سوالات کے لئے آخری سوال یہ ہے کہ کیا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عرب میں ظاہر ہو گئے۔

جواب دیا گیا ہزار سال ہوئے آپ تشریف لائے اور پردہ فرما گئے۔ (ذخیرہ الخوانین از فرید بکھری) پھر اس نے کہا مجھے نکالو نکالا گیا باہر خیموں میں رکھا گیا وہ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتا رہا۔ چھ ماہ بعد اس نے انتقال کیا یہ شخص کون تھا؟ کب سے یہاں سر جھکائے بیٹھا تھا؟ سوالات سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس سے اس خلوت خانے میں محفوظ تھا۔

انجمن والے ہیں انجم بزم حلقہ نور کا
چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نور کا

حل لغات

انجمن، مجلس، محفل۔ انجم، ستارے۔ بزم، مجلس محفل، سبھا۔ حلقہ، احاطہ۔ ہالہ، گھیر، کول کنڈا، تکمہ، علاقہ، دائرہ، چکر جو برسات میں چاند گرد ہوتا ہے۔ جھرمٹ، ہجوم، گروہ، عورتوں کا حلقہ۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کے اصحاب ستارے ہیں اور محفل نور نے احاطہ کیا ہوا ہے جیسے چاند پر تاروں کے ہجوم سے نورانی ہالہ بن جاتا ہے۔

اس شعر میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خصائل ومناقب بیان فرماتے ہیں۔

احادیث مبارکہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اصحاب کنجوم بایھم اقتدیتم اھدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی اقتداء (پیروی) کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

فائدہ

(۱) تمام صحابہ ثقہ ہیں قابل تقلید ہیں ان کو گالی دینے والا گمراہ ہے۔

(۲) میرے اصحاب کو گالی نہ دو بُرا نہ کہو اس لئے کہ اگر تم میں سے کوئی احد برابر بھی سونا خدا کی راہ میں دے ڈالے تو ان کے ایک پاؤ یا آدھے گیہوں یا جو کے مرتبہ کو جو انہوں نے خرچ کیا ہے نہیں پہنچ سکتا۔ (اخرجہ الشیخان عن ابی سعید الخدری مرفوعاً)

(۳) میرے صحابیوں کا اکرام ولحاظ کرو تم میں سے بہترین افراد ہیں۔ (اخرجہ النسائی عن عمر مرفوعاً)

(۴) آنحضور ﷺ نے فرمایا اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی جس نے مجھے دیکھا یا اس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ (اخرجہ الترمذی عن جابر)

(۵) آنحضرت ﷺ نے تکرار فرمایا میرے صحابیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو انہیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ ایسا کیا اور جس نے ان کی دشمنی پر کمر باندھی اس نے میری دشمنی کے سبب ایسا کیا جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی

اور جو خدا کو ایذا دے گا خدا اسے جلد گرفتارِ عذاب کرے گا۔ (اخرجہ الترمذی عن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(٦) سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو پاؤ جو میرے صحابیوں کو گالی دیتے ہوں تو کہو تم پر تمہاری برائی کی وجہ سے لعنت۔ (رواہ الترمذی)

(٧) اللہ تعالیٰ نے مجھے انتخاب کیا پھر میرے ساتھی چنے جن میں سے کسی کو میرا وزیر چند ایک کو انصار مقرر فرمایا اور کسی کو خسر کسی کو داماد کسی کو سالا بنایا پس جو انہیں گالی دے برا بھلا کہے اس پر خدا کی اور ملائکہ اور سارے لوگوں کی لعنت قیامت کے دن خدا اس کا نہ عذر قبول کرے گا نہ فدیہ۔ (اخرجہ الحاصل والطبرانی والحاکم عن عدیم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(٨) فرمایا اللہ نے مجھے انتخاب کیا اور مخلوق میں سے جن کو میرے لئے ساتھی مقرر کئے ان میں کچھ لوگوں کو اصہار و انصار بنایا (سالے، خسر، داماد وغیرہ) جو ان کے بارے میں میرا لحاظ کرے گا خدا اس کی حفاظت فرمائے گا اور جو مجھے ان کے بارے میں ستائے گا اس کو خدا ستائے گا۔ (اخرجہ الخطیب عن انس)

(٩) فرمایا خدا نے (منصب نبوت کے لئے) میرا انتخاب فرمایا (میری رفاقت وجحت کے لئے) صحابی اور (میرے رشتہ کی خاطر) سالے، خسر، داماد منتخب فرمائے اور بہت کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو انہیں گالی دیں گے اور ان کی بے حرمتی کریں پس تم ان کو ہم نشینی سے پرہیز کرو ان کے ساتھ کھانا پینا ترک کرو ان سے بیاہ شادی بند کرو۔

(١٠) جو میرے کسی صحابی کو گالی دے (برا بھلا کہے) اس پر اللہ کی، ملائکہ کی اور سارے لوگوں کی لعنت۔ (اخرجہ الطبرانی عن ابن عباس واخرجه الدارقطني عن فاطمه من طرق وعن ام سلمة نحو وقال له الحديث عندنا طريق كثيرة)

(١١) میرے نزدیک سب سے زیادہ بدتر وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب کے ساتھ گستاخی کرنے میں سب سے زیادہ جری ہوں۔ (اخرجہ ابن عدی عن عائشہ)

(١٢) جس کے الفاظ نویں حدیث قریب قریب ہیں مگر نویں حضرت عیاض سے مروی ہے اور یہ حضرت ابو سعید خدری سے

ولفظه احفظوني في اصحاب فمن تخلى الله منه يوشك ان ياخذه (اخرجہ الشیرازی فی الالقاب عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(١٣) دوسرے لوگ زیادہ ہوں گے اور وہ میرے صحابہ کم ہوتے جائیں گے تو میرے صحابیوں کو گالی نہ دو جو انہیں گالی

دے اس پر اللہ کی لعنت۔ (اخرجہ الخطب من جابر والدار قطنی فی الافراد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۱۴) فرمایا تم کو میرے اصحاب (کی بدگوئی) سے کیا مطلب میرے اصحاب کو میرے لئے چھوڑ دو خدا کی قسم تم اگر احد کے برابر سونا بھی خدا کی راہ دے ڈالو تو ان کے ایک کے عمل کے برابر نہیں ہو سکتا۔ (اخرجہ ابن عساکر)

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حل لغات

نسل، ذات، آل اولاد۔ عین، اصل، ہو بہو، جوہر، سارے کا سارا۔ گھرانا، خاندان۔

شرح

نبی پاک ﷺ آپ کی آل اطہار کا بچہ بچہ نور ہے آپ نور ہیں آپ کا خاندان نور ہے حضور اکرم ﷺ کی اولاد نوری ہے اور خود حضور اکرم ﷺ عین نور ہیں لیکن آپ کی اولاد ایسا نور نہیں جو حضور کی مثل ہو جائے کیونکہ حضور اکرم ﷺ اپنے ہر کمال میں بے مثل ہیں حضور اکرم ﷺ کی اولادِ کریمہ کی نورانیت علم و عمل اور ایمان و عرفان اور رشد و ہدایت کے مرتبہ سے متجاوز ہو کر حضور اکرم ﷺ کی نورانیت مقدسہ کے مساوی نہیں ہو سکتی اس سے یہ اعتراض دفع ہو گیا جو کہا جاتا ہے کہ حضور کی اولاد کو بھی نور مانا جائے تو پھر حضور ﷺ کا نظیر اور مثل ممتنع ہے۔

سوال

اسی عقیدہ کا انکار کرتے ہوئے دشمنانِ رسول ﷺ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نور ہیں تو آپ کی اولاد بھی نور ہونی چاہیے اس لئے کہ نور سے بشر کا ہونا ممکن نہیں؟

تبصرہ

ان کی یہ دلیل مضحکہ خیز ہے اور علم و عقل کی دنیا میں حیرت انگیز بھی۔

سوال

بعض بد بخت تو اتنا منہ پھٹ ہوتے ہیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ نور ہیں تو پھر تمام سادات حرام زادے ہیں (معاذ اللہ) دیوبندی امیر شریعت سے کئی بار یہ کلمہ دہراتے سنا گیا تھا اور اب بھی اس کے مقلد یونہی عام طور پر کہتے ہیں۔

جواب

یہ عقیدہ مسلمہ ہے کہ عام انسانی وغیر انسانی پیدائش اسبابِ عادیہ سے ظہور پذیر ہو رہی ہیں اور یہ اسباب موثر حقیقی نہیں بلکہ محض عادی ہیں ان سب کا موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جب یہ اسباب موثر حقیقی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی موثر حقیقی ہے تو پھر یہ بھی مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادۂ مشیت سے ان اسباب کے خلاف کرے تو قادر مطلق ہے وہ بہت بڑی قدرت کا مالک ہے وہ بشر سے نور اور نور سے بشر پیدا کرے ان لوگوں کو عقل کے ناخن اتروانے چاہیں کہ نور سے بشر کا ہونا محال ہے کیا یہ عقیدہ اسلامی نہیں کہ وہ قادر چاہے تو مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ پیدا کردے۔

کماقال یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی

اس طرح اس کی قدرت کو بھی مان لو کہ "یخرج البشر من النور ویخرج النور من البشر" تعجب کا مقام ہے کہ یہ استحالہ اسی قوم سے سنا گیا اور سنایا جارہا ہے جو "ان اللہ علی کل شئی قدیر" ٹھکرکر کذب جیسی قبیح لعنت تو اللہ تعالیٰ کی ثابت کرتے ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ کی نورانیت وبشریت اور آپ کی اولاد وغیرہ کے متعلق یہ آیت اور اسلامی عقیدہ کو ذہن سے اتار دیتے ہیں آیت کو اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لئے یوں مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ نور سے بشر اور بشر سے نور پیدا کرتا ہے تو کون سا حرج ہے؟

سوال

اگر چہ "ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر" کے ارشاد کے مطابق ہم اس کے منکر نہیں کہ وہ نور سے بشر اور بشر سے نور نہیں پیدا کرسکتا ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ چونکہ نور سے بشر کا پیدا ہونا عادۃً محال ہے فلہٰذا یہ عقیدہ رکھنا ناجائز ہوا؟

جواب

قربان جائیے کیسا بہترین سوال پیدا کیا کہ آج تک غریب ابلیس کو بھی ایسا سوال نہ سوجھا ہوگا بھلا کہاں یہ اسلامی قاعدہ کہ جو چیز عادۃً محال ہو اسے ماننا بھی ناجائز ہے حالانکہ یہ تو سرے سے عادۃ محال بھی نہیں اس لئے کہ اگر اسبابِ عادیہ کے پیش نظر یہ استحالہ تسلیم کرلیا جائے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کا بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا محال اور بی بی حوا کا حضرت آدم علیہ السلام سے ظہور فرمانا بھی تو ناممکن اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بھی ممتنع جائیں حالانکہ یہ پیدائشیں حق اور ثابت ہیں اب بتائیے یہ قاعدہ کہا گیا کہ یہ اسبابِ عادیہ کے خلاف ہے کہ نور سے بشر پیدا ہو حالانکہ ہم نے دلائل سے ثابت کردیا ہے کہ مذکورہ بالا پیدائشیں نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہو چکی ہیں تو پھر یہ منکر ماننے سے جھجکتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نور مجسم ہوتے ہوئے آپ کی اولاد کریمہ کا جسمانیت سے بغیر پیدا ہونا کیونکر محال اور

ناممکن ہوگا۔

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

حل لغات

سرکار، دربارِ شاہی۔ دوشالہ، دو چادروں کا جوڑا۔ ذوالنورین، دونوروں والے۔ جوڑا، دو چیزیں ایک جیسی۔

شرح

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ رسالت سے نورانی دو چادریں عطا کی گئی یعنی یکے بعد دیگرے حضور اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ وکلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عثمان کے عقد میں آئیں۔ اے عثمان ذوالنورین آپ کے لئے یہ انتہائی مبارک نورانی جوڑا ہے آپ کو مبارک ہو۔

تعارف سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی عثمان کنیت ابوعبداللہ لقب غنی ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام عفان اور والدہ ماجدہ حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت کریز رسول اللہ ﷺ کی حقیقی پھوپھی زاد ہمشیرہ تھی۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کے رشتہ بھانجے تھے ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضور سے عبد مناف پر مل جاتا ہے۔

آپ مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے بچپن میں ہی بہت حسین وجمیل اور ذہین وہوشیار تھے چھوٹی عمر سے ہی بُرے کاموں سے طبعی نفرت اور نیک کاموں کی طرف دلی رغبت رکھتے تھے، آپ مجسمہ شرم وحیا تھے اور اسلام کے بعد تو آپ کے لئے "کامل الحیاء والایمان" کے الفاظ استعمال کئے گئے۔ حضرت عثمان نے چھوٹی عمر میں لکھنا پڑھنا سیکھنا شروع کردیا تھا اور اس میں کمالِ مہارت حاصل کرلی تھی اسی بناء پر حضور اکرم ﷺ نے ان کو کاتبانِ وحی میں شامل کرلیا تھا۔

حضرت عثمان کے حضرت ابوبکر صدیق سے گہرے دوستانہ مراسم تھے اس لئے ان کی تبلیغ سے بعثت نبوی کے شروع ہی میں اسلام قبول کیا اولین اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا چوتھا نمبر ہے حضرت عثمان السابقون الاولون، عشرہ مبشرہ اوران صحابہ کرام میں سے ہیں جن سے حضور اکرم ﷺ نبی زندگی خوش رہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی پیاری صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد آپ سے کردیا تھا مکہ معظّمہ میں

اس جوڑے کو بہترین جوڑا کہا جاتا تھا سیدہ رقیہ کے انتقال پر حضرت عثمان کی عمر تقریبا ۴۸ سال تھی۔حضور اکرم ﷺ نے منشائے الٰہی کے مطابق اپنی دوسری صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کردیا۔شعبان ۹ ھ میں مدینہ طیبہ میں سیدہ ام کلثوم کا بھی انتقال ہوگیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری اور بیٹی بھی ہوتی تو میں عثمان غنی سے اس کا عقد کردیتا۔حضرت علی سے حضرت عثمان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک ایسے شخص تھے جنھیں ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کہہ کر پکارا گیا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں کے شوہر تھے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں سیدہ نائلہ سے آخری نکاح کیا جو ان کی شہادت کے وقت ان کے ساتھ تھیں۔

جوانی میں آپ نے اہل قریش کے نمایاں لوگوں کی طرح تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور اپنی دیانت داری، ذہانت اور صداقت کی وجہ سے ایک ممتاز، معزز اور دولت مند تاجر کی حیثیت سے مشہور ہوئے اور غنی کا لقب پایا۔

سخاوت

اللہ تعالیٰ نے آپ کی تجارت میں اس قدر برکت ڈالی تھی کہ اگر ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ آپ مٹی خریدتے تو وہ سونا بن جاتی تھی تو یہ مبالغہ نہ تھا اس کے ساتھ ہی آپ بے حد فیاض اور سخی تھے اپنا مال ہمیشہ رفاہی اور اسلامی امور پر بے دریغ خرچ کرتے تھے۔آپ سخاوت میں بے مثل سمندر کی طرح تھے کئی غزوات کے موقع پر دل کھول کر امداد کرتے ،مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ قحط کی حالت میں غلہ سے لدے ہوئے کئی اونٹوں پر لدا ہوا غلہ غریبوں میں مفت تقسیم کردیا تھا۔تاریخ اسلام میں آپ کی سخاوت کی روشن مثالیں قائم ہیں۔

ہجرت

نبوت کے پانچویں سال حبشہ کی طرف اسلام کی پہلی ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان اور ان کی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شامل تھیں حبشہ میں قیام کے دوران میں ہی ان کے ہاں اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اس لئے آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف کی۔حضور اکرم ﷺ نے آپ کی مواخات حضرت اوس بن ثابت انصاری سے کرادی تھی دونوں خاندانوں میں بڑی محبت پیدا ہوگئی اس لئے حضرت اوس کے بھائی حضرت حسان بن ثابت نے حضرت عثمان کی شہادت پر ایک پرسوز مرثیہ لکھا اور تمام عمر غمزدہ رہتے تھے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں مشیر خاص تھے اور فتویٰ کی خدمت بھی آپ کے سپرد تھی۔خلیفہ

دوم حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں آپ مجلس شوریٰ کے ممتاز ارکان میں شامل تھے آپ کی فضیلت تمام صحابہ کرام میں مسلمہ تھی۔

خلیفہ کی حیثیت سے تقرر

حضرت عمر فاروق نے اپنی جانشینی کے مسئلہ پر جن چھ اصحاب کی مجلس قائم کی تھی ان میں حضرت عثمان بھی شامل تھے اور جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمان اور حضرت علی سے کہا کہ آپ دونوں میں سے کون خلیفہ ہو اس کا فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیں تو دونوں حضرات نے رضامندی ظاہر کردی اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے مسلسل تین روز تک مدینہ کے اہل الرائے حضرات اور لشکروں کے سپاہ لاروں سے مل کر خلیفہ کے بارے میں پوچھا کہ حضرت علی یا حضرت عثمان میں سے کون ہونا چاہیے؟ جب انہیں یقین ہوگیا کہ مسلمانوں کی اکثریت کی رائے حضرت عثمان غنی کے حق میں ہے تو انہوں نے مسجد نبوی میں مسلمانوں کے سامنے اپنے مختصر خطاب میں حضرت عثمان کی خلافت کا اعلان کردیا کہ مسلمانوں کی اکثریت نے ان کے حق میں رائے دی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود سب سے پہلے حضرت عثمان کے ہاتھ میں بیعت کی اور بعد میں باقی حضرات نے باری باری بیعت کی اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ نے حضرت عثمان کی بیعت کی اور بعد میں باقی حضرات نے باری باری بیعت کی مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس موقع پر کہا کہ ہم نے اپنے میں سے بہترین شخص کی بیعت یہ بیعت محرم مطابق نومبر میں ہوئی۔

فتوحات

عہد خلافت میں عثمانی فتوحات اسلامی کے سلسلے میں عظیم الشان عہد ہے۔ اس زمانے کی اسلامی مملکت مدینہ کی حدود سندھ سے اندلس تک پہنچیں اسی عہد میں بحری قوم کو منظّم کیا گیا اور ایک عظیم الشان بحری بیڑہ تیار کیا گیا۔

قبرص اور معوص کے جزائر فتح کیے۔ حضرت عثمان نے ایک سالار حضرت امیر معاویہ کو جو سمندری راستے بر بنائے قسطنطنیہ (فاسفورس) تک پہنچ گئے اس سے پہلے ۲۵ ہجری میں حضرت عبداللہ بن سعد امیر مصر نے طرابلس (لیبیا) پر فوج کشی کی۔ دو ہی سال میں الجزائر اور مراکش کے علاقوں کو فتح کرلیا۔ حضرت عثمان کے ایک اور مشہور سالار حضرت عبداللہ بن زبیر نے مشرق کی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا تھا ایک اور سالار حضرت عبداللہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمندر پار کرکے اندلس کا محاصرہ کرلیا اور کچھ فتوحات کیں لیکن اسی جانب مستقل مہم کا آغاز نہ کیا گیا۔ ۳۰ ہجری میں حضرت سعد بن العاص نے خراسان جرجلن یوستان کو فتح کیا اسی عہد میں مسلمانوں نے ہندوستان کی طرف توجہ کی اور گجرات کے

ساحلی علاقوں تک جا پہنچے۔عہد عثمانی میں مسلمانوں نے تقریباً پچاس بحری لڑائیاں لڑیں اور فتح حاصل کی بحری قوت کا انتظام اس عہد کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع

۲۶ ہجری میں مسجد الحرام مکہ معظّمہ اور ۲۹ ہجری میں مسجد نبوی مدینہ کی تعمیر و توسیع کرائی گئی یہ کام دس ماہ میں مکمل ہوا۔حضرت عثمان کے عہد میں مسجد نبوی کا طول ۱۴۰ اگز سے بڑھ کر ۱۶۰ اگز اور عرض ۱۰۰ اگز سے بڑھ کر ۱۶۰ اگز ہو گیا تھا (تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ''تاریخ مسجد نبوی'')

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب سے بڑا کارنامہ عالم اسلام کو ایک مصحف (قرآن مجید) اور اس ایک قرات پر جمع کرنا تھا اس متفقہ مصحف کو لکھوا کر تمام ممالک اسلامیہ میں شائع کرایا گیا اور قرآن کریم کی ایک ہی قرأت پر عالم اسلام کو متفق کر دیا گیا۔حضرت عثمان غنی کے اس عظیم کام کی وجہ سے امت میں ان کا ایک لقب جامع القرآن بھی مشہور ہوا۔حضرت ام المومنین حضرت حفصہ کے پاس محفوظ مصحف کی کاپیاں کرائیں اور ملک مکہ مکرمہ،مدینہ منورہ، یمن،شام، بصرہ،مدین اور کوفہ میں ایک ایک کو محفوظ کر دیا گیا۔مصحف عثمان کے ان نسخوں میں سے اس وقت چار نسخے دنیا میں آج تک اپنی اصل شکل میں محفوظ ہیں۔(۱) حجرہ نبوی کا نسخہ (۲) آثارِ نبویہ استنبول کا نسخہ (۳) کتاب خانہ مصر کا نسخہ (۴) کتاب خانہ ماسکو کا نسخہ۔

کئی غیر مسلم اقوام اور علاقوں کو عیسائیوں اور یہودیوں کی سازشوں کی وجہ سے کچھ عرب قبائل کی باہمی چپقلش اور معاشرے میں پیدا ہونے کی بہت خوش حالی کی بناء پر فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا چلا گیا۔مزید برآں حضرت عثمان کی فطری نرم دلی اور ان کے مزاج میں مال و بردباری نے بھی سازشوں کو دلیر بنا دیا تھا ان سازشوں کا مرکز کوفہ،بصرہ اور مصر تھے ان سازشوں میں بہت سے لوگ شریک ہو گئے تھے مگر سازشوں کا سرغنہ ایک یہودی عبداللہ بن سبا تھا ۳۵ ہجری کے آخر میں باغیوں نے مدینہ طیبہ کا رُخ کر لیا حج کے باعث مدینہ تقریباً خالی تھا پہلے حضرت عثمان کے مسجد میں آنے کو دشوار کر دیا گیا پھر ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا۔حضرت عثمان نے مخلص صحابہ کو باغیوں کا مقابلہ کرنے سے یہ فرما کر روکا کہ میں مدینہ منورہ میں کشت و خون سے تم کو باز رکھتا ہوں۔

حضرت عثمان نے اپنی زندگی کی آخری شب رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں کہ عثمان ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا بالآخر ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری بروز جمعہ چند بدبخت باغیوں نے حضرت عثمان کے گھر میں گھس

کر تیسرے خلیفہ کو اس وقت شہید کر دیا جب وہ تلاوت قرآن میں مصروف تھے اس وقت حضرت عثمان کی عمر ۸۲ سال تھی اور مدت خلافت تقریباً ۱۲ سال تھی جس قطعہ زمین میں دفن کئے گئے وہ حضرت عثمان نے ہی خرید کر جنت البقیع کے قبرستان میں شامل کر دیا تھا اللہ تعالیٰ ان کی لحد پر ہمیشہ شبنم افشانی کرے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین

جوڑا نور کا

اس جوڑے سے سیدہ رقیہ و سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں جن کا تعارف مندرجہ ذیل ہے اسی لئے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ذوالنورین ہے دو نور والے یعنی نور اول سیدہ رقیہ اور نور دوم سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

لطیفہ

حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیاں نور آپ کے داماد عثمان ذوالنورین کو ماننا عین اسلام ہے لیکن وہابی مذہب میں حضور اکرم ﷺ کو نور ماننا شرک (معاذ اللہ) تعجب ہے بلکہ افسوس ہے۔

رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ

حضور اکرم ﷺ کی دوسری صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں ان کی ولادت واقعہ فیل سے تینتیسویں برس میں ہے اور سیدہ زینب کی ولادت کے تین سال بعد ولادت ہے۔ زبیر بن بکار وغیرہ نے کہا کہ سیدہ رقیہ حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں اس قول کی تصحیح جرجانی اور نسابہ کی ایک جماعت نے کی ہے مگر اصح وہی ہے جس پر اکثر اہل سیر ہیں وہ یہ کہ سیدہ زینب سب سے بڑی صاحبزادی ہیں سیدہ رقیہ عہد نبوت سے پہلے عتبہ بن ابی لہب کی زوجیت میں تھیں اور ان کی بہن سیدہ ام کلثوم اس عتبہ کے بھائی عتیبہ کی زوجیت میں تھیں ایسا ہی مواہب لدنیہ میں ہے اکثر کتابوں اور جامع الاصول میں اول عتبہ بصیغۂ مکبر اور ثانی عتبہ بصیغہ مصغر آیا ہے اور روضۃ الاحباب میں اس کے برعکس مروی ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہی اکثر کتابوں میں ہے اس لئے کہ عتیبہ کا مسلمان ہو کر مقبول اسلام بن کر صحابہ کی گنتی میں شمار ہوا ہے اور وہ جو حضور اکرم ﷺ کی بددعا کا قصہ ہے جس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی بددعا مستجاب ہوئی اور اسے شیر نے پھاڑ کر قتل کیا وہ اس کا بھائی عتبہ ہے (باتفاق) بہر حال جب سورۃ ''تبت یدا ابی لھب'' نازل ہوئی تو ابولہب نے عتبہ سے کہا او عتبہ تیرا سر عام حرام ہے مطلب یہ کہ میں تجھ سے بیزار ہوں اگر تو محمد (ﷺ) کی بیٹی کو اپنے سے جدا نہ کرے اس پر اس نے جدائی کر لی علیحدہ ہو گیا۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ قریش نے حضرت ابوالعاص کو بھی حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جدا کردینے پر ابھارا انہوں نے فرمایا خدا کی قسم میں ہرگز حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی کو جدا نہ کروں گا اور نہ میں پسند کرتا ہوں کہ ان کے عوض قریش کی کوئی اور عورت ہو۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے سیدہ رقیہ کا نکاح حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں کردیا اور حضرت عثمان نے انکے ساتھ دو ہجرتیں فرمائی ایک حبشہ کی طرف دوسری حبشہ سے مدینہ طیبہ کی طرف۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی شان میں فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کے بعد یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدا کی طرف ہجرت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسن رفیع اور جمال کریم کے مالک تھے۔ دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان کا سیدہ رقیہ کے ساتھ نکاح زمانہ جاہلیت میں ہوا تھا مگر اور تمام اہل سیر نے بعد اسلام بیان کیا ہے۔

منقول ہے کہ جب سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی تو عورتیں روتی تھیں مگر حضور اکرم ﷺ نے ان کو اس سے منع نہ فرماتے تھے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدہ رقیہ کی قبر کے سرہانے رسول ﷺ کے پہلو میں بیٹھی ہوئی روتی تھیں اور حضور اکرم ﷺ اپنی چادرِ مبارک کے کنارے سے ان کی چشم مبارک سے آنسو پونچھتے تھے اس کے باوجود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے سیدہ رقیہ کی تعزیت کی گئی تو فرمایا ''الحمدللہ دفن البنات من المکرمات'' سے معلوم ہوتا ہے کہ میت پر رونا رحمت ورقت کی بناء پر ہوتا ہے نہ کہ میت کے فقدان یعنی رخصت ہوجانے کی وجہ سے کیونکہ یہ تو تقدیر الٰہی سے واقع ہوتا ہے۔ یہ سب روایتیں تقدیر پر ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ سیدہ رقیہ کی وفات کے وقت موجود ہوں لیکن صورت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کی وفات کے وقت بدر میں تشریف فرما تھے جیسا کہ مشہور ہے لہٰذا غالب گمان یہ ہے کہ یہ واقعات سیدہ زینب یا سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق ہوں گے اور راوی نے وہم کی بناء پر سیدہ رقیہ کا نام لے لیا ہوگا اور اگر یہ واقعہ ثابت ہوجائے کہ سیدہ رقیہ کے واقعات ہیں تو ہم کہیں گے کہ ممکن ہے کہ غزوۂ بدر کی واپسی کے بعد جب حضور اکرم ﷺ سیدہ رقیہ کی قبر انور پر تشریف لائے ہوں اس وقت یہ واقعات رونما ہوئے ہوں (واللہ اعلم) اگرچہ ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کی وفات کے دنوں کے نزدیکی زمانہ میں تشریف لائے۔

سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ

سیدہ ام کلثوم رسول اللہ ﷺ کی تیسری صاحبزادی تھیں جو عتبہ بن ابولہب کی زوجیت میں تھیں۔ اہل سیر کہتے

ہیں کہ ان کا اپنا نام معلوم نہ ہو سکا بعض لوگ آمنہ بتاتے ہیں۔منقول ہے کہ عتبہ نے جب سیدہ ام کلثوم سے جدائی کی تو وہ بارگاہِ رسالت میں آیا اور کہنے لگا میں کافر ہوا آپ کے دین سے اور نہ آپ کا دین مجھے محبوب ہے اور نہ ہی آپ مجھے پیارے ہیں اس بد بخت نے حضور اکرم ﷺ سے زیادتی کی اور آپ کی قمیص مبارک کو چاک کر دیا۔ایک روایت میں آیا ہے کہ اس نے کہا

هو يكفر بالذى ذنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنىٰ

ظاہر ہے کہ اس نے یہ الفاظ سورۂ النجم سے حاصل کئے چونکہ مکہ مکرمہ میں ان دنوں یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوگئی تھی۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ اس ملعون نے اتنی گستاخی کی کہ اس نے اس ناپاک منہ کا تھوک حضور اکرم ﷺ کی جانب پھینکا کہا کہ میں نے رقیہ کو طلاق دے دی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اللهم سلط عليه كلباً بن كلابك اے خدا اس ملعون پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے

اہل سیر کہتے ہیں کہ ابو طالب اس وقت مجلس میں حاضر تھا انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ تجھے کون سی چیز حضور اکرم ﷺ کی دعا کے تیر سے بچا سکا گی یہ ملعون تجارت کی غرض سے شام کی طرف جا رہا تھا راہ میں جب اس نے ایک ایسی منزل میں پڑاؤ ڈالا جہاں درندے تھے تو ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا آج کی رات تم سب ہماری مدد کرو کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ محمد (ﷺ) کی دعا میرے بیٹے کے حق یں آج کی رات اثر کرے اس پر سب نے اپنے اپنے بوجھوں کو اکٹھا کیا اور نیچے اوپر کر کے چنا اور ان بوجھوں کے اوپر عتبہ کے سونے کے لئے جگہ بنائی اور اس کے چاروں طرف گھیرا ڈال کے بیٹھ گئے اس کے بعد حق تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی۔ایک شیر آیا اس نے ایک ایک کر کے منہ کو سونگھا اور کسی سے اس نے تعرض نہ کیا پھر اس نے جست لگائی اور عتبہ پر پنجہ مارا اور اس کے سینے کو پھاڑ ڈالا۔ایک روایت میں ہے کہ عتبہ کی گردن کو دبوچا۔

حضور اکرم ﷺ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہجرت کے تیسرے سال حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تزوج فرما دیا اور فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام کھڑے مجھے خبر دے رہے ہیں کہ حق تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ میں ان کو تمہارے حبالہ عقد میں دے دوں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت کے نویں سال وفات پائی حضور اکرم ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی

اور انکی قبر انور کے پاس بیٹھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور فرمایا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے آج رات اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو اس پر حضرت ابوطلحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ہوں فرمایا ان کی قبر میں اترو بعض شارحین نے کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمانا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض تھا کیونکہ انہوں نے اس رات اپنی باندی سے جماع کیا تھا بایں سبب کہ سیدہ ام کلثوم کی علالت نے طول کھینچا تھا جب وہ بے طاقت ہو گئے تو اپنی باندی کے پاس گئے اور جماع کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اگر میرے پاس تیسری صاحبزادی ہوتی تو اسے بھی تمہارے نکاح میں لے آتا۔ایک روایت میں ہے کہ اگر دس صاحبزادیاں ہوتیں تو میں ان کو یکے بعد دیگرے دیتا جاتا اور وفات پاتی رہتیں۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرصہ تک حضرت ذوالنورین کی زوجیت میں رہیں ہیں لیکن ان سے کوئی فرزند نہ ہوا بعض روایتوں میں آیا ہے کہ دو فرزند متولد ہوئے لیکن وہ زندہ نہ رہے نیز سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی کوئی فرزند زندہ نہ رہا چنانچہ پہلی ہجرت بجانب حبشہ میں ان کا حمل ساقط ہوا اس کے بعد ایک اور فرزند پیدا ہوا جب دو سال کا ہوا تو ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ ماری اور وہ فوت ہو گئے لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں سے کوئی فرزند زندہ نہ رہا دوسری بیویوں سے اولاد پیدا ہوئی جو باقی و زندہ رہیں۔(واللہ اعلم)

کس کے پردے نے کیا آئینہ اندھا نور کا
مانگتا پھرتا ہے آنکھیں ہر نگینہ نور کا

حل لغات

نگینہ، قیمتی پتھر، جواہرات

شرح

کس کے اوجھل ہونے نے نوری آئینہ کو اندھا شفاف کر دیا تمام نوری جواہرات چشم بینا دیکھنے پرکھنے والی آنکھیں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

اب کہاں وہ تابشیں کیسا وہ تڑکا نور کا

مہر نے چھپ کر کیا خاصہ دھندلکا نور کا

حل لغات

تابشیں، نور کا فروغ، اجالا، تابش کی جمع، روشنی۔ تڑکا، صبح صادق پھوٹنا، بھور، بہت سویرا۔ خاصہ، کافی، خوب۔ دھندلکا، غروب آفتاب کے بعد مغرب کی سیاہی، منہ اندھیرا۔

شرح

اب وہ نور کا فروغ نورانی صبح کا اجالا کہاں سراج منیر (چمکتے سورج) نے غروب ہو کر (وصال فرما کر) نور کی نورانیت کو اچھا خاصا دھندلا کر دیا۔

یعنی حضور اکرم ﷺ کے وصال پر اندھیرا چھا گیا جیسا کہ آپ کے وصال کے حالات سے ظاہر ہے۔ تفصیل فقیر کے رسالہ "وصال نامہ" میں دیکھئے۔

آپ کے وصال نامہ میں سے مختصر حالات ملاحظہ ہوں

آغاز مرض الوصال

غزوہ سرایا میں آخری سریہ جیش اُسامہ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اس لشکر کو پیر کے دن ۲۶ صفر ۱۱ھ ابنی کی جانب جو دیارِ روم میں سے ہے اور حضرت زید کے والد کی شہادت گاہ لشکر موتہ میں تھی امیر بنایا تا کہ وہاں کے لوگوں سے جنگ کریں تا کہ ان کی اور ان کے گھروں کو آگ لگائیں اور جانے میں جلدی کریں تا کہ ان کی خبر پہنچنے سے پہلے خود سروں پر پہنچ جائیں۔ روانگی سے پہلے جاسوسوں اور طلائع کو بھیجا جائے اور راہبروں کو ساتھ لیا جائے اسی فکر میں تھے کہ بدھ کے دن ۲۸ صفر کو حضور اکرم ﷺ علیل ہو گئے اور بخار و دردِ سر سے عارض ہوا۔ دوسرے دن علیل ہونے کے باوجود اپنے دست مبارک سے علَم تیار کر کے دیا اور فرمایا "اغزبسم اللہ وفی سبیل اللہ فقاتل من کفر باللہ" اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور خدا کے کافروں سے قتال کرو۔ حضرت اسامہ نے علَم لیا اور باہر روانہ ہو گئے اور یہ علَم انہوں نے بریدہ بن حصیب کے سپرد کیا تا کہ وہ لشکر کے علمبردار ہوں اور مقامِ جرف میں پڑاؤ کیا تا کہ وہاں لشکر اسلام مجتمع ہو۔ جرف ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ کے قریب ہے جرف کے اصلی معنی پانی کھود کر نکالنے کے ہیں اور دربارِ رسالت سے یہ حکمِ عالی صادر ہوا کہ اعیانِ مہاجرین و انصار مثلاً حضرت ابوبکر و عمر فاروق، عثمان ذوالنورین، سعد بن ابی

وقاص، ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ بجز علی مرتضیٰ کے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ جائیں اور حضرت علی مرتضیٰ کو ہمراہ نہ کیا بعض لوگوں کے دلوں میں یہ بات کھٹکتی تھی کہ ایک غلام کو اکابر مہاجرین وانصار پر امیر مقرر فرمایا اس قسم کی گفتگو ذاتی مجلسوں میں ان سے ظہور میں آئیں جب یہ خبریں حضور اکرم ﷺ کی سمع شریف میں پہنچیں تو یہ باتیں آپ کی خاطر مبارک پر گراں گزریں اور غصہ آیا تپ و دردِ سر کے باوجود پیشانی مبارک پر پٹی باندھ کر باہر تشریف لائے منبر شریف پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا فرمایا اے لوگو! تم اسامہ کو اپنے اوپر امیر بنائے جانے سے انحراف کر کے کیسی چہ میگوئیاں کرتے ہو تم نے غزوۂ موتہ میں ان کے والد کے امیر بنائے جانے پر باتیں بنائی تھیں خدا کی قسم وہ امارت کے سزاوار و مستحق ہیں اور ان کے والد بھی امارت کے سزاوار و مستحق تھے میرے نزدیک زید بھی لوگوں میں بہت محبوب تھے اور ان کے فرزند اسامہ بھی ان کے بعد لوگوں میں مجھے زیادہ محبوب ہیں۔ دونوں سے مجھے پیار ہے اب میری وصیت ان کی شان میں بخوبی قبول کرو وہ یہ ہے کہ وہ تم میں سپہ سالار ہے اور اس کے بعد آپ منبر سے اتر کر کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔

فائدہ

مروی ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے "السلام علیک ایھا الامیر" حضرت اسامہ عرض کرتے "غفر اللہ ملک" یا امیر المومنین آپ مجھے امیر فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں جب تک زندہ ہوں ہمیشہ تمہیں امیر کہہ کر مخاطب کرتا رہوں گا اور فرمایا کرتے کہ رسول اللہ ﷺ اس جہان سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ تم سب پر امیر تھے حالانکہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے وقت اٹھارہ یا انیس سال کی تھی بعض بیس بتاتے ہیں۔

فائدہ

یہ واقعہ دسویں ربیع الاول کا تھا اور اس دن وہ جماعتیں جو حضرت اسامہ کے ساتھ جانے پر مامور تھیں فوج در فوج آ کر اور رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہو کر لشکر گاہ میں پہنچ رہی تھیں اس دن رسول اللہ ﷺ کا مرض بانسبت اور دن کے زیادہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ جیش اسامہ کو روانہ کرو گیارہ ربیع الاول کو حضرت اسامہ اپنے لشکر کے ساتھ حضور ﷺ سے رخصت ہونے کے ارادہ سے آئے اور حضور اکرم ﷺ کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور اپنے سر کو جھکا کر حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک اور دست مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور اکرم ﷺ پر مرض کی شدت کا اتنا غلبہ تھا کہ بولنے کی

طاقت نہ تھی لیکن حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک کو آسمان کی جانب اُٹھا کر حضرت اسامہ پر اتارا۔ حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ میرے لئے دعا فرما رہے تھے اس کے بعد حضرت اسامہ حضور ﷺ کے حجرہ شریف سے باہر آ گئے اور لشکر گاہ میں چلے گئے۔ صبح کو سوموار کے دن پھر آئے اس وقت حضور اکرم ﷺ کے مرض میں کچھ کمی تھی اسامہ کو رخصت کیا اور فرمایا "اعز علی برکته الله" خدا کی برکت کے ساتھ جہاد کرو۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق لشکر گاہ چلے گئے اور حکم دے دیا کہ کوچ کیا جائے جب چاہا کہ خود سوار ہوں تو ان کی والدہ ام ایمن نے پیغام بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ نزع کے عالم میں ہیں۔ اسامہ لوٹ آئے اور اشرافِ صحابہ بھی واپس آ گئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدینہ منورہ میں ہی تھے حضرت بریدہ بن حصیب نے عَلَم حضور اکرم ﷺ کے دروازہ پر نصب کر دیا جب حضور اکرم ﷺ کے دفن سے فارغ ہونے تک اور امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت قرار پا گئی تو حکم دیا کہ حضرت اسامہ کے گھر کے دروازہ پر عَلَم نصب کر دو تا کہ جو لشکر حضور اکرم ﷺ نے مقرر فرمایا ہے روانہ ہو اور جو حکم رسول اللہ ﷺ نے جاری فرمایا ہے نافذ ہو۔ اس کے بعد حضرت اسامہ باہر نکلے اور منزل جرف میں قیام کیا تا کہ لوگ جمع ہوں اسی اثناء میں مدینہ منورہ میں قبائل عرب کے مرتد ہونے کی خبریں پہنچیں بعض لوگوں نے رائے دی کہ جب تک مرتدین کے قصہ سے اطمینان نہ ہو جائے اس وقت تک لشکر اسامہ کو موقوف رکھنا بہتر ہو گا مبادا کہ جب وہ یہ سنیں گے کہ لشکر قوی تو مدینہ منورہ سے باہر گیا ہوا ہے وہ دلیر ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں اور اہل مدینہ سے جنگ کریں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی رائے قبول نہ فرمائی آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ لشکر اسامہ کے بھیجنے سے میں مرتدوں کا لقمہ بن جاؤں گا تب بھی میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی کو جائز نہ رکھوں گا لیکن تم اسامہ سے درخواست کرو کہ وہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجازت دے دیں کہ وہ میرے پاس رہیں اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہ جانے کی اجازت دے دی۔

جب ماہ ربیع الآخر آ گیا تو حضرت اسامہ نے ابنی کی جانب روانگی فرمائی اور وہاں کے لوگوں پر غلبہ و فتح حاصل کیا اور ان کے بہت زیادہ لوگوں کو قتل کیا اور کچھ اشجار و منازل، باغات اور کھیتوں کو جلایا اور اپنے والد کے قاتل کو قتل کیا اور بکثرتِ مالِ غنیمت لے کر واپس آ گئے اس لشکر کا مکمل سفر چالیس دن کا تھا۔

وصال کی خود خبر دی

یاد رہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو آخری حج فرمایا احکام دین تعلیم فرمانے کے بعد اس جہان سے اپنی رحلت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو وداع کیا تھا اور فرمایا تھا کہ شاید آئندہ سال میں تم میں نہ ہوں اسی بناء پر حج کو حجۃ الوداع سے موسوم کیا گیا اور اس آیۃ کریمہ کا نزول بھی اسی طرف مشیر ہے کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (الایۃ) (پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

جیسا کہ گذرا نیز حجۃ الوداع کے وقت منٰی کے دنوں میں "سورۃ اذا جاء نصر اللہ و الفتح" ہوئی جب یہ سورۃ نازل ہو رہی تھی تو حضور اکرم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا مجھے پیغام دے رہے ہو کہ مجھے اس جہان سے جانا چاہیے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا غم نہ کیجئے

وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی (پارہ ۳۰، سورۃ الضحٰی، آیت ۴)

اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

اس کے بعد سید عالم سرورِ کائنات ﷺ آخرت کے کاموں میں بہت جدو جہد فرمانے لگے اس سورۃ مبارک کے نازل ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ کا اکثر ذکر بحکم الٰہی وتقدس تھا۔ فرمایا

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ اسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا (پارہ ۳۰، سورۃ النصر، آیت ۳)

تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

یہ کلماتِ مبارکہ تھے کہ

سبحانک اللھم وبحمدک اللھم اغفرلی انک انت التواب الرحیم

صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وجہ ہے کہ یہ کلماتِ مبارکہ آپ کی زبانِ اقدس پر بہت جاری ہیں فرمایا جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے عالم بقا کی طرف بلایا گیا ہے اور تسبیح وتحمید اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے اور گریہ کناں ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ موت سے گریہ کناں ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گذشتہ و آئندہ سب سے مغفور فرمادیا ہے فرمایا

فاین اول المطلع و این ضیق القبر وظلمۃ اللحدواین القیمۃ والاھوال

یہ فرمانا امت کی تنبیہ ہے کہ انہیں ان بلاؤں اور مشقتوں سے گزرنا ہوگا ورنہ حضور اکرم ﷺ کا حال اس سے

رافع واعلیٰ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی وفات سے ایک مہینہ پہلے ہمیں اپنی وفات کی خبر دی اور خواصِ اصحاب کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بلایا اور جب آپ کی نظر مبارک ہم پر پڑی تو گریہ فرمایا۔حضور اکرم ﷺ کا یہ گریہ فرمانا ان صحابہ کرام پر انتہائی شفقت ورحمت اور شدتِ تصورِ الم فراق سے تھا جو ان حضرات کو لاحق ہوگا اس وقت فرمایا

مرحبابکم وحیاکم اللہ بالسلام حفظکم اللہ صبر کم رفعکم اللہ ھداکم وفقکم اللہ آواکم اللہ وقاکم اللہ سمکم اللہ

یہ دعا اگرچہ بظاہر متوجہ بجانب صحابہ کرام ہے جو حاضر بارگاہ اقدس تھے لیکن حقیقت میں راجع تمام امت پر ہے اور اس دعا میں سب کو ہی شامل فرمایا گیا ہے اور شریعت کے تمام خطابات کا بھی یہی حکم ہے کہ اس میں تغلیب حاضر بر غائب ہے اور فرمایا میں تمہیں تقویٰ اور خوفِ خدا کی وصیت کرتا ہوں اور تم سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اپنا خلیفہ بناتا ہوں اور میں تمہیں خدا کے غضب سے ڈراتا ہوں کیوں کہ میں تم میں ''نذیر مبین'' ہوں یعنی خوب ظاہر طور پر ڈرانے والا اور چاہیے کہ علو وعتو اور تکبر حق تعالیٰ پر بندوں اور شہروں پر نہ کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا(پارہ ۲۰،سورۃالقصص،آیت ۸۳)

یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد۔

دارمی نے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ ''اذا جاء نصر اللہ والفتح'' نازل ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا کے سامنے پڑھا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے رحلت کی خبر دی گئی ہے اس پر سیدہ فاطمہ رونے لگیں پھر فرمایا روؤ نہیں اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی پھر سیدہ فاطمہ ہنسنے لگی صحیح یہ ہے کہ یہ قصہ ایام مرض کا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے حضور اکرم ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا برابر ہر سال دور فرمایا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ جبریل نے دور کیا یہ بھی حضور اکرم ﷺ کے اس جہاں سے رحلت فرمانے کی ایک علامت تھی۔
بعض روایتوں میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے رونے اور ہنسنے کا قصہ اسی کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔ ہر سال حضور اکرم ﷺ رمضان مبارک میں عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف کیا کرتے تھے لیکن اس سال حضور اکرم ﷺ نے دو آخری عشرہ

کا یعنی دسویں رمضان سے چاند رات تک کا اعتکاف فرمایا اور حضور اکرم ﷺ نے شہداء احد پر ان کی شہادت کے آٹھ سال بعد نماز پڑھی جس طرح کہ بطریق وداع کرنے کے لئے ہوتا ہے اس کے بعد منبر پر تشریف لائے اور فرمایا میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر شہید ہوں اور تمہاری شہادت کا امانت دار ہوں اور میں تمہیں اپنے حوض پر بھی دیکھ رہا ہوں جہاں کہ میں کھڑا ہوں گا بلاشبہ مجھے زمین کے خزانوں کے قبضہ میں آنے کی بشارت ہے اسی لئے فرمایا میں اس سے خوف نہیں رکھتا کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو گے لیکن میں خوف رکھتا ہوں کہ تم پر دنیا غالب آئے گی اور تم اس کے شائق ہو گے اور فتنہ میں پڑو گے اور ہلاک ہو گے جس طرح کہ وہ لوگ ہلاک ہوئے جو تم سے پہلے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو دو چیزوں میں سے ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا وہ یا تو دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت اور مال و دولت اختیار کرے یا وہ جو حق تعالیٰ کے پاس آخرت کا اجر و ثواب ہے تو اس بندے نے آخرت کو اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور دنیا کی طرف رغبت نہ کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خبر کے سنتے ہی رونے لگے یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں لوگوں نے کہا اس شیخ کو دیکھو حضور اکرم ﷺ تو کسی کا حال بیان فرما رہے ہیں اور یہ روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! حالانکہ حضور اکرم ﷺ اپنے حال مبارک کی خبر دے رہے تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حال سے ان سب سے زیادہ دانا وفہمیدہ تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا اور نیکی کرنے والا اپنے مال اور صحبت اور رفاقت سے ساتھ دینے والا وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا خلیل بنانے والا ہوتا تو میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیل بناتا لیکن خدا کے سوا میرا کوئی خلیل نہیں اخوتِ اسلامی باقی ہے خلیل جگری دوست کو کہتے ہیں جس کی دوستی دل کی گہرائیوں میں جا گزیں ہو اور فرمایا مسجد میں کھلنے والا کوئی دریچہ باقی نہ رکھا جائے سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دریچہ کے۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ اس کلام میں خصوصیت کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ ارشاد عالی مرضِ وفات میں وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا تھا دیگر روایتوں میں اختیار دینے کا قصہ ایامِ مرض میں آیا ہے۔ صحابہ نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اجل کب ہے؟ فرمایا خدا کی طرف لوٹنے، جنت الماویٰ، سدرۃ المنتہیٰ پہنچنے، رفیق اعلیٰ سے ملنے، کا ئیں اوفی یعنی جامِ طہور پینے اور دائمی عیش پانے کا وقت

بہت نزدیک آ گیا ہے۔

ماہ صفر کا آخری ہفتہ

اسی سال کے آخر ماہ صفر میں حضور اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ بقیع کے قبرستان والوں کے لئے استغفار فرمائیں۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات حضور اکرم ﷺ میرے یہاں تشریف فرما تھے اور میں سو رہی تھی جب میری آنکھ کھلی تو میں نے حضور اکرم ﷺ کو بسرا استراحت پر آرام فرمانہ پایا میں حضور اکرم ﷺ کے عقب میں چلی میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ بقیع میں داخل ہوئے اور فرمایا

السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ماتوعدون وانا انشاء اللہ بکم لا حقون

ایک روایت ہے فرمایا

انتم لنافرط وانابکم لا حقون اللھم اجرھم ولا تفتنا بعدھم اللھم اغفر لاھل بقیع اذقلد

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ میرے گھر سے روانہ ہوئے میں بھی حضور اکرم ﷺ کے عقب میں چلی اس غیرت کی بناء پر کہ شاید حضور اکرم ﷺ اپنی کسی زوجہ کے یہاں تشریف لے جائیں یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ بقیع پہنچے اور بہت دیر کھڑے رہے دو تین مرتبہ ہاتھائے مبارک کو اُٹھا کر دعا فرمائی اور واپس لوٹے اور میں بھی واپس آئی اور میں حضور اکرم ﷺ کے پہنچنے سے پہلے گھر میں داخل ہوگئی اور لیٹ گئی میرے بعد حضور اکرم ﷺ بھی تشریف لے آئے جب حضور اکرم ﷺ نے میری سانس کا پھولنا اور اضطراب کا اثر مشاہدہ فرمایا تو فرمایا اے عائشہ! کیا حال ہے کیا ہوا اور کیوں مضطرب نظر آتی ہو میں نے صورتِ حال عرض کی فرمایا وہ سایہ جو میں اپنے آگے دیکھ رہا تھا شاید تم تھی۔

میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ! اس پر حضور اکرم ﷺ نے نرمی کے ساتھ اپنا دست مبارک میرے سینے پر ملا اور فرمایا تم نے یہ گمان کیا کہ خدا اور رسول اللہ تمہارے حق میں ظلم کرے گا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں ہے بات ایسی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا لیکن معذور رکھنے میں کیا کرتی انسانی خصلت ہی ایسی ہے جو مجھے لاحق ہوئی۔ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا شیطان نے تمہیں اس پر ابھارا۔سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کیا میرا بھی کوئی شیطان ہے فرمایا ہر شخص کے لئے شیطان ہے۔حضرت عائشہ نے عرض کیا کیا آپ کا بھی ہے؟ فرمایا ہے لیکن میرا شیطان اسلام لے آیا ہے اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرے

پاس جبریل آئے اور دروازہ کے باہر سے انہوں نے آواز دی چونکہ جبریل علیہ السلام کی عادت ہے کہ جب تم اپنے جسم سے لباس اتارے ہوئے ہوتی ہو تو وہ اندر نہیں آتے اور میں نے خیال کیا کہ میں تمہیں بیدار نہ کروں تاکہ تم پریشان نہ ہو ۔ پھر جبریل علیہ السلام وحی لائے کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اہل بقیع کے پاس جا کر ان کے لئے استغفار کریں دعا کے الفاظ اس روایت میں اس طرح ہیں کہ

السلام علیکم دار قوم مومنین انا وایاکم متواعدون غدا موالکون

نیز مروی ہے

السلام علیکم یا اھل القبور ویغفر اللہ لنا ولکم انتم لنا سلف ونحن بالاثر

یہ پندرھویں شعبان میں بھی مروی ہے کہ اس رات میں زیارتِ قبور مسنون ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے غلام حضرت ابو موہبہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک رات مجھ کو بیدار کیا اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ اہل بقیع کے پاس جاؤں اور ان کے لئے استغفار کروں پھر مجھے ہمراہ لیا اور بقیع تشریف لا کر بہت دیر تک کھڑے استغفار فرماتے رہے اور ان کے لئے ایسی دعا فرمائی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ میں بھی ان اہل قبور میں سے ہوتا اور اس دعا سے مشرف ہوتا اس کے بعد فرمایا "السلام علیکم یا اھل القبور تمہیں وہ نعمتیں مبارک ہوں جن میں تم صبح کرتے ہو اور جن میں تم رہتے ہو اور تم ان فتنوں سے دور ہو جن میں لوگ مبتلا ہیں اور حق تعالیٰ نے تم کو ان سے نجات دے دی ہے اور خلاصی فرما دی ہے بلاشبہ ان پر سیاہ رات کی مانند فتنے اُمنڈ اُمنڈ کر آئیں گے اور اس کا آخری کنارہ اول کے ساتھ ملا ہوگا اور پے در پے آئیں گے ان فتنوں کا آخری کنارہ پہلے سرے سے بدتر ہے۔ اس کے بعد فرمایا اے موہبہ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں مجھے پیش کی گئیں اور مجھے اس کے درمیان مخیّر کیا گیا کہ اگر چاہوں تو میں دنیا میں ہمیشہ رہوں یہاں تک کہ جنت میں مراتب و درجات پاؤں یا پھر یہ کہ اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کروں اور اس کی طرف جانے میں جلدی کروں میں نے اپنے رب کی ملاقات کو ہی اختیار کیا۔ موہبہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کچھ عرصہ دنیا میں اور اقامت فرمایئے اس کے بعد جنت میں جایئے تاکہ آپ کی بدولت ہم بھی آسودہ رہیں ۔ فرمایا اے موہبہ! نہیں میں نے اپنے رب کی ملاقات کو اختیار کر لیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد ان صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے جو موجود تھے اور فرمایا دنیا سے گزر جانے والے تم سے بہتر ہیں ۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ ہمارے بھائی ہیں جس طرح وہ ایمان لائے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لائے ہیں انہوں نے بھی انفاق کیا ہے ہم بھی

کرتے ہیں وہ بھی چلے گئے ہیں ہم بھی چلے جائیں گے ان کو ہم پر فوقیت کیسے ہے؟ فرمایا وہ دنیا سے گزر گئے ہیں اور دنیا میں اپنے اجر سے کچھ نہ کھایا اور میں نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا کرو گے اور تمہارے درمیان کتنے فتنے سر اُٹھائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ بقیع تشریف لے گئے اور فرمایا اے کاش! ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا تم میرے اصحاب ہو میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں میں ان کا فرط یعنی پیش رو ہوں گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت میں وہ لوگ پیدا ہوں گے اور آپ نے ان کو دیکھا نہیں ہے آپ روزِ قیامت ان کو کس طرح پہچانیں گے تو فرمایا تم میں سے کسی کے پاس بہت سے گھوڑے ہوں کچھ گھوڑے سفید ہوں اور کچھ سیاہ کیا تم اپنے گھوڑوں کو دوسروں سے نہ پہچانو گے اور فرمایا روزِ قیامت میرے امتی اس حال میں اُٹھیں گے کہ ان کے چہرے اور منہ آثارِ وضو سے تاباں ہوں گے جس طرح کہ زیارتِ بقیع اور ان کے استغفار کے بارے میں مامور ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح شہدائے احد کی زیارت اور ان کے لئے دعا کرنے کے بارے میں مامور ہونا بیان کیا گیا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک رات حضور اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ بقیع تشریف لے جا کر ان کے لئے دعا فرمائیں تو حضور ﷺ تشریف لے گئے اور استغفار کر کے واپس تشریف لے آئے اور خوابِ استراحت فرمائی پھر حکم ہوا تشریف لے جا کر بقیع والوں کے لئے استغفار فرمائیں پھر تشریف لے گئے اور استغفار کر کے واپس آ کے خوب استراحت فرمائی پھر حکم ہوا تشریف لے جا کر بقیع والوں کے لئے استغفار فرمائیں پھر تشریف لے گئے اور استغفار کر کے واپس آ کے خوابِ استراحت فرمائی پھر حکم ہوا کہ جاؤ شہدائے احد کے لئے دعا فرمائیے اس کے بعد حضور اکرم ﷺ احد تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے حق میں دعائے خیر فرمائی جب وہاں سے واپس تشریف لائے اور احیاء و اموات کے حق میں دعا و وداع سے فارغ ہوئے تو دردِ سر لاحق ہوا اور علیل ہو گئے۔

نکتہ

اس جگہ ایک نکتہ دل میں پیدا ہوا ہے وہ یہ کہ یہ جو حضور اکرم ﷺ کو اس وقت اہل بقیع اور شہدائے احد کی زیارت اور ان کے لئے دعا و استغفار اور ان کو اس طرح وداع کرنے کا حکم ہوا جیسے کہ کسی سفر میں جاتے وقت رخصت کیا جاتا ہے اس میں حکمت یہ تھی کہ چونکہ حضور اکرم ﷺ کو سفر آخرت در پیش تھا اس بناء پر ایک مناسبت اور اس عالم کی جانب رجوع

اور اس جہان والوں سے خاص لگاؤ پیدا ہو جائے اور جب کہ حضور اکرم ﷺ نے زندوں کے لئے دعا و نصیحت فرمائی ہے اوران کو پند و نصائح سے نوازا ہے تو اموات کو بھی دعا و استغفار اور تو دیع سے سرفراز فرمایا جائے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ گزرے ہوئے حضرات تو عالم برزخ میں ہیں اور حضور اکرم ﷺ ابھی اس عالم میں تشریف لے جانے والے ہیں لہٰذا ان کو اپنے اس ارشاد سے بشارت دے رہے ہیں ''انا بکم لاحقون'' میں بھی تمہارے ساتھ ملنے والا ہوں تو وداع کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صورت میں وداع تھی جیسا کہ بیان کے ضمن میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ورنہ حقیقی وداع کیسے ممکن ہے اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کا مقام اعلیٰ و ارفع ہے کسی اور کو مرافقت اور مصاحبت کی کہاں تاب و تواں ہو گا جس طرح کہ جنت میں حضور اکرم ﷺ کا مخصوص مقام ہے عالم برزخ میں بھی یہی حکم رکھتا ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ بقیع سے واپس تشریف لائے تو مجھے دردِ سر لاحق ہو گیا اور میں نے ''وارا ساہ'' ہائے میرا سر کہنا شروع کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے میری تسلی کے لئے بطریق مزاح فرمایا اے عائشہ! تمہیں کیا نقصان ہو گا اگر مجھ سے پہلے تم اس جہان سے چلی جاؤ اور میں تمہارے سرہانے کھڑا ہوں اور تمہاری تجہیز و تکفین کا انتظام کروں اور تم پر نماز پڑھوں اور تمہیں دفن کر کے تمہارے لئے دعا و استغفار کروں اس پر حضرت عائشہ نے بھی حضور اکرم ﷺ سے بطورِ مزاح عرض کیا میرا خیال ہے کہ آپ میرا مرنا پسند کرتے ہیں اگر میری موت واقع ہو جائے تو اسی دن کسی اور عورت کو دلہن بنا کے میرے گھر لے آئیں گے؟ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ تمہارا دردِ سر تو جاتا رہے گا لیکن یہ دردِ سر جو مجھے لاحق ہے مشکل ہے کہ میں اس سے خلاصی پاؤں گویا اس طرح اشارہ فرمایا کہ اسی مرض میں میں اس جہان سے رحلت فرماؤں گا اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (گویا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خوش کرنے کے لئے فرمایا) کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی کو ابو بکر اور ان کے فرزند عبد الرحمٰن کی طرف بھیجو کہ وہ میرے پاس آئیں اور میں ان کے ساتھ عہد کروں یعنی عہد خلافت تا کہ کوئی کہنے والا دعویٰ نہ کرے اور کوئی تمنا رکھنے والا تمنا نہ کرے۔ مطلب یہ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی دوسرا مدعی خلافت نہ بنے اور اس کی آرزو نہ کرے اس کے بعد میں نے کہا اس سے اللہ تعالیٰ اور مسلمان باز رکھے۔

حضور اکرم ﷺ کے مرض کی ابتداء حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر ان کی باری کے دن میں ہوئی تھی جب مرض نے شدت پکڑی تو اپنی ازواجِ مطہرات سے فرمایا میں کس کے یہاں رہوں گا اور اس بات کو مکرر فرمایا۔

حضور اکرم ﷺ کا مقصد اس بات میں کہ ایامِ مرض میں میں حضرت عائشہ کے یہاں رہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ اپنی تمام ازواجِ مطہرات سے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ مشکل ہے کہ میں مرض کی حالت میں تمہارے گھروں کا پھیرا کروں اور اپنی باری کی رعایت کروں اگر تمہاری مرضی ہو تو مجھے اجازت دے دو کہ میں عائشہ کے گھر رہوں اور اس جگہ تم سب میری تیمارداری کرو اس پر تمام ازواجِ مطہرات راضی ہوگئیں کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں اقامت فرمائیں۔

ایک روایت میں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ بات حضور اکرم ﷺ پر شاق ہوگی کہ آپ ہر ایک گھر کا دورہ فرمائیں اس پر تمام ازواجِ مطہرات راضی ہوگئیں کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں اقامت فرمائیں۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ حضرت میمونہ کے گھر سے اہل بیت میں سے دو شخصوں کے کندھوں پر اپنا دست مبارک رکھ کر اس طرح تشریف لائے کہ آپ کے قدم ہائے مبارک زمین پر خط کھینچتے جاتے تھے اور آپ کے سر مبارک کپڑا بندھا ہوا تھا آپ اس حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے۔

ایک روایت میں ہے کہ چند روز تک تو حضور اکرم ﷺ نے ازواج مطہرات کے گھروں کا دورہ فرمایا ور ان کی باری کی رعایت فرمائی یہاں تک کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ حضرت میمونہ کے گھر رونق افروز تھے سخت دردِ سر لاحق ہوا اس پر فرمایا اب ممکن نہ رہا کہ علالت کے دوران تمہارے گھروں کا دورہ کروں تو سب نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں اقامت فرمانے پر اتفاق کر لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرج کیا یا رسول اللہ میری خواہش ہے کہ میں حضور ﷺ کی تیمارداری کا شرف پاؤں اور خدمت گزاری کا موقعہ مجھے ملے۔ فرمایا اے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر میں بغیر اہل بیت کے تیمارداری کراؤں تو ان کی مصیبت زیادہ ہوجائے بلاشبہ تمہارا اجر حق تعالیٰ پر ہے اس نیت کے سبب جو تم نے کی۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی علالت نے بہت شدت اختیار کر لی چنانچہ اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ آپ اپنے بستر مبارک پر ایک پہلو سے دوسرے پہلو پر بار بار مضطربانہ طور پر منقلب ہوتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر یہ حالت ہم میں سے کسی اور سے رونما ہوتی تو بُرا محسوس

فرماتے اور غصہ میں آجاتے۔ آپ نے فرمایا میرا مرض انتہائی سخت ہے حق تعالیٰ انبیاء وصلحاء پر ابتلا انتہائی سخت وشدید فرماتا ہے ایسا کوئی مومن نہیں ہے جسے کوئی مصیبت وایذا پہنچے حتیٰ کہ پاؤں میں کانٹا چبھے مگر یہ کہ حق تعالیٰ اس کے سبب اس کا درجہ بلند فرمائے اور اس کے گناہوں کو محو فرمائے اور فرمایا روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں ہے جسے مرض وغیرہ کی تکلیف پہنچے مگر یہ کہ وہ اس کے گناہوں کو ایسا جھاڑ دے جیسے پت جھڑ کے موسم میں درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کی بیماری رسول اللہ ﷺ کی بیماری سے سخت تر ہو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے حضور اکرم ﷺ کو قطیفہ میں لپٹا ہوا پایا میں قطیفہ کے اوپر سے بخار کی گرمی محسوس کرتا تھا اور مجھے برداشت نہ تھی کہ میں حضور اکرم ﷺ کے بدنِ اقدس پر ہاتھ رکھوں میں نے اس شدت پر تعجب کیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کسی کی مصیبت واذیت انبیاء علیہم السلام کی مصیبت واذیت سے زیادہ سخت وشدید نہیں ہے بلاشبہ جس طرح ان کی مصیبتیں دونی ہیں اتنا ہی ان کا اجر بھی دونا ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کو فقر ودرویشی میں اس حد تک مبتلا فرمایا کہ انہیں بجز ایک عبا کے دوسرا لباس تک میسر نہ ہوا۔ اسی عبا کو شب وروز پہنا کرتے تھے واضح رہنا چاہیے کہ بلا میں طوالت اور امتحان وآزمائش میں مبتلا ہونا بارگاہِ الٰہی کے مقربوں کے ساتھ خاص ہے۔ ان مقربانِ الٰہی میں اعزو اعظم اور اعلیٰ واقرب انبیاء علیہم السلام اور ان کے تابعین ہیں جو کہ اولیاء وصلحاء امت ہیں اس میں کوئی کلام نہیں ہے جیسا کہ حدیث مبارک ''الا مثل فالا مثل'' اس میں مشہور ومعروف ہے لیکن بلا میں جزع وفزع اور مرض میں آہ ونالہ کا کیا حکم ہے تو اس میں کلام ہے اگر بےصبری وبے طاقتی کے لحاظ سے جزع وفزع کرنا بلا کو ناگوار اور اس سے فرار چاہنا ہے تو یہ بلا اختلاف حرام ہے اور آہ ونالہ جو بقصد اظہار غربت وبے چارگی ہو جو بندگی کے حال کے لئے لازم ہے اور شدت مرض اور اس کی سختی سے جو اضطراب وبے چینی عارض ہو یہ اور بات ہے یہ چیز جزع وفزع اور بلا سے ناگواری وفراری اور شکوہ وشکویت میں داخل نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جو حضور اکرم ﷺ کی حالت بیان میں مذکور ہوئی اس کے اثبات میں کافی ہے البتہ آہ ونالہ اگر عدم رضا وتسلیم سے ہو تو مکروہ اور داخل شکوہ ہوتی ہے۔ علماء ومشائخ نے جو کراہت وشکایت کا اس پر اطلاق فرمایا ہے وہ مطلق بےصبری وبے رضائی سے مقید ہے۔

حضرت شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اگرچہ اس قول کی تضعیف وابطال میں صراحت فرمائی ہے

لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے ان کی کراہت سے مراد خلافِ اولیٰ ہو اس لئے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو اور نووی کے کلام میں اس لئے محلِ نظر ہے جب کہ بارگاہِ نبوت علیٰ مصدر ہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے یہ بات ثابت ہونے کے بعد خلافِ اولیٰ کہنا ترکِ ادب ہے تو یہ بھی ذکر کی ہی ایک قسم ہے البتہ یہ بات ازروئے غفلت اور غلبۂ طبیعت کے جوش سے ہو جیسا کہ عام لوگوں اور مبتدیانِ راہ کے احوال سے رونما ہوتا ہے جو ضعفِ یقین اور قضاء سے ناگواری کے وہم کی جانب اشارہ کرتا ہے اس کو مکروہ وخلافِ اولیٰ کہیں تو جائز ہے لیکن اگر جبلی اور طبعی درد والم کی خبر دینے کے طریقہ پر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اس میں سب کا اتفاق ہے لہٰذا درد کے ذکر سے شکایت مراد نہیں ہے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو بظاہر خاموش بلب ہیں مگر دل میں شاکی ہیں اور بہت سے ایسے حضرات ہیں جو ظاہر میں گویا ہیں اور باطن میں راضی برضا ہیں لہٰذا معتمد و مشغول عمل قلب ہے نہ کہ فعل انسان۔ (واللہ اعلم)

احادیث صحیحہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ بیماری کی ان کے کلمات سے تعویذ و استعاذہ فرماتے کہ

اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الاشفاء ک شفاء لا یغادر سقما

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ خود علیل ہوئے تو اپنے لئے بھی انہیں کلمات سے تعویذ فرمایا اور اپنے دست اقدس کو تمام بدن اطہر پر پھیرا اور جب حضور اکرم ﷺ اپنے مرضِ وفات میں علیل ہوئے تو میں نے یہی دعا پڑھی اور چاہا کہ حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ کو آپ کے بدن اقدس پر پھیروں تو حضور اکرم ﷺ نے دست مبارک مجھ سے کھینچ لیا اور فرمایا

رب اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ — اے رب اپنی رحمت میں لے کر مجھے رفیق اعلا سے ملا دے

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ تعویذ مجھے اس سے پہلے نفع پہنچاتا تھا اب یہ کوئی فائدہ نہ دیگا۔

مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے تمام مرضوں میں رب تعالیٰ سے صحت یابی کی دعا مانگا کرتے تھے مگر اس مرض میں جس میں آپ کی وفات ہوئی کوئی دعا نہ فرمائی بلکہ اس بات پر سختی فرماتے اور فرماتے اے نفس تجھے کیا ہو گیا ہے کہ جو تو ہر جائے پناہ و آسائش میں پناہ تلاش کرتا ہے۔ ارباب سیر نے ایسا ہی بیان کیا ہے لیکن ایک اور حدیث میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سوتے وقت ’’قل ھو اللہ احد‘‘ ’’قل اعوذ برب

الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" پڑھا کرتے اور دونوں ہاتھوں پر دم فرماتے اور پھر دونوں ہاتھوں سے جہاں تک وہ جسم اقدس میں پہنچ سکتے مسح فرماتے ۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور جب بھی علیل ہوتے ایسا ہی فرماتے اور جب حضورﷺ اس بیماری سے جس میں آپ نے وفات پائی علیل ہوئے تو میں نے حضور اکرمﷺ کی عادتِ شریفہ کے مطابق معوذتین کو پڑھ کر آپ پر دم کیا اور اپنے ہاتھوں پر دم کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضور اکرمﷺ کے دست اقدس پر دم کیا اس امید کے ساتھ کہ آپ کا دست اقدس حصول برکت میں عظیم تر ہے اور اس کی برکت میرے ہاتھ سے زیادہ ہے یہ پڑھنا اور دم کرنا حصولِ شفاء کی غرض سے نہ تھا بلکہ بطریق ورد تھا جسے حضور اکرمﷺ بانیت شفاء بھی پڑھا کرتے تھے یا یہ ابتدائے مرض میں ہوگا قبل اس کے کہ آپ کو اس عالم میں رہنے یا اس جہان سے جانے کے درمیان اختیار دیا گیا اور آپ نے عالم آخرت کو اختیار فرمایا جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام اس علالت کے زمانہ میں بارگاہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے پاس سے آئے اور پیغام پہنچایا کہ اے محمد (ﷺ) حق تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں شفا دے دوں اور اس مرض سے نجات دلا دوں اور اگر آپ چاہیں تو آپ کو اس میں وفات دے دوں اور مستغرق دریائے رحمت فرما دوں تو میں نے یہی چاہا کہ رفیق اعلیٰ سے ملوں اور ان میں سے ہو جاؤں جن کے لئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَ

ｏ (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۹)

جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام سے فرمایا اے جبریل میں نے آج اپنے آپ کو اپنے رب کے سپرد کر دیا ہے وہ جو چاہے میرے ساتھ کرے۔

حضور اکرمﷺ کی علالت کی ابتدا اواخر صفر میں تھی ماہ صفر کی چند راتیں باقی تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ بدھ (چہارشنبہ) کا دن تھا۔ ایک روایت میں شروع ماہ ربیع الاول آیا ہے۔ کتاب الوفاء میں کہا گیا ہے کہ ماہ صفر کی راتیں باقی تھیں جب مرض کی ابتداء ہوئی۔

حضور اکرمﷺ کی مدتِ علالت میں اہل سیر کا اختلاف ہے اکثر کا مذہب یہ ہے کہ یہ تیرہ روز تھے۔ ایک روایت میں چودہ روز ہے اور بعض نے بارہ روز بیان کیا ہے اور ایک گروہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ دس روز ہیں اور یہ اختلاف

ابتدائے مرض اور روزِ وفات میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔

آخری صلوۃ الفجر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے دروازے کے پردے ہٹا کر مسجد میں لوگوں کی جانب نظر مبارک ڈالی اور ملاحظہ فرمائی کہ فجر کی نماز ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں پھر دروازے پر اس طرح کھڑے ہوئے کہ آپ کی نظر مبارک ان کی طرف جمی رہی گویا کہ آپ کا روئے انور ورقِ مصحف ہے گویا حضرت انس نے حضور اکرم ﷺ کے روئے انور کی نورانیت اور نظافت کو ورقِ مصحف سے تشبیہ دی اور یہ حضور اکرم ﷺ کے لئے کتنی عمدہ تشبیہ ہے اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے تبسم فرمایا جب حضور ﷺ کھڑے ہوئے تھے تو صحابہ نے خیال کیا کہ شاید حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لا رہے ہیں اس پر وہ سب بہت خوش ہوئے اور انہوں نے چاہا کہ آپ نماز کے لئے تشریف لے آئیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے

نماز را بگذارم ترا سلام کنم — نماز اس لئے پڑھتا ہوں تا کہ تمہیں سلام کہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ اپنی جگہ سے پیچھے آجائیں مگر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہیں اور اپنی نماز کو پورا کریں پھر دروازہ کا پردہ چھوڑ دیا اور اسی دن رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔

ملک الموت کا اجازت لینا

روایات میں ہے کہ وصال سے قبل تین روز قبل حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں آئے اور پیغامِ حق لائے کہ آپ کا رب تعالیٰ دریافت فرماتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں یہ واقعہ شنبہ کے دن کا ہے اس کے بعد ملک الموت آئے اور اجازت طلب کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام اس علالت کے زمانہ میں آئے جس میں حضور اکرم ﷺ نے وفات پائی اور عرض کیا کہ حق تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں اور کیا حال ہے۔ فرمایا اے امین اللہ میں درد والم محسوس کرتا ہوں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ فرمایا اے جبریل میں غم واندوہ محسوس کرتا ہوں۔ دوسرے دن جبریل پھر آئے اور اسی طرح مزاج پرسی کی اور حضور اکرم ﷺ نے یہی جواب مرحمت فرمایا وہ تیسرے دن آئے ان کے ہمراہ ملک الموت اور ایک اور فرشتہ جس کا نام اسمٰعیل ہے جو اپنے ستر ہزار (ایک روایت میں ہے ایک لاکھ) فرشتوں پر حاکم ہے جن میں ہر ایک فرشتہ ستر ہزار یا

ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے وہ بھی جبریل کے ساتھ تھے۔عرض کیا اے محمد (ﷺ) حق تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور دریافت فرماتا ہے کہ خود کو کیسا پاتے ہیں فرمایا درد والم محسوس کرتا ہوں۔عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ملک الموت ہے اور آپ کے بعد یہ میرا عہد دنیا میں آخری ہے اور دنیا میں یہ عہد آپ کا آخری ہے آپ کے بعد میں کسی بنی آدم کے پاس نہیں آؤں گا اور آپ کے بعد میں زمین پر نہیں اتروں گا۔اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے سکر موت اور اس کی سختی وشدت محسوس فرمائی۔حضور اکرم ﷺ کے پاس پانی کا بھرا ہوا پیالہ رکھا ہوا تھا بار بار حضور ﷺ اپنا دست مبارک اس میں ڈالتے اور اپنے چہرۂ انور پر پھیرتے تھے اور فرماتے جاتے

اللھم اعنی علیٰ سکرات الموت

ایک روایت میں آیا ہے کہ فرماتے

لاالہ الا اللہ ان للموت سکرات

شدتِ سکرات

کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر سکراتِ موت اتنی دشوار تھی کہ کبھی سرخ اور کبھی زرد ہو جاتے تھے اور کبھی داہنے دست اقدس سے اور کبھی بائیں دست اقدس سے اپنے رخسار پر انوار سے پسینہ پونچھتے جاتے تھے۔مسواک کا قصہ جو پہلے لکھا گیا ہے اسی وقت میں تھا جب حضور اکرم ﷺ اس جہان سے تشریف لے گئے تو یہ کلمہ فرماتے تھے

اللھم رب اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آخری کلمہ ہے جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔

فائدہ

مواہب للدنیہ میں ہے کہ واقدی کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ سب سے پہلا کلمہ جو حضور اکرم ﷺ نے حلیمہ سعدیہ کے یہاں زمانہ رضاعت میں فرمایا وہ اللہ اکبر ہے اور آخری کلمہ جو حضور ﷺ نے فرمایا وہ "والرفیق لاعلیٰ" تھا۔

آخری وصیت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زیادہ تر وصیت علالت کے زمانہ میں نماز کے بارے میں اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارے میں تھی یہاں تک کہ اس وقت بھی جبکہ آپ کا سینہ

انور تلجلج کر رہا تھا اور آپ کی زبانِ مبارک کام نہیں کر رہی تھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وصیت اس وقت جب کہ سکرات کا عالم طاری تھا یہ تھی کہ "الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم" یہاں تک کہ اسی کلمہ کے ساتھ آپ کا سینۂ انور تغرغر کر رہا تھا اور آپ کی زبان مبارک آپ کی مدد نہیں کر رہی تھی۔

وصال کی آخری ساعت

مروی ہے کہ ملک الموت نے حاضر ہونے کی اجازت مانگی پھر وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ یا احمد حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں جو کچھ بھی آپ فرمائیں کہ میں آپ کی روح قبض کروں اگر آپ اجازت دیں اور اگر فرمائیں تو قبض نہ کروں اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار مرحمت فرمایا ہے پھر جبریل علیہ السلام نے آ کر عرض کیا اے محمد (ﷺ) حق تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے اور آپ کو بلاتا ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اپنے اس کام میں مشغول ہو جاؤ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا زمین پر میرا آنا یہ آخری ہے اور دنیا میں میرے آنے کی ضرورت آپ کا وجودِ گرامی تھا میں آپ کے لئے دنیا میں آتا تھا۔

رقت بر بوئے سرزلف تو حقی بچمن ورنہ کے بوئے نسیم سحری بود غرض

اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کو بالیں پر رکھا اور اپنا روئے انور پیٹتی کھڑی ہو گئیں۔

طلب اجازت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے دن حق تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم فرمایا کہ زمین پر میرے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کے حضور حاضر ہو خبردار! بغیر اجازت کے داخل نہ ہونا اور بغیر آپ کی اجازت کے روح قبض نہ کرنا تو قابض ارواح نے دروازے کے باہر اعرابی کی صورت میں کھڑے ہو کر عرض کیا

السلام علیکم اهل بیت النبوة ومعدن الرسالة ومختلف الملائکة

مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں داخل ہوں تم پر اللہ کی رحمت ہو اس وقت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی بالیں پر موجود تھیں انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے حال میں مشغول ہیں اس وقت ملاقات نہیں فرما سکتے دوسری مرتبہ مانگی یہی جواب سنا تیسری مرتبہ اجازت مانگی اور بآواز بلند اجازت مانگی چنانچہ جتنے حضرات

اس وقت گھر میں موجود تھے اس آواز کی ہیبت سے ان پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ ہوش میں آئے اور چشمانِ مبارک کھول کر فرمایا کیا بات ہے۔ صورتِ حال عرضِ خدمت کی گئی تو فرمایا اے فاطمہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون ہے یہ لذتوں کو توڑنے والا، خواہشوں اور تمناؤں کو کچلنے والا، اجتماعی بندھنوں کو کھولنے والا، بیویوں کو بیوہ کرنے والا اور بچوں بچیوں کو یتیم بنانے والا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ سنا تو رونے لگیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے میری بیٹی روؤ نہیں کیونکہ تمہارے رونے سے حاملین عرش روتے ہیں اور اپنے دست مبارک سے فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرہ انور سے اشکوں کو پونچھا اور دلداری و بشارت فرمائی۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کی خبر اور سیدہ فاطمہ کے رونے اور حضور اکرم ﷺ کا ان کو تسلی فرمانا اور یہ کہ تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی اس کی بشارت دینے اور یہ کہ تم جنتی بیبیوں کی سردار ہو گی کی حدیث اسی ایک وقت میں واقع ہوئی ہیں اور وہ فرمایا اے خدا انہیں میری جدائی پر صبر نصیب فرما۔ فاطمہ زہرا نے پکارا ''واکربلاہ'' ہائے مصیبت! حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے والد پر آج کے بعد کوئی کرب و اندوہ نہیں ہے مطلب یہ کہ کرب و اندوہ شدتِ الم اور درد کی صعوبت کی وجہ سے ہے اور بواطہ علاقہ جسمانی اور بشری لوازمات کے تعلقات کی بناء پر ہوتی ہے اس کے بعد سیدہ فاطمہ زہراء سے فرمایا اپنے بچوں کو لاؤ وہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور ﷺ کے سامنے لائیں جب ان صاحبزادگان نے سب کو اس حال میں دیکھا تو رونے لگے اور اتنی گریہ وزاری کی کہ ان کے گریہ سے گھر کا ہر فرد رونے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو بوسہ دیا اور ان کی تعظیم و توقیر اور ان سے محبت کے بارے میں صحابہ کرام اور تمام امت کو وصیت فرمائی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ دونوں حضور اکرم ﷺ کے آغوش مبارک میں رو رہے تھے جب ان کے رونے کی آواز حضور اکرم ﷺ کے گوش مبارک میں پہنچی تو حضور ﷺ بھی رونے لگے سیدہ ام سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ تو گذشتہ و آئندہ ہر حالت میں مغفور ہیں گریہ فرمانے کی وجہ کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرا رونا امت پر رحم و شفقت کے لئے ہے کہ میرے بعد ان کا حال کیا سے کیا ہو گا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ آگے بڑھیں اور عرض کیا یا رسول اللہ چشم مبارک کھولئے اور میری طرف نگاہ کرم اُٹھایئے اور وصیت کیجئے۔ حضور ﷺ نے چشم مبارک کھولی اور فرمایا اے عائشہ میرے قریب ہو فرمایا کل جو وصیت کی ہے وہی ہے اور اسی پر تم عمل کرنا۔ حضرت صفیہ بھی آگے آئیں اور جس طرح حضرت عائشہ سے گفتگو فرمائی اسی طرح حضرت صفیہ سے بھی فرمایا اور تمام ازواج مطہرات کو وصیت فرمائی

اس کے بعد فرمایا میرے بھائی علی کو بلاؤ۔ حضرت علی مرتضیٰ آئے اور سرہانے بیٹھ گئے اور حضورﷺ کے سر مبارک کو اپنے زانوں پر رکھا حضور اکرمﷺ نے فرمایا اے علی فلاں یہودی کے چند درہم میرے ذمہ ہیں جسے اس سے لشکر اسامہ کی تیاری کے لئے قرض لئے تھے خبردار اس کے حق کو میری طرف سے تم اتارنا اور فرمایا اے علی تم ان اشخاص میں پہلے ہو گے جو حوضِ کوثر پر مجھ سے ملیں گے اور میرے بعد بہت سی ناگوار باتیں تمہیں پیش آئیں گی تمہیں لازم ہے کہ دل تنگ نہ ہونا اور صبر کرنا اور جب تک دیکھو کہ لوگ دنیا کو پسند کرتے ہیں تو تم آخرت کو اختیار کرنا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فرمایا کاغذ دوات لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک وصیت لکھ دوں حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے خوف کیا کہ جب تک میں لکھنے کا سامان مہیا کر کے لاؤں حضور اکرمﷺ دنیا سے کوچ کر جائیں گے اور وصیت کی دولت سے محروم رہ جاؤں گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ جو مرضی مبارک ہو وصیت فرمائیے میں یاد رکھوں گا۔ فرمایا

الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا

اللہ اللہ فیما ملکت ایمانکم البسو ظھورھم واشبعوا بطونھم ولینوا لھم بالقول

خبردار ہوشیار اپنے غلاموں اور باندیوں کے حق میں ان کو لباس پہننے کو دینا، ان کو کھانا پیٹ بھر کے دینا اور ان سے نرمی کے ساتھ بات کرنا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمﷺ میرے ساتھ گفتگو فرمارہے تھے اور آپ کا لعابِ دہن مبارک مجھ پر پہنچ رہا تھا اس کے بعد حضورﷺ کا حال متغیر ہو گیا اور پس پردہ عورتیں بے طاقت ہو گئیں اور میں بھی اس کو برداشت نہ کر سکا جو حال کہ میں نے اس وقت دیکھا میں نے کہا اے عباس میری مدد کرو تو حضرت عباس آئے اور دونوں نے مل کر حضور اکرمﷺ کو لٹایا۔

تطبیق روایات

شیخ محقق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فخر کرتی ہیں کہ رسول اللہﷺ کی روح مبارک میرے آغوش میں قبض ہوئی ہے اور مشہور بھی یہی ہے اور محدثین اس حدیث کو صحیح بھی بیان کرتے ہیں اور اس جگہ یہ روایت لاتے ہیں کہ آخر وقت میں حضورﷺ کا سر مبارک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے زانو پر تھا جسے حاکم اور ابن سعد طرق متعددہ سے روایت کرتے ہیں اور اس بیان سے جو اوپر مذکور ہوا ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضور اکرم ﷺ کے سرہانے بیٹھے اور حضور ﷺ کے سر اقدس کو اپنے بازو پر رکھا اور ظاہر ہوتا ہے کہ آخر عہد یہی ہے اور دونوں مفہوموں کے درمیان مغائرت ہے کہ سر مبارک بازو پر رکھا یا آغوش میں رکھا اس مغائرت کا ارتفاع آسان ہے کہ یہ راویوں کا اختلاف ہے کہ بعض نے بازو پر رکھنا بیان کیا اور بعض نے آغوش میں رکھنا بیان کیا ہے غرضیکہ سیدہ عائشہ نے زمانہ وفات کے قرب کی وجہ سے آخری مرتبہ کا نام رکھا ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ سر مبارک کو بالیں پر رکھ کر اپنا روئے انور پیٹتی کھڑی ہو گئیں۔ واللہ اعلم

جشن وصال پر عالم برزخ میں

جب ملک الموت اعرابی کی صورت میں آئے اور اذن طلب کیا تو فرمایا کہو کہ آجائیں تو انہوں نے آکر کہا "السلام علیک یا ایھا النبیﷺ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور مجھے حکم فرماتا ہے کہ آپ کی اجازت سے آپ کی روح مبارک قبض کروں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت اس وقت تک میری روح قبض نہ کرو جب تک کہ میرے بھائی جبریل علیہ السلام نہ آجائیں اس کے بعد جبریل علیہ السلام روتے ہوئے آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے میرے دوست اس حال میں تم تنہا چھوڑ دیتے ہو جبریل نے عرض کیا یا رسول اللہ بشارت ہو کہ میں حق تعالیٰ کی جانب سے ایک خبر لایا ہوں وہ یہ کہ داروغہ دوزخ کو حکم دے دیا گیا ہے کہ میرے حبیب کی روح مطہر آسمان پر آ رہی ہے آتش دوزخ کو سرد کر دو اور حورعین کو وحی فرمائی ہے کہ خود کو آراستہ و پیراستہ کریں اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اُٹھو صف در صف کھڑے ہو کر روحِ محمدی کا استقبال کرو اور مجھے حکم ہوا ہے کہ زمین پر جاؤ میرے حبیب کو بتاؤ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ آپ اور آپ کی امت اس میں داخل نہ ہو جائے اور کل قیامت کے دن آپ کی امت آپ کو اتنی دی جائے گی کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت آؤ جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو پھر ملک الموت حضور اکرم ﷺ کی روحِ اطہر کو قبض کر کے اعلیٰ علیین لے گئے اور کہا یا محمد یا رسول رب العلمین

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں آسمان کی جانب سے فرشتوں کی "واہ محمداہ" کی آواز سنتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی روحِ اطہر کو قبض کر کے اعلیٰ علیین لے گئے اور کہا "یا محمد اہ یارسول رب العالمین"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی روح مطہر و مطیب جدا ہوئی تو میں نے آپ سے ایسی خوشبو سونگھی کہ اس سے پہلے ایسی خوشبو میں نے کہیں اور نہ سونگھی تھی اس کے بعد میں نے آپ کے جسم اقدس کو چادر سے ڈھانپ دیا۔

دھندنکا کا منظر

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام کا حال زار کا سماں یوں تھا۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس دن رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی میں نے اپنا ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے سینہ مبارک پر رکھ دیا تھا اس کے بعد کئی جمعہ گذر گئے میں کھانا کھاتی، وضو کرتی مگر میرے ہاتھ سے اس دن کی خوشبو نہ گئی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جب رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے از حد گریہ زاری فرمائی وہ کہتیں "یـــــا ابتـــــاہ ابکـــاہ" حق تعالیٰ کے بلاوے کو قبول فرمایا "واابتاہ" آپ نے جنت الفردوس میں اقامت فرمائی "واابتاہ" آپ کی رحلت کی خبر جبریل کو کون پہنچائے "واابتاہ" آپ کے بعد وہ وحی کس پر لائیں گے۔ اے خدا فاطمہ کی روح کو حضور اکرم ﷺ کی روح سے ملا، اے خدا مجھے اپنے رسول کا دیدار نصیب فرما، اے خدا اپنے حبیب کے ثواب سے دور نہ فرما اور روز قیامت حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ کرنا۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی رحلت فرمانے کے بعد سیدہ فاطمہ زہرا کو کبھی کسی نے ہنستے نہ دیکھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی گریہ وزاری کرتی اور کہتی تھیں ہائے افسوس! اس نبی محترم نے فقر کو تونگری پر اور درویشی کو مالداری پر اختیار فرمایا۔ افسوس اس دین پروری پر کہ ایک رات بھی امت کے معاصی کے غم وفکر سے بے نیاز ہو کر بستر استراحت پر آرام سے نہ سوئے اور ہمیشہ ہمیشہ قدم ثبات وقرار کے ساتھ محاربہ نفس کے مقام صبر و استقامت پر گامزن رہے اور اسے ترک نہ فرمایا اور کبھی بھی کافروں کے ایذا وستم سے آپ کے ضمیر منیر کے دامن پر ناگواری و ملامت کا غبار نہ آیا اور ارباب فقروں واحتیاج کے اوپر احسان اور فضل وامتنان کے دروازوں کو بند نہ فرمایا،

دشمنوں کی سنگباری سے دندانِ مبارک اور رخسار مبارک مجروح ہوئے ،حوادثِ زمانہ نے آپ کی پیشانی اقدس پر پٹی باندھی اور آپ کا شکم اطہر کئی کئی دن تک جو کی روٹی سے سیر ہوا۔

غیبی نوحہ گر

کاشانہ اقدس کے گوشہ سے یہ آواز سنی گئی لیکن کہنے والے کو کسی نے نہ دیکھا اس نے کہا کہ

السلام علیکم اهل البیت ورحمة الله وبرکاته

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ا وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ(پارہ ۴،سورۂ آل عمران،۱۸۵)

اے نبی کے گھر والوں تمہیں سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت تم پر ہو۔

ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے۔

تم جان لو کہ ہر مصیبت کے لئے اللہ عزوجل پر اعتمادِ واثق رکھو اور وہ تمہیں اس کی طرف لوٹائے گا آہ وفغاں نہ کرو اور حقیقت یہ ہے کہ وہی مصیبت زدہ ہے جو ثواب سے محروم رہا" والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته یہ آواز تعزیت کرنے والے فرشتہ کی تھی۔

حضرت خضر کی آمد

ایک جسیم و شکیل اور گھنی داڑھی والا شخص آیا یہ مردوں کے پاس جا کر رو یا اس کے بعد اس نے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر کہا بلاشبہ ہر مصیبت کے عوض خدا کے یہاں ایک درجہ ہے ہر فائت کا بدل ہے اور مالک خدا کی طرف رجوع کرتا ہے خدا کی طرف رجوع کرو ہر بلا اور مصیبت میں خدا کی جانب متوجہ یہاں وہی شخص مصیبت زدہ ہے جو صبر نہ کر سکے یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا یہ خضر علیہ السلام تھے جو تمہاری تعزیت کے لئے آئے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سوگوار

صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سراسیمہ اور پریشان ہو گئے جیسے ان کی عقلیں سلب کر لی گئی ہوں، ان کے حواس معطل ہو گئے ،بعض حضرات کی زبان بستہ ہوگئی ،اس کے ہوش وحواس اور قوت گویائی جاتی رہی ،حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے چنانچہ مروی ہے کہ ان کے پاس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے انہیں سلام کیا انہوں نے ان کے سلام کو سنا بھی مگر سلام کا جواب نہ دے سکے۔ (الحدیث)

بعض حضرات اپنی جگہ جمے بیٹھے رہے جنبش کی طاقت تک نہ رہی چنانچہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہی حال تھا صحابہ میں سب سے زیادہ ثابت و اشجع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے حالانکہ وہ بھی آنسو بہا رہے تھے اور آہ و نالہ کرر ہے تھے۔ اسی کیفیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت پر استدلال کیا گیا۔ بعض بیمار اور لاغر ہوکر اور گھل گھل کر اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ بعض دعا کرتے کہ اے خدا ہمیں اندھا کر دے کہ کسی اور کو دیکھنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے یا اس طرح گڑگڑا کر فریاد کرتے تھے اور قسم کھاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات نہیں پائی ہے حضور اکرم ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صعقہ کی مانند صعقہ ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ دیدار کے وعدہ پر گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے اور فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ اتنے دن دنیا میں ضرور رہیں گے کہ منافقوں کی زبان اور ہاتھ کاٹیں۔ بعض منافقین کہتے تھے کہ اگر محمد نبی ہوتے تو وفات نہ پاتے۔ حضرت عمر نے جب یہ بات سنی تو تلوار کھینچ کر مسجد شریف کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جو یہ کہے گا کہ نبی نے وفات پائی ہے میں اس سے اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ لوگوں نے جب یہ بات سنی تو حضور اکرم ﷺ کی وفات پر شک و شبہ میں پڑ گئے۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان داخل کیا انہوں نے مہر نبوت کو نہ پایا وہ بلند آواز سے کہنے لگیں کہ مہر نبوت اُٹھا لی گئی ہے اور حضور اکرم ﷺ کا اس جہان سے انتقال ہو گیا ہے۔ منقول ہے کہ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر مقام سخ (حوالی مدینہ طیبہ) میں تھے جب انہیں اس واقعہ کی اطلاع ملی وہ فوراً سوار ہو کر تیزی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کی طرف روانہ ہو گئے وہ راستہ بھر روتے رہے اور "واہ محمداہ وانقطاع ظہراہ" پکارتے رہے یہاں تک کہ مسجد شریف میں آئے دیکھا کہ لوگ پریشان حال ہیں کسی کی طرف توجہ نہ دی اور نہ کسی سے بات کی سیدھے حجرۂ عائشہ میں داخل ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور سے چادر مبارک اُٹھائی اور نورانی پیشانی کو بوسہ دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اپنے منہ کو حضور اکرم ﷺ کے دہن اقدس پر رکھا بوسہ دیا اور بوئے مرگ کو سونگھا فریاد کی "وانبیاء" کے اس کے بعد سر اُٹھایا اور رونے لگے دوسری مرتبہ بوسہ دیا اور کہا "واصفیاہ" پھر سر اُٹھایا اور رونے لگے تیسری مرتبہ پھر بوسہ دیا کہا "واخلیلاہ" اور کہا "بابی انت وامی طبت حیا ومیتا" ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ہر حال میں خوش و پاکیزہ رہے حیات میں بھی اور وفات میں بھی اور کہا "لایجمع اللہ علیک موتین

اما لموتۃالتی کتبت علیک فقد وحدتہا اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا لیکن وہ موت جو آپ پر لازم کی گئی تھی بلاشبہ اسے آپ نے پا لیا اور آپ اس سے کہیں بزرگ تر ہیں جتنی آپ کی صفات بیان کی جائیں اور آپ اس سے بالاتر ہیں جتنا آپ پر رویا جائے اگر اختیار کی لگام ہمارے ہاتھ میں ہوتی تو ہم اپنی جانوں کو آپ پر قربان کر دیتے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ نے ہمیں میت پر بین کرنے سے منع فرمایا ہے ورنہ تو ہم اتنا روتے کہ آنکھوں سے چشمے جاری ہو جاتے اے خدا ہماری طرف سے سلام پہنچا اے محمد ﷺ ہمیں اپنے رب کے پاس یاد رکھنا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "لایجمع اللہ علیک موتین" میں بعض اختلاف کرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں اس سے اس قول کے رد کی طرف اشارہ ہے جس میں یہ گمان کیا گیا تھا کہ عنقریب حضور اکرم ﷺ تشریف لائیں گے اور لوگوں کے ہاتھ کاٹیں گے اس لئے اگر دوبارہ آنا صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ دو مرتبہ موت آئیگی اس لئے خبردار کیا کہ آپ اس سے برتر ہیں کہ حق تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع فرمائیں جس طرح کہ ان لوگوں پر جمع کیا جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے نکلے یہ ہزاروں تھے۔ پھر حق تعالیٰ نے انہیں موت دی اس کے بعد ان کو زندہ کیا یا اس شخص کی مانند جو بستی پہ گزرا اور اس نے کہا کہ کس طرح حق تعالیٰ زندہ فرمائے گا تو حق تعالیٰ نے اسے موت دی پھر حق تعالیٰ نے اُسے دوبارہ زندہ کر دیا جس طرح کہ حضرت عزیر علیہ السلام کا پورا قصہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مرد یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی قبر میں دوسروں کی مانند دوبارہ موت نہ آئیگی جس طرح کہ دوسروں کو منکر و نکیر کے سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے پھر انہیں مار دیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دوسری موت سے مراد آپ کی شریعت ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہے گی۔

فائدہ

بعض کہتے ہیں کہ دوسری موت سے مراد کرب واندوہ ہے مطلب یہ کہ آج کا کرب واندوہ برداشت کر لینے کے بعد مزید کوئی کرب واندوہ نہ ہوگا جس طرح کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب میں فرمایا

لا کرب علی ابیک بعد الیوم آج کے بعد تمہارے والد پر کوئی تکلیف نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشانہ اقدس سے باہر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ لوگوں کے درمیان کھڑے فرما رہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نہ تو فوت ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے جب تک کہ منافقوں کو قتل نہ کر دیں ان منافقوں نے حضور اکرم ﷺ کے فوت ہونے کے بعد فتنہ انگیزی برپا کر رکھی تھی اور شوریدہ

سری پر آمادہ ہو گئے تھے اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا یک لحظہ بیٹھو پھر حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اے لوگو جان لو کہ نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں کیا تم نے نہیں سنا کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا اور اپنے حبیب ﷺ سے خطاب فرمایا

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ٥ (پارہ ۲۳، سورۃ الزمر، آیت ۳۰) بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

اور فرمایا

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخٰلِدُوْنَ٥ (پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۳۴)

اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لئے دنیا میں ہمیشگی نہ بنائی تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر رسول ﷺ پر آئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر تمام لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا جو حمد و ثنائے الٰہی اور درود رسول مقبول ﷺ پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد فرمایا جو کوئی حضور اکرم ﷺ کی پرستش کرتا تھا تو وہ جان لے کہ حضور ﷺ وفات پا گئے اور جو کوئی حق تعالیٰ کی پرستش کرتا ہے وہ اب بھی موجود زندہ ہے اس پر کبھی موت نہ آئے گی اور یہ آیۃ کریمہ تلاوت کی

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ (پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۴۴)

اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے ہیں تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

اور تلاوت فرمائی

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ٥ (پارہ ۲۳، سورۃ الزمر، آیت ۳۰) بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

اس کے بعد جب لوگوں کو یہ دونوں آیتیں یاد آ گئیں اور ایسا خیال کیا کہ گویا یہ دونوں آیتیں آج ہی نازل ہوئی ہیں چنانچہ وہ ان آیتوں کو ہر گلی کوچے میں پڑھتے پھرتے تھے۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! وہ بات جو میں نے پہلے کہی تھی وہ ویسی نہیں ہے جیسی کہ میں نے کہی خدا کی قسم میں نے وہ بات نہ کتاب الٰہی میں دیکھی اور نہ رسول اللہ ﷺ کے عہد یعنی

سنت میں دیکھی لیکن ہماری آرزو تو یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ ہم میں زندہ رہتے اور ہمارے معاملات کی تدبیر فرماتے اور ہمارے بعد دنیا سے تشریف لے جاتے مگر حق تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کے لئے وہی اختیار فرمایا جو اس کی مرضی تھی اور جو تمہاری تمناؤں کے خلاف ہے یہ کتاب الٰہی ہے جس کے ذریعہ اپنے رسول کی ہدایت کی گئی ہے لہٰذا اسے تھام لو کہ سیدھی راہ پر قائم رہو جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی۔

ابونصر نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلی بات کہنا اور ان کا حال ایسا ہو جانا عظیم فتنہ کے خوف اور منافقوں کی شوریدہ سری کے رونما ہونے کے سبب سے تھا پھر جب انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یقین کی قوت کا مشاہدہ کیا تو اس سے تسکین پائی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا گویا میں نے یہ آیت سنی ہی نہ تھی یہاں تک کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنی تو مجھ پر لرزہ اور کپکپی طاری ہوگئی اور میں گر پڑا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ گویا ہمارے چہروں پر پردہ پڑا ہوا تھا جسے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ نے اُٹھا دیا اس کے بعد مدینہ طیبہ کے رہنے والے اصحاب رسول ﷺ کا دل حضور اکرم ﷺ کی وفات پر جم گیا وہ استرجاع کرنے لگے اور کہنے لگے "اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ"

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعزیت و تسلی بجالائے اور فرمایا تم اہل بیت رسول ہو غسل اور تجہیز و تکفین کا تعلق تم سے وابستہ ہے اس کا تم انتظام کرو اور خود اکابر مہاجرین اور اشرافِ انصار کو لے کر سقیفہ بنی ساعدہ میں امر خلافت کو طے کرنے میں مشغول ہوگئے چونکہ امر خلافت اہم دینی معاملہ اور وقوعِ خلافت ونزاع اور موجب انتظام و انصرام مہام اسلام کا واقعہ تھا اس سلسلہ کی تفصیلی بحث اپنے محل میں مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مہاجرین و انصار میں اختلاف رونما ہوگیا تھا دونوں کہنے لگے تھے کہ ہم سے میں امیر ہو یا تم میں سے۔

اس کے بعد حدیث مبارک "الائمة من قریش" سے امامت کو قریش کے حق میں ہونا ثابت ہوگیا چونکہ ذہنوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقدم و رجحان بیٹھا ہوا تھا خصوصاً حضور اکرم ﷺ کے زمانہ علالت میں نماز کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے بڑھانے سے یہ خیال پختہ ہوگیا تھا چنانچہ دینی و اسلامی معاملات کے لئے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اتفاق ہوا اور اس پر اجماع منعقد ہوا۔

سوال

حضور اکرم ﷺ کو مرض میں سکرۂ موت کی سختی و شدت پیش آئی اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اللھم اعنی علیٰ سکرات الموت اے خدا سکرات موت پر میری مدد فرما۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ پر موت کی شدت دیکھی ہے میں اس شخص کی موت پر رشک کرتی ہوں جو آسانی سے مرجاتا ہے اگر چہ میں جانتی ہوں کہ شدت سے مرنا بہتر ہے اس لئے کہ آسانی سے مرنا بہتر ہوتا تو حق تعالیٰ اپنے حبیب کے لئے اس کو ہی اختیار فرماتا۔

سکرات کی سختی کا یہ حال کہ ایک پانی کا بھرا ہوا پیالہ رکھا تھا اور حضور اکرم ﷺ اس میں دست مبارک ڈال کر اپنے روئے انور پر پھیرتے تھے اور آپ کے رخسار شریف کے رنگ میں خاص تغیر واقع ہو رہا تھا اور آپ کے روئے انور پر پسینہ آ جاتا تھا یہ شدت تو وہی شدت ہے جو لوگوں کو موت کے وقت میں لاحق ہوتی ہے بہر حال خاص تغیر وجودِ شریف کو لاحق ہوا عام لوگوں کے ذہنوں میں جو علو مقام راسخ ہے اس کے لحاظ سے اس کا مقتضی ہے کہ یہ بھی نہ ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم بھی بشر وہ بھی بشر فرق نبوت کا تھا آپ نے اس کا حق ادا کیا اور واپس جا رہے ہیں جیسے ہر بشر کا حال ہے آپ کا بھی۔(معاذاللہ)

جوابات

(۱) الم و کرب اور شدت کے پانے میں یہ ہے کہ اگر اس کو سکرات موت سے موسوم کریں تو بسبب اعتدال مزاج بھوک اور ادراک و احساس کے قوی ہونے کے سبب سے تھا چونکہ مزاج مبارک نبوی غایت درجہ توسط و اعتدال میں تھا لامحالہ الم کا احساس و ادراک اکثر اور اس کے آثار و علامات اتم او فر تھے اسی بناء پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بخار اتنی شدت کا چڑھتا ہے جتنا تم میں سے دو شخصوں کے ہوتا ہے اور جب ترازو کے دونوں پلڑے معتدل و برابر ہوں اور دونوں پلڑوں میں سے کچھ چیز حاصل ہو اگر چہ یا اقل قلیل ہی ہو تو میل و انحراف کسی ایک پلڑے کا ضرور ظاہر ہوگا۔

(۲) یہ درد روح کا بدن شریف سے قوی تعلق اور بدن اقدس کا آپ کی روح مطہر کے ساتھ غایت درجہ محبت رکھنے کی بناء پر تھا اور حضور اکرم ﷺ کا مزاج مبارک، صورتِ حیات اور قوام حقیقت نورانیہ میں مادۂ اصلیہ تھا اور جب جسم اقدس اور روح مطہر سے وہ تعلق منقطع ہونے لگا تو اس کی جدائی کا الم، غایت عشق و محبت اور اس تعلق کے جو دونوں میں موجود تھا سخت و شدید معلوم ہوا۔

(۳) رسول اللہ ﷺ پر اس قسم کی حالت و صفت جاری ہونے میں امت مرحومہ کے لئے اس قسم کے شدائد کے نزول میں وجہ تسلی موجود ہے کہ آپ کے خدا کے حبیب ہونے اور ساری مخلوق سے اعزاز و اکرام ہونے کے باوجود آپ پر ایسی شدید

صورت و کیفیت طاری ہوئی تا کہ امت کے لئے آسانی ہو اور وہ سکرات کی شدت برداشت کر سکے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول میں اس طرف اشارہ ہے۔

(۴) حضور اکرم ﷺ کی حقیقت شریفہ جامع حقائق تمامہ امت بلکہ تمام کائنات ہے اور منشاء وجوداتِ اصلیہ وفرعیہ ہے اور تمام حقائق، جواہر و اعراض، ارواح و اجسام میں جاری ہیں لہٰذا گویا آپ کی روحِ شریف کی جسد لطیف سے جدائی ہر روح کی جسد ذی حیات سے جدائی ہے اس بناء پر جو شدت و کربت حاصل ہوئی وہ بہت کے مقابلہ تھوڑا اور دریا کے مقابلہ میں قطرہ ہے۔

(۵) حضور اکرم ﷺ امت کے تمام اعمال اور ان کے تمام اثقال کے حامل اور اُٹھانے والے ہیں ساری امت کا رجوع آپ کی طرف ہے اور سب کی پناہ آپ کے دامن اقدس میں ہے جیسا کہ حق تبارک و تعالیٰ کا ارشاد "عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ" اس بارے میں شاہد و ناظر ہے لہٰذا ان کے اعمال و اثقال کا اثر اور ان کے غم و اندوہ کا نشان اس وقت میں ظاہر ہوا کیونکہ یہ محل اعمال و اثقال کے برداشت کا ہے اسی وجہ سے جب جبریل علیہ السلام امت کے بخشے جانے کی بشارت لے کر آئے تو پائے راحت بالین استراحت پر رکھا اور روئے مبارک بعالم ثانی لائے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔

(۶) یہ انسان کی دائمی عادت ہے کہ جب اسے مملکت و خلافت اور امورِ سلطنت کی ولایت سونپی جاتی ہے اور پھر اسے بارگاہ میں بلایا جائے اور دوسری مملکت اسے سونپی جائے تو لامحالہ اسے بارگاہ میں حاضر ہونے میں سوال و جواب کی فکر اور تردد اور روبرو ہونے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے ہر چند کہ تمام اکناف و آفاق میں اس کے تمام معاملات علی الاطلاق آپ کو تفویض فرمائے گئے ہیں اور بہر حال و بہر لحاظ اس کے حساب و کتاب سے آپ کو بخش دیا گیا ہے اس کے باوجود سلطانی ہیبت و دہشت موجود تھی کہ کیا سرانجام ہوگا۔

فائدہ

سکرات رفع درجات کی علامت ہے چنانچہ حضرت شیخ عبدالوہاب اپنے شیخ بزرگ شیخ علی متقی قدس سرہما سے نقل کرتے ہیں کہ وہ بوقت رحلت فرماتے تھے اگر تم ہم میں سکراتِ موت کی شدت دیکھو تو دلگیر نہ ہونا اور کوئی خیال دل میں نہ لانا کیونکہ یہ شدت لازمہ مرتبۂ قطبیت اور عہدہ داری ہے۔

(۷) حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس وقت اپنے رسول اللہ ﷺ کو تجلیاتِ صمدیت، تنزلات احدیث سے جو متمکن در عنایت قدس صفات اور مشاہدۂ رفیعہ باسماء و صفات تھے تحفہ فرماہوئے اور کوئی شک نہیں ہے کہ ان تنزلات کے بوجھ کے ماتحت

ماندہ ہوجانا اوران فتوحات کو بہت عظیم معلوم ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ وحی اور نزول قرآن کریم کے وقت آپ کی حالت ہوجاتی تھی چنانچہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود روایت کرتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر جب شدید موسم سرما میں وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہنے لگتا تھا اور حق تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا (پارہ ۲۹، سورۃ المزمل، آیت ۵)

بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

لہٰذا وہ موت جو بافاضات الٰہیہ حیات ابدی ہے اور اس کے سکرات کا مشاہدہ کیا تھا جو کہ جسمانی عدم گویائی کی بناء پر ظاہر ہوتے تھے یہ محض عالم عیاں کی قبیل سے سکرات کی ظاہری شدت کی صورت میں تھے۔اس سبب کا خلاصہ ونتیجہ یہ ہے کہ اس حالت میں بے شمار خاص وحی نازل ہوئی تھیں بلکہ وحی کے اختتام اور اتمام کا محل تھا۔

(۸) یہ وقت حق تعالیٰ جل وعلیٰ کی کاص لقا کا تھا اور وہ خشیت و ہیبت و اجلال تھا جو معرفت وعبودیت اور قرب حضور ذی الجلال میں اس حال و وقت کے مناسب تھا اور یہ تمام خصوصیات کسی اور حالت و وقت میں نہ تھیں۔

(۹) یہ بے قراری، لقائے روحی کے شوق میں تھی جو لقائے سبوحی کی طرف جلدتر جانے کی بناء پر حاصل تھی گویا کہ آپ چاہتے تھے کہ یہ روح عالم ناسوت سے نکل کر جلدتر عالم لاہوت میں داخل ہوجائے لامحالہ عالم طبیعت کے غلبہ اور مزاج بشریت کے ضغطہ ضیقی سے وہ حالت رونما ہوئی تھی جس سے انفعال قوی ہوتا اور اس حال کا غلبہ ظاہر ہوتا ہے اور اس طرف اپنے اس قول میں اشارہ بھی فرمایا ہے کہ

من احب لقاء الله احب الله لقاء — جو اللہ کی لقاء کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے لقاء کو چاہتا ہے۔

(۱۰) یہ شدت اس عالم والوں کے تعلقات کا پرتو تھا جو کہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ان کے لئے ایک حصہ تھا اور وہ حصہ ان کے درمیان موجود رہنے کی صورت میں حضور اکرم ﷺ کا امداد واعانت فرمانا ہے اور حضور ﷺ کی حیات ہر موجودات کی حیات ہے اور حقیقت کے مرأت یعنی آئینہ سے ان تعلقات کو منقطع کرتا ہے اور کون سے آئینہ سے جو کہ اپنی چمک دمک اور صفائی وتابانی میں بے نظیر ہے اور جہاں کا کوئی آئینہ ایسا صاف ومجلّٰی نہیں اور یہ تعلقات حضور اکرم ﷺ کے ارتحال وانتقال کی نقیض ہیں تو یہ دونوں نقیضیں ضدیں اپنی اپنی حالت میں ایک دوسرے پر عمل کرتی ہیں اور کشمکش پیدا کرتی ہیں اس وجہ سے ضغطہ یعنی دباؤ اور تنگی رونما ہوتی ہے۔

(۱۱) یہ حق تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ کے اوصاف عبودیت پر جو کہ اشرف اوصاف اعظم محاسن وممامد ہے القاء واجراء کے

سبب ہے اسی بناءپر جب حضور اکرم ﷺ کو بادشاہت اور عبودیت کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے عبودیت کو اختیار فرمایا اور فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں اور کھانا اس طرح کھاؤں جس طرح کہ غلام کھاتے ہیں اور بیٹھوں اس طرح جس طرح غلام بیٹھتے ہیں اور مقتضائے مزاجِ عبودیت اوامر واحکامِ شرعیہ کے پہلو میں آرام وراحت نہ پانا اور شدائد وتکالیف کا نازل ہونا ہے۔

(۱۲)حضور اکرم ﷺ میں حصہ بشریت کے احکام ظاہر ہوتے تھے اور انسانوں کی ہی مانند بچے کے گم ہونے پر روتے اور فرماتے تھے کہ

ان العین تدمع وان القلب تحزن — بے شک آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے

لہٰذا اس حصہ بشریت کا ابقاء اور اس کے لوازم وشدائد کا ادراک ہے اور یہ اوصاف بشریت کی بزرگی وشرافت اور اس کے تحقق کے لئے ہے جو کہ جالب ضراحت اور دواعی افتقار وانکسار ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی سطوت اور ربوبیت ظاہر ہوتی ہے۔

(۱۳)محض تعلیم امت کے لئے بعض لوازمات آپ اپنے لئے خود اختیار فرماتے مثلاً نماز کا سہو یا سواری سے گرنا وغیرہ وغیرہ تا کہ امتی کو سکرات کی شدت ہو تو اس سے اسے بارگراں نہ ہو کہ اسے سنت حبیب ﷺ ہو رہی ہے جیسے الفقر فخری سے فقراؤ مساکین کی ہمت بندھوائی ایسے ہی یہ شدت اختیار فرمایا امت کو سکون وقرار کا سرمایہ عطا فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب

تم مقابل تھے تو پہروں چاند بڑھتا نور کا
تم سے چھپ کر منہ نکل آیا ذرا سا نور کا

حل لغات

مقابل، آمنے سامنے، روبرو۔ پہروں، گھنٹوں گھنٹوں، کافی وقت۔ منہ نکل آنا، چہرہ اترنا، لاغر، کمزور اور دبلا ہونا۔

شرح

اے نبی پاک ﷺ آپ کے روبرو (سامنے) چاند کی نورانیت بڑھتی رہتی تھی آپ کے پردہ (وصال) فرمانے کے بعد نور کا چہرہ اتر کر ذرا سا رہ گیا یعنی وہ چمک دمک باقی نہیں رہی۔

قبرانور کہئے یا قصر معلیٰ نور کا
چرخِ اطلس یا کوئی سادہ ساقبہ نور کا

حل لغات

قصر معلیٰ،محل بلندقدر،عالی مرتبہ۔چرخِ اطلس،آسمان چمکیلا،سادہ،صاف،مثل قبلہ،برج۔کلس،گنبد،کنگرہ۔

شرح

اے شہ لولاک ﷺ آپ کے مزار مقدس کوقبرانور کہیں یا بلند وبالا نورانی محل کہیں یا چمکدار آسمان کہیں یا نورانی صاف ستھرا سادہ سا گنبد کہیں۔

مجھے مدینے سے پیار ھے

مزارانوراورحجرہ اقدس اور گنبدخضریٰ ہر تینوں کا ذکرشعر مذکورمیں موجود ہے یہ تینوں حضور اکرم ﷺ کی جلوہ گاہ ہیں اور یہ اس شہر میں ہیں جس کا کوئی ثانی نہیں۔اس کی بزرگی انہی کی زبان سنیئے جنہوں نے اسے آباد فرمایا۔

احادیث مبارکہ

عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیوت سقیا کے نزدیک سعد بن ابی وقاص کی سنگلاخ زمین میں نماز ادا فرمائی پھر فرمایا اے اللہ بے شک ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور خلیل اور نبی تھے انہوں نے تجھ سے مکہ کے لئے دعا کی اور بے شک تیرا بندہ نبی اور رسول محمد (ﷺ) تجھ سے اسی طرح کی دعا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ والوں کے لئے کی تھی مدینہ والوں کے لئے کرتا ہے تجھ سے سوال کرتا ہے کہ تو برکت عطا فرما ان کے صاع میں مد میں اور ثمار میں (صاع ،مد اور ثمار تینوں پیمانے ہیں) اے اللہ تو مدینے کو ہمارے لئے پسندیدہ بنادے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارے لئے پسندیدہ بنایا اور اس کی وباء کو پھینک دے اے اللہ میں اس کے دونوں طرف کی سنگلاخ زمین (کے درمیانی حصہ) کو حرم بناتا ہوں جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام کی زمین پر حرم مکہ کو حرم بنایا۔

محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے مکہ کے لئے دعا کی اور میں تجھ سے مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں بالکل اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے کی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا لوگ نئے موسم کا پہلا پھول دیکھتے تو اسے رسول

اللہﷺ کی خدمت میں لاتے آپ دعا کرتے ہوئے فرماتے اے اے اللہ بیشک (حضرت) ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور تیرے نبی ہیں اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں اے اللہ اُنہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے دعا کی تھی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اسی چیز کی دعا تجھ سے مدینہ منورہ کے لئے کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں پھر آپ سب سے چھوٹی عمر کا جو بچہ دیکھتے اسے بلا کر پھل دیتے۔

اسی طرح کی روایت ایک دوسری سند کے ساتھ نبی کریمﷺ سے بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا اے اللہ مدینہ والوں کے لئے برکت عطا فرما اور ان کے مد میں برکت عطا فرما۔

ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے لئے مدینہ پاک کو اسی طرح محبوب بنا دے جس طرح کہ ہماری محبت مکہ کے ساتھ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اسے ہمارے لئے درست کردے اور ہمارے لئے اس کے مد اور صاع میں برکت ڈال دے اور اس کی بیماری کو منتقل کر کے جحفہ میں پھینک دے۔ راوی نے کہا کہ آپ نے یہ دعا اس وقت کی جب اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ کی وبا میں مبتلا ہوتے دیکھا۔

اسی طرح کی روایت ہشام بن عروہ ہی سے ان کے والد سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فضائل احد

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہم رسول اللہﷺ کے ساتھ تھے احد پہاڑ جب ہمارے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ احد پہاڑ کے سامنے پہنچے تو فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور مدینہ کو دونوں سنگلاخ کے اطراف کے درمیان جو علاقہ ہے اس کو حرم بناتا ہوں۔

ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاکﷺ کے سامنے احد پہاڑ آیا تو

آپ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے پیار کرتا ہے اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں جب تم اس کی طرف آؤ تو اس کے شجر سے کچھ نہ کچھ ضرور کھاؤ خواہ وہ اس کے بڑے کانٹوں والے درخت سے کیوں نہ ہو۔

فضیلت شہر مدینہ بر شہر مکہ معظمہ

ائمہ کا اختلاف ہے کہ شہر مدینہ افضل ہے یا شہر مکہ۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے بہتر فیصلہ فرمایا ہے

طیبہ نہ سہی مکہ ہی افضل زاہد　　　ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

افضیلت مدینہ کی روایات

عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتی ہیں مروان بن حکم نے مکہ میں خطاب کیا اس میں مکہ اور اس کی فضیلت کو ذکر کیا انہوں نے کہا تو نے مبالغہ کیا۔ رافع بن حدیج منبر کے قریب ہی تھے انہوں نے کہا تو نے مکہ اور اس کی فضیلت کو ذکر کیا بے شک وہ اسی طرح ہے کہ جس طرح تو نے بیان کیا لیکن میں نے نہیں سنا کہ تو نے مدینہ پاک کا ذکر کیا ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ملائکہ کی حفاظت میں ہے اس کے ہر راستہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس میں یعنی مدینہ میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ کے راستوں پر (محافظ) فرشتے ہیں اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے ایک اور سند کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا اسی قسم کا فرمان منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک ایمان مدینہ پاک کی طرف اس طرح سمٹ آئے گا جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قریب ہے ایمان کا

اس طرح سمٹنا مدینہ پاک کی طرف اس طرح سمیٹا ہے سانپ اپنے بل کی طرف یعنی (ایسا فتنہ آئے گا کہ ہر طرف سے) ایمان سمٹ کر مدینہ پاک کی طرف لوٹ آئے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرمارہے تھے مجھے ایسی بستی کے لئے حکم کیا گیا جو دوسری بستیوں کو کھا جائے گی وہ یثرب ہے اور وہ مدینہ ہے لوگوں کو اس طرح پاک کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کو میل کچیل سے پاک کرتی ہے (دوسری بستیوں کو کھانے سے مراد یہ ہے کہ اس کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ اسلام کے ذریعے امداد فرمائے گا اور وہ اس کی برکت سے کثیر شہروں اور آبادیوں کو فتح کریں گے اور ان کے مال غنیمت کھائیں گے اور آپ کا تاکل القری فرمانا بر سبیل اختصار ہے)

عبدالرحمٰن بن ابی یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مدینہ پاک کو یثرب کا نام دیا وہ تین بار اللہ سے استغفار کرے اور (کفارے کے طور پر) دو مرتبہ طیبہ کہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح کی روایت ایک دوسری سند سے مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے راوی آپ نے فرمایا لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ یہ مدینہ ہے ناپاک کو اس طرح (خود سے) دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایک اعرابی مدینہ پاک آیا اس نے اسلام کے لئے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی پھر واپس چلا گیا پھر نبی پاک ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میری بیعت توڑ دیجئے آپ نے انکار فرمایا وہ پھر آیا اور کہا میری بیعت توڑ دیجئے آپ نے پھر انکار کیا وہ پھر آیا اور کہا میری بیعت توڑ دیجئے آپ نے انکار فرمایا۔ اعرابی باہر چلا گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ بھٹی کی مانند ہے ناپاک کو دور کرتا ہے اور پاک کو نکھارتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی مدینہ پاک میں آیا اس نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کے لئے بیعت کی پھر چلا گیا پھر اسے غبار نے آن گھیرا تو وہ نبی پاک ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری بیعت توڑ دیجئے آپ نے انکار فرمایا تو وہ اعرابی باہر چلا گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ بھٹی کی مانند ہے اپنے ناپاک کو دور کرتا ہے اور پاک کو نکھارتا ہے۔

اعدائے مدینہ کا انجام

بعض لوگ مدینہ طیبہ سے پیار نہیں رکھتے انہیں عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اس سے بغض کرنے والے کا انجام

برباد ہوتا ہے۔

احادیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اس کے اللہ تعالیٰ اس طرح جہنم کی آگ میں پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کوئی جبار مدینہ پاک سے لڑائی کا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو یوں ختم فرمادے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور جس نے مدینہ کی مصیبت اور سختی پر صبر کیا میں قیامت کے روز اس پر گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اس (مدینہ) کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو یوں مٹادے گا جیسے نمک پانی میں مل کر مٹ جاتا ہے۔

عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اہل مدینہ سے بُرائی کا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں ایسے پگھلائے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے یا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے اس شہر یعنی شہر مدینہ کے لوگوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو یوں پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اس کے (مدینہ کے) ساتھ بُرائی کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو نمک کے پانی میں گھلنے کی طرح گھلا دے گا۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو خوف میں گرفتار کردے گا۔

عاشقانِ مدینہ کو نوید شفاعت

الحمدللہ ہمیں مدینہ پاک سے پیار ہے حضور اکرم ﷺ سے یوں مژدہ بہار ملتا ہے۔

مولیٰ الزبیر نے خبر دی کہ وہ فتنہ (سختی) کے زمانے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ کی ایک آزاد کردہ کنیز آئی اس نے آپ کو سلام کیا اور کہا اے ابوعبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا بیوقوف یہیں بیٹھی رہ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو بھی کوئی صبر کرے گا مدینہ کی مصیبت اور سختی پر تو قیامت کے روز میں اس کے لئے شفیع بنوں گا یا شہید بنوں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو صبر کرے گا مدینہ کی مصیبت اور سختی پر تو میں اس کے لئے شافع اور شہید بنوں گا۔

عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ثابت قدم رہے مدینہ کے قیام میں صبر کرے اس کی مصیبت اور سختی پر تو میں قیامت کے روز اس کے لئے شہید اور شفیع بنوں گا۔

زہے نصیب مدینہ

فقیر اُویسی غفرلہ مدینہ پاک کی حاضری پر بعض لوگوں کو دیکھتا ہے کہ وہ مدینہ پاک سے اکتائے ہوئے محسوس ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر دعا کرتا ہے زہے نصیب مدینہ

ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص مدینہ پاک سے منہ پھیر کر نہیں نکلتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کا بہتر بدل وہاں بھیج دیتا ہے۔

سفیان بن ابی زہیر المیر ی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا یمن فتح ہوگا تو ایک ایسی قوم آئے گی جو مدینہ منورہ سے اپنے مال مویشی کو ہانک کر لے جائے گی حالانکہ اگر وہ جانتے ہوتے تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہے آپ نے شام اور عراق کے بارے میں بھی اسی طرح فرمایا۔

ایک دوسری سند کے ساتھ نبی پاک ﷺ سے بواسطہ سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح کی روایت مروی ہے۔

حضور اکرم ﷺ سے سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے واسطے سے اس معنی کی ایک اور روایت بھی موجود ہے۔

سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے واسطہ سے ایک اور سند کے ساتھ اس معنی پر مشتمل روایت نبی پاک ﷺ سے مروی ہے لیکن اس نے اس حدیث میں شام کا ذکر نہیں کیا۔

ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے راوی ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی مدینہ پاک سے منہ پھیر کے نکل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا بہتر بدل بھیج دیتا ہے۔

قبر انور قصر معلی یا قبہ نور کا

حضور اکرم ﷺ نے اپنی مسجد مبارک کے فضائل بتائے تا کہ نیکی کا حریص امتی مزار کی حاضری سے محروم نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز کے علاوہ دوسری کسی مسجد میں نماز سے ہزار درجہ افضل ہے سوائے مسجد حرام کے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی وہ میری یہی مسجد (مسجد نبوی) ہے۔

خارجہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے راوی ہے کہ انہوں نے کہا وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے۔

نبی پاک ﷺ سے اسی طرح کی ایک روایت ایک دوسری سند سے بروایت خارجہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی (جس کا ذکر قرآن میں ہے) اس کے بارے میں انصار کے دو آدمی باہم بحث کر رہے تھے پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ نے فرمایا وہ میری مسجد (مسجد نبوی) ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے اسی طرح کا ارشاد روایت کیا۔

حضرت راشد بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی پاک ﷺ نے پایا عبداللہ بن رواحہ اور ان کے ساتھیوں کو ان کے پاس بانس کا ایک ڈنڈا یا کھجور کی ایک شاخ تھی وہ اس کے ساتھ مسجد کی پیمائش کر رہے تھے۔ عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنی اس مسجد کو مسجد شام کی بناء پر بنائیں گے نبی پاک ﷺ نے ان سے وہ ٹہنی یا ڈنڈا لے کر اسے پھینک دیا اور فرمایا لکڑیاں اور گھاس پھونس اور چھت موسیٰ کی چھت جیسی اور معاملہ اس سے بھی زیادہ جلدی کا ہے۔

ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا انہوں نے کہا سب سے پہلے جس نے مسجد النبی ﷺ کو (باریک سنگریزے وغیرہ) ڈال کر ہموار کیا وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں انہوں نے فرمایا اسے وادی مبارک یعنی وادی عقیق کے باریک سنگریزوں سے (بھر کر) ہموار کرو۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی مسجد والی جگہ دو انصاری لڑکوں جنہیں سہل اور سہیل کہا جاتا تھا کے مال مویشی باندھنے کی جگہ تھی جب نبی پاک ﷺ نے اس جگہ کو دیکھا تو اسے

پسند فرمایا آپ نے لڑکوں کے چچا سے جس کی کفالت میں وہ دونوں تھے اس سلسلہ میں بات کی کہ وہ اس جگہ کو ان دونوں سے (مسجد کے لئے) خریدے پس اس نے ان سے اس جگہ کو طلب کیا انہوں نے کہا پہلے یہ بتائیں کہ آپ اس کا کیا کریں گے؟ چنانچہ اس کے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ رہا کہ انہیں حقیقت حال سے باخبر کرے چنانچہ اس نے ان کو بتادیا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں انہوں نے کہا ہم یہ جگہ بطورِ عطیہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کردی جس پر آپ ﷺ نے مسجد کو تعمیر فرمایا۔ حسن بصری کہتے ہیں مجھے پتہ چلا کہ اس جگہ کھجور کی ایک موٹی جڑ تھی جس کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر آپ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دیا کرتے تھے آپ اس کے ساتھ اپنی کمر کی ٹیک لگاتے تھے اس کو پکڑتے نہ تھے جب آپ نے اپنے لئے منبر کا انتظام کرلیا اور اس پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا وہ تنا رونے لگ گیا جس طرح کہ ایک اونٹ روتا ہے رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اسے تسلی دی اور اس پر ہاتھ پھیرا یہاں تک کہ وہ چپ ہوگیا حسن بصری نے کہا سبحان اللہ! وہ ایک تنا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے فراق میں رویا تو ہمارا حال کیا ہونا چاہیے کہ ہم تو انسان ہیں۔

نوٹ

حدیث حنانہ کو مفصل طور پر فقیر نے صدائے نوری شرح مثنوی معنوی کے دفتر اول کی شرح میں لکھ دیا ہے اور فضائل مدینہ پاک بے شمار ہیں فقیر کی کتاب محبوبِ مدینہ اور رسالہ فضائل مدینہ کا مطالعہ کیجئے۔

نوٹ

مزار یعنی قبر انور عرش معلیٰ سے افضل کے دلائل شرح حدائق میں مفصل بیان ہو چکے ہیں۔

ممانعت اخلاق یثرب بر مدینہ پاک

بعض لوگ مدینہ کو بے دھڑک یثرب کہہ دیتے ہیں اس کی ممانعت ہے چنانچہ بخاری شریف (وکذا مسلم) میں ہے

یقول یثرب وھی المدینۃ — لوگ کہتے ہیں یثرب حالانکہ وہ تو مدینہ ہے

اس کے تحت فتح الباری میں ہے

ای بعض المنافقین یسمھا یثرب و اسمھا الذی یلیق بما المدینۃ

بعض منافقین مدینہ طیبہ کو یثرب کہتے ہیں اور یہ اس شان کے لائق نہیں اس کی شان کے لائق نامِ مدینہ ہے۔

دوسری حدیث جو امام احمد نے روایت فرمائی ہے

من سمى المدينة يثرب فليستغفر الله هى طابة

جو شخص مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھے اسے چاہیے کہ استغفار کرے اس کا نام تو طابہ ہے

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا اس سے کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے نیز مرقاۃ صفحہ ۲۲، ۲۳ جلد ۶ پر طویل بحث ہے جس میں ہے

قد حكى عن عيسى بن دينار أن من سماها يثرب كتب عليه خطيئة وأما تسميتها فى القرآن بيثرب فهى حكاية قول المنافقين الذين فى قلوبهم مرض متفق عليه وقد حكى عن بعض السلف تحريم تسمية المدينة بيثرب

عیسیٰ بن دینار سے منقول ہے کہ جو شخص مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اس پر گناہ لکھا جاتا ہے اور وہ جو قرآن کریم میں یثرب کہا گیا ہے تو وہ منافقوں کی بات نقل کی گئی ہے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور سلف صالحین سے مدینہ عالیہ کو یثرب کہنے کی تحریم نقل کی گئی ہے۔

مدینہ عالیہ کا قدیمی نام یثرب تھا نبی کریم ﷺ نے یہ نام تبدیل فرما دیا اور اس کی جگہ طیبہ اور طابہ نام رکھ دیا چنانچہ یہ لسان العرب اور تاج العروس لغت کی نہایت مستند اور مشہور کتابوں میں بھی موجود ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جذب القلوب شریف صفحہ ۹ میں فرماتے ہیں

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ مدینہ طیبہ کی طرف ناپا کی کی نسبت کرے یا اس کی فضا کو نازیبا کہے وہ مستوجب سزا ہے اور اسے گرفتار کرنا چاہیے حتی کہ سچی توبہ کرے سرکار ابد قرار کے ورود مسعود سے پہلے مدینہ شریف کو لوگ یثرب کہتے تھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا نام طیبہ اور طابہ رکھا گیا۔ تاریخ بخاری میں ایک حدیث ہے کہ جو شخص مدینہ طیبہ کو ایک یثرب کہے وہ اس غلطی کی تلافی کے لئے دس مرتبہ کہے مدینہ، مدینہ۔ (انتہی ما من جذب القلوب)

معلوم ہوا کہ یہ نام (یثرب) اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو سخت ناپسند ہے لہٰذا اس نسخ شدہ مکروہ نام کو مدینے شریف کے لئے بولنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

ازالہ وہم

بعض بزرگانِ دین کے کلام میں جو یثرب کا لفظ پایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت جلعی علیہ الرحمۃ کا ایک شعر ہے

کے بود یارب کہ رودیثرب وبطحا کنم گہ بمکہ منزل و گہ درمدینہ جا کنم

تو اس کی اگر مناسبت اور صحیح توجیہ وتاویل ہو تو ٹھیک ورنہ سبقت قلم سے تعبیر کیا جائے گا کیونکہ حدیث واقوال کثیرہ سلف وخلف کے مقابل کسی ایک یا دو بزرگوں کا کلام کوئی حیثیت نہیں رکھتا چہ جائیکہ کسی آزاد خیال شاعر کا کلام چنانچہ حضرت مولانا سید العارفین صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ العزیز نے ایک استفتاء کے جواب میں ارشاد فرمایا رہا عمرو کا استدلال حضرت مولانا حاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام (اسی مذکورہ بالا شعر) سے سو یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں ممانعت وارد ہوئی تو اس کے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا کرنا پیش کرنا کیا مفید ہے؟ کلامِ رسول کے لئے کلامِ غیر ناسخ نہیں ہوسکتا علاوہ بریں حضرت جامی کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یثرب سے حوالی وعوامی مراد ہیں نہ خاص شہر چنانچہ یثرب پر بطحا کو عطف فرمانا اس کا مؤید ہے اور دوسرے شعر میں

گردِ صحرائے مدینہ بوئت آمد یارسول اللہ من سرخودرا کدائے خاکِ آں صحرا کنم

حکایت

فقیر کی دورِ جوانی میں ایک شاعر مولانا صابر مرحوم ایک محفل میں اپنی نعت میں یثرب کا اطلاق کررہے تھے اگرچہ وہ اپنے مؤقف میں حق پر تھے لیکن فقیر نے ٹوکا تو فوراً قبول کرلیا چین بچین نہ ہوئے آج کل کے شاعر کو حقیقی غلطی پر آگاہ کیا جائے تو تسلیم کے بجائے آسمان سر پر اُٹھالیتا ہے اللہ تعالیٰ حق ماننے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

آنکھ مل سکتی نہیں در پر ہے پہرہ نور کا
تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا

حل لغات

تاب، طاقت، مجال، بے حکم، اجازت کے بغیر، پر مارنا، اترنے کی کوشش کرنا۔ پرندہ نور کا، اس سے فرشتے مراد ہیں۔

شرح

حبیب خدا ﷺ فرشتہ آپ کی اجازت کے بغیر اڑے اس میں یہ طاقت کہاں ہے۔

نزع میں لوٹے گا خاکِ در پہ شیدا نور کا
مر کے اُڑ رہے گی عروس جاں دوپٹہ نور کا

حل لغات

نزع، روح نکلنے کا وقت۔ لوٹے گا، لوٹ پوٹ ہوگا۔ شیدا، عاشق، دیوانہ۔

شرح

اے نبی کریم ﷺ نورانی فرشتہ آپ کی اجازت کے بغیر اُڑے اس میں یہ طاقت کہاں ہے۔

تاب مہر حشر سے چونکے نہ کشتہ نور کا
بوندیاں رحمت کی مدینے آئیں چھینٹا نور کا

حل لغات

تاب، چمک، روشنی۔ چونکے، جاگے، بیدار ہو۔ کشتہ، قتل کردہ شد، مارا ہوا۔ بوندیاں، قطرے، چھینٹے۔ چھینٹا، ہلکی بارش۔

شرح

سید عالم ﷺ کے نور کا مقتول قیامت کے دن سورج کی چمک اور گرمی سے (جب کہ سورج سوا نیزے پر ہوگا) بھی بیدار نہ ہوگا جب تک رحمت کی نورانی بارش اس پر نہ برسے گی۔

وضع واضع میں تیری صورت ہی معنی نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

حل لغات

وضع، پیدا کرنا، ساخت، طرز، روشنی، بناوٹ۔ صورت، شکل، یوں اس طرح۔ واضع، اسم فاعل، پیدا کرنے والا، بنانے والا، معنی مقصد و مطلب، مجازاً مراداً فرضاً۔

شرح

اے حبیب خدا ﷺ خالق کائنات (صورتیں بنانے والے) نے اپنی بناوٹ میں آپ کی شکل مبارک ذاتِ مبارک کو نور فرمایا اس کے بعد یوں مجازاً چاہے جس پر نور کا استعمال کرو۔
حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نور بنایا اور پھر بتایا بھی اس اعتبار نور کی اصل وضع آپ ہیں اس معنی پر حقیقی موضوع کہ حضور اکرم ﷺ ہوتے پھر جس پر بھی نور کا اطلاق ہوگا مجازاً ہوگا اس کے شواہد حاضر ہیں۔

قرآن مجید

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ . (پارہ ۶،سورۃ المائدہ،آیت ۱۵)

بے شک تمہارے پاس آیا اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔

فائدہ

اس آیت میں بالاتفاق نور سے حضور اکرم ﷺ مراد ہیں متعدد حوالہ جات گزر چکے ہیں چند مزید ملاحظہ ہوں۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ "ھو نورالنبی ﷺ"

"قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ "میں نور سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

تفسیر روح المعانی

تفسیر روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۸۶ میں ہے کہ

قدجاء کم من اللہ نورای عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار ﷺ والی ھذا ذھب ق

والزجاج.

بیشک آیا تمہارے اللہ کی طرف سے نور جو عظیم نور ہے اور تمام نوروں کا نور ہے اور نبی مختار ہے مفسر قرآن قتادہ اور زجاج کا بھی یہی مذہب ہے۔

تفسیر خازن

تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۶۵ میں ہے

قد جاء کم من اللہ نور یعنی محمداً صلی ﷺ انما سماہ اللہ نوراً لانہ یھتدی بہ کمایھتدی باالنور فی الظلام.

بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کا اسم مبارک نور رکھا کیونکہ جس طرح نور سے اندھیرے میں راستہ کا نشان ملتا ہے اسی طرح آپ کی ذاتِ انور بھی رشد و ہدایت کے لئے چراغ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

تفسیر غرائب القران

تفسیر غرائب القران جلد ۲ صفحہ ۸۶ میں ہے کہ

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" محمدا و اسلام و كتاب مبين هو القران

آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد رسول اللہ ﷺ یا دین اسلام اور کتاب مبین یعنی قرآن مجید۔

تفسیر ابو السعود

تفسیر ابوالسعو د جلد ۴ صفحہ ۸۶ میں ہے کہ

قدجاء کم من الله نور و کتاب مبين قيل المراد بالاول هو الرسول عليه الصلوٰة والسلام وبالثانی القرآن.

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ نور سے حضور اکرم ﷺ کی ذات والا صفات اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

تفسیر بیضاوی

تفسیر بیضاوی صفحہ ۲۵۴ میں ہے

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" هو النبی ﷺ يريد بالنور محمداً ﷺ

مفسرین نے فرمایا ہے کہ نور سے مراد سرکارِ دو عالم ﷺ ہیں۔

تفسیر مدارک

تفسیر مدارک جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ میں ہے۔علامہ نسفی زیر آیت کے تحت فرماتے ہیں

والنور محمد عليه السلام لانه يهتدى به كما سمى سراجا.

نور سے مراد محمد ﷺ ہیں کیونکہ ان کے ذریعہ سے راہ ہدایت ملتی ہے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نامی "سراج منیر" رکھا ہے۔

احادیث مبارکہ

حضرت کعب بن مالک نے فرمایا

وكان رسول الله ﷺ اذا حتى كانه قطعة قمر . (بخاری)

ہمیشہ جب حضور ﷺ پر کیف وانبساط کے اثار طاری ہوئے آپ کا چہرہ زیبا چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔

علامہ عینی "جبينه قطعة قمر" یعنی آپ کی پیشانی چاند کا ٹکڑا تھی۔مستدرک میں بھی یہ حدیث جلد دوم صفحہ ۶۰۵ پر موجود ہے۔صاحب مستدرک اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں "هذا حديث صحيح علىٰ شرط الشيخين

"یعنی شیخین (بخاری و مسلم) کی صحت کے اصولوں کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔

بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ مصر میں ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ سید عالم ﷺ میرے پاس تشریف لائے آپ پر کیف و سرور کی حالت طاری تھی اور آپ رخساروں کی لکیروں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔

مشکوۃ مسلم کی روایت سے ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ کے سامنے کسی نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ کا چہرہ تلوار کی مانند تھا آپ نے فرمایا

لا بل کان مثل الشمس والقمر

ہرگز نہیں میرے حبیب کا چہرۂ انور آفتاب و ماہتاب کی مثل نورانی تھا۔

فائدہ

حضرت ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں

مثل الشمس والقمر ای فی قوۃ الضیاء وکثرۃ النور

یعنی روشنی کی تیزی اور نور کی کثرت میں سورج اور چاند کی مانند تھا۔

مشکوۃ از ترمذی اور حجۃ اللہ علی العالمین میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سید دو عالم ﷺ کے حسن و جمال کے متعلق اپنا تاثر بیان کرتے ہیں

مارایت شیئا احسن من رسول اللہ ﷺ کان الشمس تجری فی وجھہ اذاضحک یتلالؤ فی الجدر

میں نے حضور ﷺ سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا یوں معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب آپ کے چہرۂ مبارک میں چل رہا ہے اور جب آپ ہنستے تو دیواریں روشن ہو جائیں۔

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود — نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

نوٹ

یہ سلسلہ طویل ترین ہے ہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے نور ہونے کی گواہی دے گا ویسے آیت میں آپ کو علی الاطلاق نور کہا گیا ہے اسی لئے آپ کے ہر ہر جزو عضو کو مطلقاً ماننا پڑے گا چند شواہد چلتے چلتے عرض کر دوں سب کو یقین ہے کہ

(۱) ہر بچہ کی ناف ہوتی ہے جس سے حیض کا خون بچہ کی خوارک بنتا ہے مگر آپ کے ناف کا نشان تھا نا ڑنہ تھی جس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تخلیق خاص طریقہ پر فرمائی اور حیض کا خون آپ کی خوراک نہیں۔

(۲) مصطفی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے پاک بنایا جیسے اور بچے پیدا ہوتے ہیں خون میں لتھڑے ہوئے آپ ایسے پیدا نہیں ہوئے بلکہ صاف آپ پر خون کا کچھ اثر نہ تھا۔

(۳) آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا ''رب حب لی امتی'' اے رب میری امت کو بخش دے۔ آپ مختون پیدا ہوئے آپ کے نورانی جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی آپ کے جسد پاک سے مشک کی خوشبو آتی تھی آپ جس راستہ سے گزر جاتے وہ راستہ منور و معطر ہو جاتا۔

(۴) حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں شب تار میں آپ ہنستے تو آپ کے دانتوں سے نوری شعاعیں نکلتی تھیں میں اس روشنی سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی وغیرہ وغیرہ۔ یہ سلسلہ طویل سے طویل تر ہے تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''البشریۃ لتعلیم الامۃ''

بشریت کی تحقیق

یا در ہے کہ مخالفین عوام میں تاثر دیتے ہیں کہ اہل سنت بریلوی حضور اکرم ﷺ کی بشریت کے قائل نہیں یہ ان کا سراسر بہتان اور افتراء ہے۔ افتراء و بہتان تراشی سے باز آجاؤ اپنے مسلک کے عالم دین کی عبارت یہاں پر لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں جن یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں ورنہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی کیونکہ وہی ابوالبشر ہیں اور حضور اکرم ﷺ اس وقت نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے خود فرماتے ہیں

کنت نبیا و آدم بین الماء والطین

اس وقت حضور نبی تھے بشر نہیں تھے سب کچھ صحیح لیکن ان کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا حضور ﷺ کو یا محمد یا کہ اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کفر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا ؕ (پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۶۳)

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی یا باپ کو ماں کا شوہر کہے یا اس کا نام لے کر پکارے یا اس کو بھیا وغیرہ کہے تو اگر چہ بات تو سچی ہے مگر بے ادب گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔ (جاء الحق صفحہ ۱۷۲)

انما انا بشر مثلكم

تمام مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ جملہ حضور اکرم ﷺ نے تواضعاً فرمایا ہے اس کے اور جوابات بھی ہیں لیکن یہاں بھی کافی ہے۔

علامہ مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر مظہری میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں

قال ابن عبّاس علّم الله عزّ وجلّ رسوله، صلى الله عليه وسلم التواضع لئلا يزعى على خلقه فامره ان يقرّ فيقول انى آدمى مثلكم الا انى خصصت بالوحى وأكرمنى به يُوحى إِلَيَّ أَنَّما إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ واحِدٌ لا شريك له قلت فيه سد لباب الفتنة افتتن بها النصارى حين راؤا؟؟؟ عيسى يبرء الأكمه والأبرص ويحيى الموتى وقد اعطى الله تعالى لنبيّنا ﷺ من المعجزات أضعاف ما اعطى عيسى عليه السلام فامره باقرار العبوديّة وتوحيد البارى لا شريك وله

صاحب کمال کا اظہار تواضع بھی اس کا کمال ہوتا ہے لیکن بعض کج فہم اور حقیقت ناشناس لوگ آیت کو کمالات نبوت کے انکار کی دلیل بناتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نبی مکرم ﷺ کی شانِ رفیع کے متعلق کچھ بتائے جاتے۔

ایک روز صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ "متى وجبت لكم النبوة" حضور آپ کو خلعت نبوہ سے کب سرفراز فرمایا گیا آپ نے جواب میں فرمایا "وآدم بين الروح والجسد" مجھے اس وقت شرف نبوت سے مشرف کیا گیا جب کہ آدم کی نہ ابھی روح بنی تھی نہ جسم۔ (رواہ الترمذی وصححہ وقال انہ حسن غریب)

نبوت صفت ہے اور وصوف کا صفت سے پہلے پایا جانا ضروری ہے اب خود فیصلہ فرمایئے جو موصوف اپنی صفت نبوت سے متصف ہو کر آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھا اس کی حقیقت تھی؟ ابن تیمیہ وغیرہ نے یہ کہا کہ "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين" اور "كنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين لا اصل لهما" ان دو حدیثوں کو موضوع یا بے اصل کہنا درست نہیں کیونکہ امام ترمذی کی روایت کردہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے اور یہ دونوں روایتیں اس کی ہم معنی ہیں اس لئے ان کو موضوع کہنا درست نہیں ہوسکتا ہے جب کہ روایت بالمعنی محدثین کے نزدیک جائز ہے اس

حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ میں تخلیق آدم سے پہلے علم الٰہی میں نبی تھا کیونکہ اس میں پھر حضور اکرم ﷺ کی کوئی خصوصیت نہ ہوگی بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے اپنے حبیب کی روح کو پیدا فرمایا اور اسی وقت خلعت نبوت سے سرفراز کیا اور ملاءِ اعلیٰ کو اس حقیقت پر آگاہ کر دیا۔

بل ان الله خلق روحه قبل سائر الا رواح و خلع عليها خلعته الشريف باالنبوه

اعلاما للملاالا على به

چنانچہ ایک دوسری روایت میں ہے

يسبح ذالک النور وتسبح الملائكه بنسبيعته

کہ نورِ محمدی ﷺ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتا اور سارے فرشتے حضور ﷺ کی تسبیح سن کر اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے۔

کسی نے کیا خوب کہا

گرنہ خورشید جمال یار گشتی راہ نموں　　　　از شب تاریك غفلت کسی نہ بردے راہ بروں

ابن کتان نے اپنی کتاب الاحکام میں حضرت امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے بزرگوار حضرت سیدنا امام حسین سے انہوں نے ان کے جدامجد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی نقل کیا ہے

قال كنت نورا بين يدى ربى قبل خلق ادم باربعته عشر الف عام

یعنی میں نور تھا اور آدم کی آفرینش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کریم کے حریم ناز میں باریاب تھا۔

اس حدیث کے آخری تین راوی ائمہ اہل بیت سے ہیں ان کا علم وفہم اور تقویٰ کسی کی توثیق کا محتاج نہیں البتہ ابن قطان کے متعلق کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے علامہ زرقانی ان کے متعلق لکھتے ہیں

الحافظ الناقد أبى الحسن على بن محمد بن عبد الملك الحميرى الكنانى الفاسى، سمع أبا ذر الخشنى وطبقته، وكان من أبصر الناس بصناعة الحديث وأحفظهم لأسماء رجاله، وأشدهم عناية فى الرواية معروفًا بالحفظ والإتقان. (زرقانی علی المواہب الدنیہ جلد ا صفحہ ۴۸)

یہ حافظ اور نقاد حدیث تھے ان کا نام ابوالحسن علی بن محمد ہے فن حدیث سے ان کی بصیرت اپنے ہم عصروں سے زیادہ تھی اور اسماء الرجال کے حافظ تھے روایت میں وہ انتہا درجے کی احتیاط برتتے وہ اپنے حفظ اور اتقان کے باعث مشہور ومعروف

تھے۔

حضرت جابر نے فخر موجودات ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ

بابی انت وامی اخبرنی عن اول شئی خلقه الله تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک (رواہ عبدالرزاق سندہ)

یعنی حضرت جابر نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں کہ اللہ نے سب چیزوں سے پہلے کون سی چیز پیدا کی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔ان صحیح احادیث (جن کی تصحیح اور توثیق مولانا تھانوی نے نشر الطیب میں کی) سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات والا صفات عالم امکان میں سب سے مقدم ہے۔اہل معرفت کی اصطلاح میں اسی نور کو حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے اور حقیقت محمدیہ حقیقۃ الحقائق ہے۔

وبهذا الاعتبار سمی المصطفیٰ بنور الانوار وباب الرواح. (زرقانی)

اور تمام ارواح کا باپ کہا جاتا ہے۔

یہ مسئلہ بڑا نازک ہے جو مجھ جیسے کم علم کو یہ زیبا نہیں کہ میں اس میں اپنی خیال آرائی کو دخل دوں بہتر یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی تحقیقات ہدیہ ناظرین پر اکتفا کروں جن کا علم وتقویٰ، اہل شریعت واہل طریقت دونوں کے نزدیک مسلم ہے اور جن کا قول ساری امت کے نزدیک محبت ہے۔اس لئے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوب کا ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں شاید جلوۂ حسن محمدی کی جھلک دیکھ کر کوئی چشم اشکبار مسکرا دے کسی کے دل بے قرار کو قرار آجائے۔آپ لکھتے ہیں

جاننا چاہیے پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش نہیں افرادِ عالم میں کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا وجود عنصری حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہے جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "خلقت من نور الله" کشف صریح سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش اس امکان سے پیدا ہوئی جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم سے صحیفہ کو خواہ کتنا ہی باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے مگر حضور ﷺ کا وجود مشہور نہیں ہوتا بلکہ ان کی خلقت وامکان کا منشاء عالم ممکنات میں ہے ہی نہیں کیونکہ اس عالم سے برتر ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے

اور جب جہاں میں ان سے لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے متصور ہوسکتا ہے۔(دفتر سوم ترجمہ مکتوب نمبر ۱۰۰ صفحہ ۲۶۶)

اس میں کوئی شک نہیں حضور اکرم ﷺ صفت بشریت سے متصف ہیں اور حضور ﷺ کی بشریت کا مطلق انکار سرتاپا غلط ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو بشر کہنا ٹھیک ہے یا کہ نہیں۔ جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم فرضِ عین ہے اور ادنیٰ سی بے ادبی سے ایمان سلب ہوجاتا ہے اور اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے "وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ" اب یہ دیکھنا ہے کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص، ادب واحترام ہے یا سوءِ ادبی۔ پہلی صورت میں بشر کہنا جائز ہوگا اور دوسری میں ناجائز۔ مہر سپہر علم وعرفان حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ نے اس عقیدہ کا جو حل پیش کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد کوئی اشتباہ نہیں رہتا آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ بشر مفہوماً اور مصداقاً متضمن بکمال ہے کیونکہ آدم کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ (پارہ ۲۳، سورہ ص، آیت ۷۵)

تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لئے سجدہ کرے جسے میں اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

کیونکہ اس پیکر خاکی کو اللہ کے ہاتھ لگنے کی عزت نصیب ہوئی اس لئے اسے بشر کہا گیا اس خاک کے پتلے کی اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہوسکتی ہے نیز یہی بشر ہے جو آپ کے الفاظ میں کمال استجلاء کے لئے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے۔ یہ دونوں چیزیں اگر ذہن نشین ہوں تو بشر کہنا عین تعظیم وتکریم ہے چونکہ اس کمال تک ہر کس وناکس ماسوائے اہل تحقیق واہل عرفان رسائی نہیں رکھتا لہٰذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے خواص کے لئے جائز اور عوام کے لئے بغیر زیارت لفظ دال بر تعظیم ناجائز ہے۔(فتاویٰ مہریہ صفحہ ۱۰ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

انا بشر مثلکم میں وجہ مماثلت کیا ہے

غور طلب بات یہ ہے کہ مماثلت کس چیز میں ہے مراتب ودرجات، وہبی ہوں یا کسبی، کمالات علمی ہوں عادات وخصائل روح پرنور بلکہ جسم عنصری تک میں کسی کو مماثلت تو کجا مناسب بھی پھر یہ مماثلت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کون سی ہے اور کہاں پائی جاتی ہے کہ "اَنَّـهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَؕ" بھی ایک خدائے لاشریک کا بندہ ہے جس کے تم بندے ہو

اس کا بھی وہی خالق و مالک ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے۔

نورانیت مصطفی ﷺ پر ایک اور دلیل

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب

فائدہ

امام المفسرین ابن جریر لکھتے ہیں یعنی

بالنور محمداً ﷺ الذی انار الله به الحق و اظهر به الاسلام الحق به الشرک فهو نور لمن استنار به

یعنی نور سے مراد یہاں ذاتِ پاک محمد مصطفی ﷺ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کردیا اسلام کو ظاہر فرمایا شرک کو نیست و نابود کیا۔

حضور نور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نور سے دل کی آنکھوں کو روشن کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اس نور مجسم کی تابانیوں اور درخشانیوں سے ہمارے آئینہ دل کو منور فرمائے اور اپنے محبوب کی غلامی اور محبت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے۔ (آمین)

جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو نور فرما رہا ہے تو کسی کیا اعتراض؟ کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے یہ کہنا کہ نور بھی قرآن مجید مراد ہے درست نہیں کیونکہ واو عاطفہ تغایر پر دلالت کرتی ہے۔

نورِ محمدی ﷺ کی تمثیل

حضرت ابن عباس نے کعب احبار سے کہا

اخبرنی عن قوله تعالیٰ " مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ " مجھے اس آیت کا مطلب بتاؤ؟

قال کعب هذا مثل ضربه الله لنبيه صلى الله عليه وسلم فالمشكوة صدره و الزجاجة قلبه و المصباح فيها النبوة يكاد نور محمد صلى الله عليه وسلم و امره يتبين للناس ولو لم يتكلم انه نبي كما كان يكاد ذلك الزيت ان يضىء ولو لم تمسسه نار نور على نور (مظہری)

حضرت کعب نے یہ کہا یہ مثال ہے جو اللہ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے متعلق بیان کی ہے مشکوۃ سے مراد سینہ مبارک ہے زجاجۃ سے مراد قلب انور ہے مصباح سے مراد نبوت ہے یعنی حضور ﷺ کا نور اور حضور ﷺ کی شان لوگوں کے سامنے

خود بخود دعیاں ہو رہی ہے اگر چہ حضور ﷺ اپنی نبوت کا اعلان نہ بھی کرتے۔

عارف باللہ علامہ ثناء اللہ پانی پتی یہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں

ولنعم ما قال کعب فها انا اذکر فصلا فی ظهور امر نبوته قبل ان یبعث وقبل ان یتکلم انه نبی

یعنی کعب نے بہت عمدہ بات کہی ہے اور میں یہاں ایک فصل تحریر کرتا ہوں جس سے پتہ چلا جائے کہ حضور ﷺ کی نبوت اور رفعت شان اعلانِ نبوت سے پہلے ہی ظاہر تھی۔

اس کے بعد علامہ موصوف نے ایک طویل فصل لکھی ہے۔ جس میں حضور ﷺ کے ان معجزات کا ذکر کیا جو اعلانِ نبوت سے قبل ظہور پذیر ہوئے دل تو چاہتا ہے کہ اہل محبت کی تسکین خاطر کے لئے اس کا ترجمہ پیش کروں لیکن یہاں اس کی گنجائش نہیں اور بالکل محروم رہنا بھی گوارا نہیں۔ صرف ایک ذکر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں حضور اکرم ﷺ ابھی کمسن ہی تھے کہ تمام علاقہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ حضرت ابو طالب بارش کی دعا کرنے کے لئے حرم میں آئے اور حضور ﷺ کو ہمراہ لائے حضور کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور دعا مانگی اس وقت آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا دعا مانگنے کی دیر تھی

ماقبل الحساب من مههنا وهمنا واغدق وانفجر له الوادی وفی ذالک قال ابوطالب وابیض

یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمته ملرار امل

یعنی اس وقت بادل ادھر ادھر سے ہجوم کر آئے خوب موسلا دھار بارش برسی یہاں تک کہ ندیاں بہنے لگی اور اس وقت ابو طالب نے یہ شعر کہا ہے کہ وہ سفید من موہنی رنگت والا جس کے نوئے تاباں کے صدقے بادل کی التجاء کی جاتی ہے وہ یتیموں کا آسرا اور بیوہ عورتوں کی ناموس کا محافظ ہے۔

"لا شرقیہ ولا غربیہ" نا کر یہ بتا دیا کہ نبوت مصطفوی کا فیض عام ہے جس طرح زمانہ کی پابندی نہیں اس طرح مکان کی قید بھی نہیں اہل شرق ومغرب سب کے لئے درِ رحمت کھلا ہے اور دام لطف وکرم کشادہ ہے.........

کفارِ انبیاء کرام کی ظاہری بشریت سے فریب کھا گئے اور ان کی نگاہیں شانِ نبوت کو پہچاننے سے قاصر رہیں۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ نے ان لوگوں کے شکوک وشبہات کو بیان کر کے اپنے حکیمانہ انداز میں ان کا ازالہ فرمایا ہے

گفت اینک مابشر ایشاں بشر　　ماوایشاں بستہ خوابیم وخور

یعنی کفار نے کہا ہم بھی انسان ہیں اور انبیاء بھی انسان ہیں ہم بھی سوتے ہیں اور کھاتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح

ایں نداستد ایشاں ازعھا　　ھست فرق درمیاں بے انتھا

ان اندھوں نے یہ نہ جانا کہ ان کے درمیان اور انبیاء کے درمیان تو بے انتہا فرق ہے

ہر دویك گل خورو زنبور گل　　　زاں یکے شد نیش زاں دیگر عل

ویسے تو زنبور اور شہد کی مکھی ایک پھول سے ہی خوراک حاصل کرتی ہے لیکن وہاں ڈنگ نمودار ہوتا ہے اور یہاں شہد

ہردو گوں آھو گیاہ خوردند و آب　　　زیں یکے سرگیں شد وزاں مشك ناب

دونوں قسم کے ہرن ایک ہی گھاس کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں لیکن ایک سے صرف لید نکلتی ہے اور دوسرے سے خالص کستوری

ایں خورد گرد و پلیدی زیں جدا　　　واں خورد گردھماں نور خدا

سب سے پہلے نورِ محمدی ﷺ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ o (پارہ ۸، سورۃ الانعام، آیت ۱۶۲)

تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا۔ اس کا کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

فائدہ

رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلے مسلم ہونے کا یہ تو مطلب ہے کہ اپنی امت میں سب سے پہلے آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائے اور آپ کے بعد آپ کی امت آپ کی دعوت سے اس شرف سے مشرف ہوئی اور یا اولیت سے مراد اولیت حقیقیہ ہے کہ سب مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید کا عرفان اتم ہمارے حضور ﷺ کو ہوا کیونکہ ہر چیز سے پہلے حضور کے نور کی تخلیق ہوئی اور سب سے پہلے حضور ﷺ نے ہی اپنے رب کی توحید کی دعوت دی۔

قال قتادہ ان النبی ﷺ قال کنت اول الانبیاء فی الخلق واخرھم فی البعث. (قرطبی)

یعنی حضور ﷺ کی پیدائش سب مخلوق سے پہلے ہوئی

اور مولانا عثمانی نے بھی اس قول کو پسند فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں عموماً مفسرین "وانا اول المسلمین" کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس امت محمدیہ کے اعتبار سے آپ اول المسلمین ہیں لیکن جب جامع ترمذی کی حدیث

کنت نبیا وادم بین الروح والجسد

میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی روح وجسد کی درمیانی منزلیں طے کر رہے تھے

کے مطابق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المومنین ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا

اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

حل لغات

اجزاء، جزء کی جمع ہے بمعنی حصہ، بالکل، تمام۔ جملہ، پورے کا پورا۔ علاقہ تعلق۔

شرح

انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کے نور کا حصہ ہیں آپ مکمل نور ہیں اس نسبت سے ان کو نور بولنا کہنا درست ہے۔

یہ شعر امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر کا ترجمان ہے

فانک شمس فضل ھم کواکبھا یظھرن انوارھاللناس فی الظلم

اس کی مزید تحقیق وتفصیل فقیر کی شرح قصیدہ بردہ شریف میں پڑھیئے۔

یہ جو مہر ومہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا

بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

حل لغات

مہر، سورج۔ مہ، چاند۔ اطلاق، بولا جانا، وارد کرنا، استعمال کرنا۔ بھیک، وہ شے جو خیرات میں ملے۔ استعارہ، مانگ لینا، حقیقی مجازی معنی کے درمیان۔

شرح

چاند وسورج کو جو نور کہا جاتا ہے حقیقتاً یہ آپ کے نام کی خیرات ہے جو آپ کی نورانیت سے نور مانگ کر نورانی وروشن ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے نور کی تعریف سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہر شے کی اصل آپ ہی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا

اول ماخلق اللہ نوری وکل الخلائق من نوری

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے نور سے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔

حضرت خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

آنچہ اول شد پدید از جیب غیب   بود نور پاك روئے هیچ ریب

بعدازاں آن نور عالی زد علم   گشت عرش وفرش ولوح وقلم

نور او چون اصل موجودات بود   ذات او چون معطی هر ذات بود

(منطق الطیر صفحہ ۱۹)

غیب سے جو پہلے ظاہر ہوا بلاشک وشبہ وہ آپ ﷺ کا نور تھا اس کے بعد جتنا بھی اور جہاں بھی نور نے علم بلند کیا خواہ وہ کرسی ہو یا عرش اور لوح وقلم ان سب کی اور جملہ موجودات کی اصل بلکہ ہر ایک کو عطا کرنے والے آپ ہیں۔ (ﷺ)

کسی نے کیا خوب کہا

تیرے نور سے پھیلے ہیں سرمدی جلوے   تجلیات کا عالم تیرے ظہور سے ہے

اور فرمایا کسی نے

نور احمد (ﷺ) کا چمن میں ظہور ہے   ہر گل میں شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے

حدیث

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس میں انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے کیا بنایا؟ حضور ﷺ نے فرمایا سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ نہ فرشتے تھے نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا نہ جن تھا نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس نور یعنی نور محمدی ﷺ کے چار حصے کئے ایک حصے سے قلم پیدا کیا دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش پھر چوتھے کے چار حصے کئے ایک سے حاملانِ عرش کو پیدا کیا دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے پھر چوتھے حصے کے مزید چار حصے کئے ایک سے آسمان بنائے، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے جنت و دوزخ آگے طویل حدیث ہے۔ (مصنف عبدالرزاق بحوالہ قسطلانی جلد ۱ صفحہ ۹ خصائص کبریٰ)

نوٹ

اس حدیث کی تحقیق و تفصیل فقیر کے رسالہ "فیض الفاخر فی حدیث جابر"

سرگیں آنکھیں حریم حق کی وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لا مکاں تک جن کا رمنا نور کا

حل لغات

سرگیں، سرمرگی ہوئی۔ حریم حق، وہ جسے اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی۔ مشکیں، مشک والا۔ غزال، ہرن۔ فضا، وسعت اور فراخی۔ رمنا، گھومنا پھرنا، سیر کرنا۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے والی مشک والے ہرن کی آنکھ جیسی سرمئی آنکھیں جن کی نورانی نظر لا مکان کی وسعتوں میں گھومتی ہے۔

نورانی آنکھ

حضور اکرم ﷺ کی بینائی کی وسعت خود جانیں یا خدا تعالیٰ۔ احادیث میں ہے کہ

(۱) ابن عباس سے بیہقی نے روایت کیا کہ حضور ﷺ رات کے اندھیرے میں دن کے اجالے کی طرح دیکھتے ہیں۔

(۲) آپ نے فرمایا میں پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے سے۔

(۳) فرمایا قیامت کے جو کچھ ہوگا اس کو میں اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو۔

(۴) فرمایا "رایت ربی عینی" میں نے اپنے رب کو سر کی آنکھ سے دیکھا۔

(۵) ابن عباس قتادہ عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو سر کی آنکھ سے دیکھا۔

فائدہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تجلی دیکھی تھی تو ان کی آنکھ اندھیری رات میں تین فرسخ دور سے پہاڑ پر چیونٹی چلتی دیکھ لیا کرتی تھی اور محبوب خدا نے رب کو دیکھا تو ان کے دیکھنے کی کیا حد ہوگی جس نے لامحدود ہی دیکھ لیا اس پر شرح حدائق کے مجلدات میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے یہاں سرگیں آنکھوں کی شرح عرض کردوں۔

اشکل العین

شمائل ترمذی میں آپ کی چشمان مبارک کو اشکل العین کہا گیا ہے لغت میں اشکل العین دونوں آنکھوں کی سفیدی

میں سرخی ملی ہوئی کو کہتے ہیں۔عرب لوگ جب پانی میں خون کی سرخی ملی ہوئی ہوتو اس پانی کو آء آشکل کہتے ہیں۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے سماک سے پوچھا "ضلیع الفم" کسے کہتے۔

انہوں نے کہا کشادہ دہن والے کو کہتے ہیں میں نے پوچھا اشکل العین کسے کہتے ہیں انہوں نے کہا اس سیاہ آنکھ کو کہتے ہیں جس کی سفیدی میں لمبے سرخ ڈورے ہوں (شعبہ) نے پوچھا "منھوس العقب" کسے کہتے ہیں اس (سماک) نے جواب دیا کہ کم گوشت والی ایڑی کو کہتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشاہدے

(۱) جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ آنکھوں کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی تھی یعنی آپ ﷺ کی آنکھیں مبارکہ بھی اس صفت حسنہ سے مزین تھیں جو کہ عرب میں از روئے خوبصورتی و حسن انتہائی محبوب اور محمود ہے۔

(۲) بیہقی میں حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

كان رسول الله ﷺ عظيم اليعنين اهدب الاشفار مشرب العين بحمرة

یعنی حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں مبارک میں سرخ ڈورے تھے لمبے ابرو تھے سرخی اور سفیدی ملا ہوا یعنی سنہری رنگ مبارک تھا۔

فائده

علامہ محمد ابراہیم بیجوری فرماتے ہیں

والصواب ما اتفق العلماء وأصحاب الغريب أن الشكلة حمرة في بياض العين، كالشهلة، في سوادها والشكلة احدى علامات النبوة. (المواہب اللدنیہ صفحہ ۲۴)

اور صحیح بات یہ ہے کہ جس پر علماء اور تمام اہل لغت نے اتفاق کیا ہے کہ آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے کو شکل کہتے ہیں اور اس کی سیاہی میں سرخ ڈورا ہوتو اس کو شہلہ کہتے ہیں اور یہ شکلہ نبوت کی علامات میں سے ایک ہے۔

دیدارِ الٰھی

انہی سرمگیں چشمانِ اقدس نے ہی بلا حجاب دیدارِ حق پایا خود سرکارِ کونین ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ

ان محمد ﷺ راای ربه مرتین مرة یصرة ومرة بفواده. (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۶۱، رواہ الطبرانی)

حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دو بار دیکھا ایک بار سر کی آنکھوں سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں ہے

ان اللہ اصطفیٰ ابراھیم بالخلة واصطفیٰ موسیٰ بالکلا م واصطفیٰ محمداً بالرؤیة (زرقانی علی المواہب جلد ۶ صفحہ ۱۱۷، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۲۱)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو خلت سے اور موسیٰ (علیہ السلام) کو کلام سے اور محمد ﷺ کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

انا اقول بحدیث ابن عباس بعینه رای ربه راہ راہ حتی انقطع نفسه. (شفاء شریف جلد ا صفحہ ۱۲۰)

میں حدیث ابن عباس کے مطابق (عقیدہ رکھتے ہوئے) کہتا ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا دیکھا دیکھا یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

ان محمداً ﷺ رای ربه عزوجل. (ابن خزیمہ، زرقانی علی المواہب جلد ۶ صفحہ ۱۱۸)

بلاشبہ محمد ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ

لقد رای محمد ﷺ ربه. (شفاء شریف جلد ا صفحہ ۲۰)

بلاشبہ حضرت محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام ابوالحسن اشعری اور صحابہ کرام کی جماعت نے فرمایا ہے

انه ﷺ رای اللہ تعالیٰ یبصره وعینی رأسه. (شفاء شریف جلد ا صفحہ ۱۲۱)

نبی کریم ﷺ نے اپنی ان سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

الراجح عند اکثر العلماء انه ﷺ رای ربه بعینی رأسه لیلة المعراج (زرقانی علی المواہب جلد ۶ صفحہ

(۱۱۶

کہ اکثر علماء کے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ بلاشبہ نبی ﷺ نے شب معراج میں اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

فائدہ

اس روایات سے سے صراحۃً ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے بلاحجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

سوال

آیۃ کریمہ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ا" سے ثابت ہوتا ہے کہ دیدارِ الٰہی ناممکن اور محال ہے۔

جواب

آیت میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ کہ روایت کی کیونکہ ادارک کے معنی ہیں مدرک کے جوانب وحدود پر محیط ہونا چنانچہ حضرت سعید بن میںّب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جمہور مفسرین ومحدثین ادراک کی تفسیر احاطہ سے فرماتے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی آنکھ اس کا احاطہ کرلے کیونکہ احاطہ اس چیز کا ہوسکتا ہے جس کے حدود جوانب ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے حدود جوانب محال ہیں لہٰذا اس کا ادراک واحاطہ بھی محال اور ناممکن ہے۔

جواب ۲

روایت ودید کے معنی ہیں کہ بصر کسی چیز کو جیسی کہ وہ ہو ویسا جانے تو جو چیز جہت والی ہوگی اس کی رؤیت ودید جہت ہوگی اور جس کے لئے جہت نہ ہوگی اس کی دید بے جہت ہوگی جو لوگ ادراک اور رؤیت میں فرق نہیں کرتے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ ہوگئے۔

اگر دیدار الٰہی ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے لئے سوال نہ کرتے

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ (پارہ ۹،سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۳) اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا

اور ان کے جواب میں

فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ا (پارہ ۹،سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۳)

ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔

نہ فرمایا جاتا بلکہ یوں کہا جاتا ''لن یرانی احد''مجھے ہرگز کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا یا ''لن اری'' کہ میں ہرگز دیکھا نہیں جا سکتا۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار کو استقرار پہاڑ پر معلق فرمایا اور استقرار پہاڑ امر ممکن ہے محال نہیں لہٰذا دیدار الٰہی بھی ممکن ہوا محال نہ ہوا کیونکہ جو چیز امر ممکن پر معلق کی جائے وہ بھی ممکن ہی ہوتی ہے محال نہیں ہوتی تو دیدارِ الٰہی جس کو پہاڑ کے ثابت رہنے پر معلق فرمایا گیا ممکن ہوا معلوم ہوا کہ جو لوگ دیدارِ الٰہی کو محال بتاتے ہیں ان کا قول باطل ہے۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ بلاشبہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا اور بلا واسطہ کلام فرمایا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی   آنکھ والوں کی ہمت پر لاکھوں سلام

وسعت نگاہ مصطفی ﷺ کا بیان

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

رسول علیہ السلام مطلع است بہ نور نبوت بردین ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومی شناسد گناھان شمار اودرجات ایمان شمارا واعمال بد ونیك شمارا واخلاق ونفاق شمارا لھٰذا شھادت اودردنیا بحکم شرع درحق امت مقبول وواجب العمل است۔ (تفسیر عزیزی جلد اصفحہ ۶ ۲۲)

کہ حضور علیہ السلام اپنے نورِ نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اس کی ترقی میں مانع ہے پس حضور ﷺ تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاق و نفاق کو جانتے پہچانتے ہیں لہٰذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

حضرت شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

باچندیں اختلاف وکثرت مذاھب کہ درعلماء امت است یك کس راد ریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت ﷺ بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوھم تاویل دائم وباقیست وبراعمال امت حاضر وناظر است۔ (حاشیہ اخبار الاخیار)

اس اختلاف و کثرت مذاہب کے باوجود علماء امت میں ہے اس مسئلہ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ حقیقی زندگی کے ساتھ بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے زندہ دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

فائدہ

اس وسعت نگاہی سے مسئلہ حاضر و ناظر بھی واضح ہوگیا مسئلہ حاضر و ناظر کے لئے فقیر کی تصنیف ''دلوں کا چین'' کا مطالعہ کیجئے۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی

ایسی تیز نگاہی کہ جملہ عالم ہاتھ کی ہتھیلی پر ہو یہ تو حضور اکرم ﷺ کے غلاموں کو بھی حاصل ہے چنانچہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

ھزنی ربی ان اسعداء والاشقیاء معرضون علی وان عینی فی اللوح المحفوظ وانا غآئص فی بحار علم الله. (زبدۃ الاسرار، بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۲)

مجھے رب العزت کی قسم بیشک سعداء اور اشقیاء مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوحِ محفوظ میں دیکھتی ہے میں علم الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں۔

نیز فرمایا

نظرت الیٰ بلاد الله جمعاً　　　　كخردلة علیٰ حكم اتصالی

میں نے خدا کے سارے شہروں کو یوں دیکھا ہے جیسے ایک رائی کا دانہ ہو۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں لوحِ محفوظ میں دیکھتا ہوں۔ (تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۲۰۰)

امام العارفین مولانا رومی علیہ رحمۃ القوی فرماتے ہیں

لوح محفوظ است پیش اولیاء　　　　از چه محفوظ است محفوظ از خطاء

لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وہ خطا سے محفوظ ہے۔

عزیزاں علیہ الرحمة والرضوان اند که زمین درنظر ایں طائفه چوں ایست ومامی گویم چوں روئے ناخنیست از نظر ایشاں غائب نیست۔ (نفحات الانس صفحہ ۳۴۸)

حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین گروہ اولیاء کے سامنے مثل دسترخوان کے ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ساری زمین ان کے سامنے ایسی ہے جیسے روئے ناخن کوئی چیز بھی ان کی نظر سے غائب نہیں ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع کبیر میں اور طبری وابونعیم نے حضرت حارث ابن مالک انصاری سے روایت کی جس کو مولانا روم نے بھی مثنوی شریف کے اندر بیان فرمایا ہے کہ حضورﷺ نے اپنے صحابی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دن فرمایا

گفت پیغمبر صباحے زید را　　کیف اصبحت اے رفیق باصفا

رسول اللہﷺ نے ایک دن صبح کے وقت زید سے فرمایا اے مخلص دوست تم نے کس حالت میں صبح کی۔

گفت عبدا مومنا بازش بگفت　　کونشاں از باغ ایماں گر شگفت

انہوں نے عرض کیا کہ مومن بندہ کی سی حالت میں پھر آپ نے فرمایا اگر باغِ ایمان کھلا ہے تو اس کی نشانی کیا ہے۔

گفت خلقاں چوں بہ بینید آسماں　　من بہ بینم عرش را باعرشیاں

عرض کیا مخلوق تو آسمان کو دیکھتی ہے میں عرش کو عرشیوں سمیت دیکھتا ہوں

هشت جنت هفت دوزخ پیش من　　هست پیدا هم چوبت پیش شمن

آٹھواں بہشت اور ساتوں جہنم میرے سامنے اس طرح نمودار ہیں جس طرح بت پرست کے آگے بت۔

یك بیك والی شناسم خلق را　　هم چو گندم من زجو در آسیا

میں مخلوق کو ایک ایک کر کے پہچانتا ہوں جس طرح چکی کے کارخانہ میں گیہوں اور جو میں فرق کرلیا جاتا ہے۔

که بهشتی کیست وبیگانه کی است　　پیشِ من پیدا جو مارو ماهی است

کہ بہشتی کون ہے اور ملعون کون ہے میرے سامنے سانپ اور مچھلی کی طرح الگ الگ ظاہر ہیں۔

اهل جنت پیش چشم ز اختیار　　در کشیده یك به یك را در کنار

جنتی لوگ میری آنکھ کے سامنے پسندیدگی کے ساتھ ایک دوسرے سے بغل گیر ہورہے ہیں۔

کر شد ایں گوشم زبانگ آه آه　　از حنین ونعرۂ واحسرتا

میرے یہ کان دوزخیوں کی ہائے ہائے کی آواز اور رونے چلانے اور ہائے افسوس کے نعرہ سے بہرے ہوگئے۔

یارسول اللہ بگویم سر حشر　　در جهاں پیدا کنم امروز نشر

یارسول اللہ میں حشر کا بھید کہہ ڈالوں آج ہی جہاں میں سب راز ظاہر کردوں۔

هیں بگویم یاقرو بندم نفس　　　　　لب گزید ش مصطفی یعنی که بس

ہاں فرمایئے سب کچھ کہہ ڈالوں یا چپ رہوں جنابِ مصطفی ﷺ نے جواب میں اپنا لب دانتوں میں چبایا مراد یہ تھی چپ رہو۔

فائدہ

جب حضور اکرم ﷺ کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں تو حضور ﷺ کی کیا شان ہے کیا ان کی نگاہِ نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

چشمانِ اقدس کے مزید کمالات

جی چاہتا ہے کہ چشمانِ اقدس کے کمالات لکھتا ہی رہوں لیکن ملالت مزاج قارئین کے پیش نظر مختصراً مزید کمالات عرض کردوں تاکہ غلامِ مصطفی ﷺ کا ایمان تازہ ہو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم ﷺ کی چشمانِ سرگیں کے متعلق فرماتا ہے کہ "مَا زَاغَ الْبَصَرُ (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱۷)" آنکھ نہ کسی طرف پھری" یعنی شب معراج میں آپ کی آنکھ نے ان آیات کے دیکھنے سے مدول وتجاوز نہ فرمایا کہ جن کے دیکھنے کے لئے آپ مامور تھے۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۵ صفحہ ۲۴۵)

احادیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

ان رسول اللہ ﷺ قال ھل ترون قبلتی ھھنا فواللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم انی لا راکم من وراء ظھری ۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۵۲)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میرا منہ صرف قبلہ کی طرف دیکھتے ہو خدا کی قسم مجھ پر نہ تمہارا رکوع اور نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

فائدہ

خشوع دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ فرمایا

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِہِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ (پارہ ۱۸، سورۃ المومنون، آیت ۱، ۲)

بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑ گڑاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ قلوب کی کیفیتیں بھی نگاہِ مصطفیٰ سے پوشیدہ نہیں۔

علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا

اے فروغت صبح آثار و دہور | چشم تو بینندۂ مافی الصدور

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

انی لانظر الی ماورائی کما انظر الی مابین یدی۔ (دلائل النبوۃ ابونعیم صفحہ ۳۷۷، خصائص جلد ۱ صفحہ ۶۱، زرقانی علی المواہب جلد ۴ صفحہ ۸۳)

بیشک میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

کان رسول اللہ ﷺ یری فی اللیل فی الظلمۃ کما یریٰ فی النھار فی الضوء۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶، زرقانی علی المواہب جلد ۴ صفحہ ۸۲)

حضور اکرم ﷺ رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھا کرتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔

فائدہ

ان روایتوں کے لکھنے کے بعد علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

فالمعنی ان رویتہ فی النھار الصافی واللیل المظلم متساویۃ؛ لأن اللہ تعالیٰ لما رزقہ الاطّلاع بالباطن، والإحاطۃ بإدراک مدرکات القلوب، جعل لہ مثل ذلک فی مدرکات العیون، ومن ثَمّ کان یری المحسوس من وراء ظھرہ، کما یراہ من أمامہ۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۴ صفحہ ۸۲)

پس معنی یہ ہیں کہ آپ کا روشن دن اور اندھیری میں دیکھنا برابر ہے اس لئے کہ جب اللہ نے آپ کو باطن کی اطلاع اور دل کی باتوں کا پورا پورا اور ایک عطا فرمادیا تو ایسے ہی آپ کی آنکھوں کو بھی (ظاہری و باطنی) ادراک عطا فرمادیا چنانچہ آپ اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے آگے سے دیکھتے تھے۔

حق یہ ہے کہ یہی وہ مبارک آنکھیں ہیں جو ساری کائنات کا مشاہدہ فرمارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ (پارہ ۲۲، سورۂ احزاب، آیت ۴۵،

(۴۶

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

فائدہ

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے اوصافِ جمیلہ بیان فرمائے ہیں

حاضر وناظر کا ثبوت

ان اوصاف میں سے ایک وصف جمیل شاہداً ہے اور شاہداً کے معنی ہیں حاضر وناظر۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی اس صیغہ کا ذکر فرمایا ہے حاضر وناظر کا معنی مراد ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں

وَلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيۡكُمۡ شُهُوۡدًا۔ (پارہ ۱۱، سورۂ یونس، آیت ۶۱)

اور تم لوگ کوئی کام کرو ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں۔

وَاللّٰهُ شَهِيۡدٌ عَلٰى مَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ (پارہ ۴، سورۂ ال عمران، آیت ۹۸)

اور تمہارے کام اللہ کے سامنے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدًا ۝ (پارہ ۵، سورۂ النساء، آیت ۳۳)

بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ ا۔ (پارہ ۱، سورۂ البقرہ، آیت ۱۳۳)

بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی۔

فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ ا۔ (پارہ ۲، سورۂ البقرہ، آیت ۱۸۵)

تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ وَّلَا تَاۡخُذۡكُمۡ بِهِمَا رَاۡفَةٌ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۚ وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ (پارہ ۱۸، سورۂ النور، آیت ۲)

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور اس پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ٥ (پارہ ۱۹، سورۃ النمل، آیت ۳۲)

بولی اے سردارو میرے اس معاملہ میں مجھے رائے دو میں کسی معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓي اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ٥ (پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۶۱)

بولے تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ شاید وہ گواہی دیں۔

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ٥ (پارہ ۳۰، سورۃ البروج، آیت ۳)

اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں۔

مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ٥ (پارہ ۱۹، سورۃ النمل، آیت ۴۹)

کہیں گے اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اور بیشک ہم سچے ہیں۔

فائدہ

ان آیات میں ان کا سب کا مادہ شہادت اور شہود ہے اور شہادۃ وشہود کا معنی ہے حاضر وناظر چنانچہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ۔ (مفردات، صفحہ ۲۶۹)

شہود اور شہادۃ کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔

ازالہ وہم

گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ شاہداً کا معنی حاضر وناظر ہے تو یہ دیکھنا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کس کس پر حاضر وناظر ہیں تو اسی آیۃ کریمہ کے تحت تفسیر ابوالسعود وتفسیر روح المعانی وتفسیر جمل میں ہے

انا ارسلناک شاہدا علی من بعثت الیہم تراقب احوالہم وتشاہد اعمالہم وتحمل عنہم الشہادۃ بما صدر عنہم من التصدیق والتکذیب وسائر ما ہم علیہ من الہدی والضلال وتودیہا یوم القیامۃ اداء مقبولا فیما لہم وما علیہم۔ (تفسیر ابو السعود علی الکبیر جلد ۷ صفحہ ۴۱۵، جمل جلد ۳ صفحہ ۴۴۲، روح المعانی صفحہ ۴۲)

ہم نے آپ کو شاہد (حاضر وناظر) بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے آپ ان کے احوال کی نگہبانی

کرتے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان سے تحمل شہادت فرماتے یعنی ان کے گواہ بنتے ہیں ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئی تصدیق سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے اور آپ اس شہادۃ کو ادا فرمائیں گے قیامت کے دن ان تمام باتوں میں جو ان کے لئے مفید اور مضر ہوں گی۔

اسی طرح تفسیر بیضاوی و تفسیر مدارک و تفسیر جلالین میں ہے

انا ارسلنک شاھد أعلی من بعثت الیھم

ہم نے بھیجا آپ کو شاہد حاضر و ناظر بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے۔

فائدہ

ان تمام معتبر تفاسیر سے ثابت ہوا کہ آپ ان سب پر حاضر و ناظر ہیں جن کی طرف آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ آپ کس کس کی طرف رسول بن کر تشریف لائے ہیں تو خود حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

ارسلت الی الخلق کافۃ۔ (مسلم شریف) میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

احادیث کمالِ چشمانِ مبارک

حضور اکرم ﷺ تمام مخلوق کو اپنی بصر یا بصیرت مبارکہ سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ چند احادیث حاضر ہیں

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قال رسول اللہ ﷺ زوی لی الارض حتی رایت مشارقھا و مغاربھا۔ (مسلم شریف صفحہ ۲۹۰)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹا (یعنی سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کردیا) یہاں تک کہ میں نے ساری زمین اور اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا و الی ماھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۷ صفحہ ۲۰۴)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ نے میرے لئے دنیا کے حجابات اُٹھا دیئے ہیں تو میں دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

ان مرعدکم الحوض وانی لانظرالیہ وانا فی مقامی ھذا۔ (بخاری شریف، مسلم شریف)

تمہاری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میں اس کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔

فائدہ

ان روایات سے ثابت ہوا کہ نگاہِ نبوت سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے آپ مثل کفِ دست دیکھ رہے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

مامن شئی لم اکن اُریتہٗ الاقد رایتہٗ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار۔ (بخاری صفحہ ۱۸)

کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہونے والی ہو مگر میں نے اس کو اس مقام پر دیکھ لیا ہے یہاں تک کہ جنت ودوزخ کو بھی۔

فائدہ

جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور دوزخ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ معلوم ہوا کہ نگاہِ مصطفیٰ کی رسائی تحت الثریٰ سے لے کر ثریا بلکہ اس سے بھی وراء الوریٰ تک ہے نیز نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

کما مصرح فی کتب الاصول

فائدہ

ثابت ہوا کہ کوئی چیز حضور ﷺ کی رؤیت سے خارج نہیں۔

سرعرش پر ہے تیری گزر دلِ فرش پر ہے تیری نظر

ملکوت وملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

کمالاتِ چشمانِ اقدس کا خلاصہ

اگر چہ چشمانِ اقدس کے کمالات ان گنت ہیں چند ایک یہ ہیں۔

(۱) حضور اکرم ﷺ آگے اور پیچھے، نیچے اور اوپر یکساں دیکھتے ہیں۔

(۲) اندھیرا حضور ﷺ کے لئے حجاب نہیں ہے اندھیرے اور روشنی میں یکساں دیکھتے ہیں۔

(۳) حضور اکرم ﷺ ساری دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو مثل کفِ دست ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

(۴)حضور اکرم ﷺ حاضر و ناظر ہیں اور ہر امتی کے ظاہری اور باطنی تمام حالات حضور ﷺ کے پیش نظر ہیں۔

(۵)حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب کو بے حجاب ان آنکھوں سے دیکھا

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا　　　جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(٦)عرش وفرش، جنت و دوزخ، لوحِ محفوظ آپ کی امت کے اولیاء کے پیش نظر ہیں۔

تابِ حسن گرم سے کھل جائیں گے دل کے کنول

نو بہاریں لائے گا گرمی کا جھلکا نور کا

حل لغات

تاب حسن، حسن کی گرمی۔ کھل جانا، شگفتہ ہونا۔ کنول، دریائی پھول، نیلوفر، سرخ کاغذ یا ابرق کا پھول جس میں موم بتی جلاتے ہیں، شیشے کا ایک ظرف جس میں شمع جلاتے ہیں یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ نو بہاریں، موسمِ بہار کا شروع، بسنت رُت۔ جھلکا، پرتو، عکس، جلوہ، جھلک۔

شرح

آپ ﷺ کے حسن و جمال کی گرمی و چمک سے دل پھول (نیلوفر) کی مثل کھل جائیں گے۔ موسمِ بہار کی ہلکی گرمی نورانی جلوہ بکھیر دے گی۔

درے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے

حدِ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

حل لغات

مہر، محبت، دوستی۔ توسط، واسطہ، وسیلہ، سبب۔ حد، کنارہ۔ اوسط، درمیانہ (یہ منطق کا اصطلاحی لفظ ہے) ایسے ہی صغریٰ (سب سے چھوٹی) کبریٰ، سب سے بڑی۔

شرح

ادنیٰ انسان نے آپ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی پاک دوستی و قرب حاصل کیا آپ حدِ اوسط ہیں آپ نے صغریٰ (انسان) کو نورانی کبریٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے واصل کر دیا۔

فائدہ

اس شعر میں اعلیٰ حضرت نے منطق کی اصطلاح کو استعمال فرمایا ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں

اُدھراللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

اسی طرح آپ ہیں کہ ادھر انسانوں میں ہیں ادھر اس مقام پر جلوہ افروز ہیں کہ جبریل کہتے ہیں کہ

اگر یک موئے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم

اگر ایک بال اوپر پرواز کروں تو تجلی حق کی روشنی سے میرے پَر جل کر راکھ ہو جائیں۔

سبزہ گردوں جھکا تھا بہرِ پابوس براق

پھر نہ سیدھا ہو سکا کھایا کوڑا نور کا

حل لغات

سبزۂ گردوں، نیلا سبزی مائل آسمان۔ بہر پابوس براق، براق کی قدمبوسی کے لئے۔ کوڑا، درہ، چابک، تازیانہ، سانٹا۔

شرح

آپ کے پاؤں چومنے کو نیلا آسمان جھکا تو اس کی کمر پر نورانی کوڑا پڑا آج تک کمر سیدھی نہ کر سکا۔

تابِ سُم سے چوندھیا کر چاند انہیں قدموں پھرا

ہنس کے بجلی نے کہا دیکھا چھلاوا نور کا

حل لغات

تابِ سُم، کُھر کی چمک۔ چوندھیا کر، آنکھیں روشنی کی تاب نہ لا سکیں۔ چھلاوا، شوخ، طرار، وہ شخص جو گھڑی کہیں ہو گھڑی کہیں۔

شرح

آپ کے براق تیز رو کے سُم کی چمک سے چاند کی آنکھیں چندھیا گئیں اور وہ الٹے قدموں واپس ہونے لگا تو بجلی نے ہنس کر کہا اے چاند تو نے دیکھا کہ تیز و طرار نورانی محبوب کی سواری کے سُم کی چمکار ایسی ہوتی ہے کہ اس پر نظر نہیں ٹھہرتی۔

دید نقش سُم کو نکلی سات پردوں سے نگاہ

پتلیاں بولیں چلو آیا تماشا نور کا

حل لغات

دید، دیکھنا۔ نقش، نشان، ٹاپ گھوڑے کا پاؤں۔ پتلیاں، پتلی کی جمع، آنکھ کا تل، تماشا۔ نظارا، لطف اور کھیل۔

شرح

گھر کے نقش کو دیکھنے کے لئے نگاہ سات پردوں سے باہر آئی تو آنکھ کی پتلیاں بولیں نور کا کیسا پر لطف نظارہ نظر آیا ہے۔

عکسِ سم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند
پڑ گیا سیم و زر گردوں پہ سکہ نور کا

حل لغات

چاند چاند، مرتبہ وعزت دینا۔ گردوں، آسمان۔ سکہ، ٹھپہ، مہر شاہی۔

شرح

براق کے کُھر کی مجلاّ چمک نے چاند و سورج کی رونق کو دو بالا کر دیا اور آسمان کے سونے (سورج) چاندی (قمر) پر نور کی مہر ثبت ہو گئی۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

حل لغات

مہد، پنگھوڑا۔ کھلونا، بچوں کے کھیلنے کی کوئی چیز، خوش مزاج اور مسخرہ آدمی اور دکھاوے کی چیز یہاں پہلا معنی مراد ہے۔

شرح

حضور اکرم ﷺ زمانہ طفلی میں چاند سے کھیلتے تھے۔ چاند آپ کی انگلی کے اشارے پر چلتا تھا یہ نوری کھلونا آپ کے اشاروں پر کیا خوب چلتا ہے کیا خوب کہا

آپ کے ایک اشارے پر ہے عالم کا نظام　　　　یعنی شق قمر انگشت کی انگڑائی ہے

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین اُن کے جاموں میں ہے نیما نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط توام میں لکھا یہ دوورقہ نور کا

حل لغات

مشابہ، تشبیہہ، مانند، جیسا، مطابق۔ جاموں، جامہ کی جمع لباس۔ نیما، پرہیزگاری، پارسائی، ایمانداری۔ عیاں، ظاہر، کھلا ہوا۔ دوورقہ، کاغذ کے دو ورق۔

شرح

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے سر سے سینہ تک مشابہ تھے اور حضرت امام حسین سینہ سے پائے مبارک تک مشابہ تھے دونوں امامین کے ملنے سے نبی پاک کی شکل بنتی ہے جیسے دو نورانی صفحوں پر توام کے رسم الخط میں نبی پاک کی تصویر کو کھینچا گیا ہے۔ (ﷺ)

احادیث مبارکہ

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

الحسن اشبہ رسول اللہ ﷺ ما بین الصدر الی الراس والحسین اشبہ النبی ﷺ ما کان اسفل من ذلک۔

حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سر سے لے کر سینہ تک رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہ ہیں اور حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس کے زیریں حصہ سے بہت مشابہ ہیں۔

اس مضمون کو ایک مقام پر یوں ادا فرمایا گیا ہے کہ

معدوم نہ تھا سایۂ شاہ ثقلین — اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے — آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

شہادت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عجیب نکتہ

حضور اکرم ﷺ میں ہر کمال بطریق اتم موجود تھا لیکن شہادت بظاہر حضور ﷺ کو نہیں ملی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

حضور علیہ السلام سے وعدہ فرمایا کہ

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ا۔ (پارہ ٦ سورۃ المائدہ، آیت)

اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

اور آپ کی جان پاک لینے پر کسی کو قدرت نہ ہوگی اب اگر کوئی دشمن کسی طرح حضور اکرم ﷺ کو معاذ اللہ شہید کر دے تو معاذ اللہ وعدۂ الٰہیہ غلط ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ غلط ہونا محال ہے لہٰذا حضور کا شہید ہونا بھی محال ہوگا۔ اس اعتبار سے بھی حضور ﷺ کے لئے شہادت کی نعمت و کمال حاصل ہونا بھی محال ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی آپ سے شہادت کے کمال کی نفی کی تقاریر ہو سکتی ہیں حالانکہ یہ بھی تو محال ہے کہ آپ ﷺ کو کمالِ شہادت نصیب نہ ہو کیونکہ آپ کا نامِ پاک بھی محمد ﷺ ہے جو جامع کمالات کی ترجمانی کرتا ہے علاوہ ازیں سب کو مسلم ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی۔ علامہ عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر بہت بڑے دلائل قائم فرمائے ہیں اور بخاری شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شہادت کی بارہا آرزو فرمائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا شہید ہونا ضروری ہے اوپر کے مضمون سے ثابت ہوتا ہے کہ شہادت محال ہے اس اشکال کا جواب امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا قطعہ مذکورہ ہے کہ

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک حسنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا
صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں خط توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

شہادتِ رسول ﷺ

اس قطعہ نے واضح کر دیا کہ حضور اکرم ﷺ کو شہادت بطریق اتم و اکمل نصیب ہوئی کیونکہ شہادت کی دونوں قسمیں (صوری و معنوی) آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں۔ وہ یوں کہ دونوں صاحبزادوں کو حضور پاک ﷺ کا عکس پیدا فرمایا ایک جگر گوشہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت معنوی سے نوازا اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت صوری سے گویا ان کی شہادت درحقیقت شہادت حبیب خدا ہے۔

شانِ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اس لئے نبی پاک ﷺ کے متعلق فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی۔ (ابن عساکر)

جس نے ان دونوں سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی جس نے ان سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حضور اکرم ﷺ نے حضراتِ امامین کریمین کو اُٹھائے ہوئے فرمایا جو مجھ کو دوست رکھے گا وہ ان دونوں کو اور ان کے والدین کو دوست رکھے گا سو وہ شخص قیامت کے دن میرے ساتھ ہو گا۔ (ترمذی شریف)

فضائل حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا

ای اھل بیتک احب الیک   اپنے اہل بیت میں آپ کو زیادہ پیارا کون ہے؟

فرمایا

الحسن والحسین۔ (ترمذی ومشکوۃ)   حسن وحسین

اکثر اوقات سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے میرے بیٹوں کو بلاؤ جب حاضر ہوتے

ویضمھما الیہ۔ (ترمذی، مشکوۃ)   تو دونوں کو سونگھتے، چومتے اور اپنے گلے سے چمٹاتے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آ گئے دونوں سُرخ قمیص پہنے ہوئے تھے بار بار چلتے تھے اور گر جاتے تھے۔

فنزل اللہ ﷺ من المنبر فحملھما ووضعھما بین یدیہ

تو رسول اللہ ﷺ منبر سے اُتر آئے ان کو اُٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھالیا

اور فرمایا

صدق اللہ "اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ" (پارہ ۲۸، سورۃ التغابن، آیت ۱۵)

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں۔

میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے اور گرتے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات بند کر دی اور ان دونوں کو اُٹھالیا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوۃ)

اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے سو تو ان دونوں سے بھی محبت فرما اور دونوں کے محبّ سے بھی محبت فرمانا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

ان الحسن والحسین ھما ریحانی من الدنیا

یعنی حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضرت یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

منی وانا من الحسین احب اللہ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط

یعنی حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں اللہ اُس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھتا ہے۔

فائدہ

سبط اس درخت کو کہتے ہیں جس کی جڑ ایک ہو مگر شاخیں بہت ہوں جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اسباط کہلاتے ہیں یونہی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور خواجۂ کونین ﷺ کا سبط ہیں۔ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس شہزادے سے میری نسل چلے گی اور ان کی اولاد شرق و مغرب کو بھر دے گی۔ آج ساداتِ کرام شرق سے غرب تک جلوہ افروز ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حسنی سید کم اور حسینی زیادہ۔ پھر ساداتِ کرام کو اپنے نبی پاک ﷺ کا زندہ معجزہ سمجھ کر اپنے سر تاج نہ کہیں تو کیا کہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی والدہ سے اجازت مانگی کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھوں اور اپنے لئے اور ان کے لئے (یعنی ماں کے لئے) بخشش کی دعا کے لئے عرض کروں (والدہ نے اجازت دے دی چنانچہ) میں نے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں۔ پھر آپ ﷺ واپس ہوئے تو میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا حضور اکرم ﷺ نے میری آواز سن کر پوچھا کون ہے کیا حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کی ہاں فرمایا تمہاری کیا حاجت ہے؟ اللہ تمہیں اور تمہاری ماں کو بخشے۔ بیشک یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اُس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کہے اور یہ بشارت دے بان فاطمۃ سیدۃ نساء اہل الجنۃ وان الحسن والحسین سیدنا شباب اہل الجنۃ۔ (ترمذی و مشکوٰۃ)

یعنی حضرت فاطمہ زہرا جنت کی عورتوں کی سردار اور حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

ک گیسو دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کٓھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا

حل لغات

گیسو، زلف۔ ابرو بھنویں۔ کٓھٰیٰعٓصٓ، حروفِ مقطعات جو سورۂ مریم پارہ نمبر ۱۶ کے ابتدا میں ہیں۔

شرح

قرآن پاک میں ''کٓھٰیٰعٓصٓ'' جونازل ہوا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ ''ک'' سے آپ کے گیسو مبارک ہیں ''ہ'' سے مراد دہن مصطفیٰ ہے ''ی'' کی مراد ابرو پاک ہیں ''ع ص'' سے مراد آنکھیں ہیں تو ''کٓھٰیٰعٓصٓ'' سے آپ کا چہرہ منور مراد ہے۔

حروفِ مقطعات

حروفِ مقطعات ان اسرار سے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ سے خاص ہے یا جسے وہ چاہے حضور اکرم ﷺ اور بعض اولیائے کاملین کو ان کے اسرار سے آگاہ کیا گیا ہاں مفسرین نے ان کی تاویلیں بھی بیان فرمائی ہیں مگر وہ ظنی ہیں جیسے ''الٓمٓ میں ''ا'' سے اللہ ''ل'' سے جبرائیل ''م'' سے محمد مراد ہے۔ جب جبرائیل امین حروفِ مقطعات لے کر تشریف لائے اور سرکار کی خدمت میں پڑھ کر سنائے تو آپ نے فرمایا ''علمت'' میں نے جان لیا ان حروف میں خصوصی پیغام ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے باقی مطالب تراجم ذہنی اور مرادی ہیں۔ صاحب روح البیان نے لکھا ہے کہ یہ ان حروف سے مرکب ہے جن کا ہر ایک حرف اللہ کی صفت پر دلالت کرتا ہے مثلاً کاف کریم وکبیر پر اور ہاء الہادی سے اور یا رحیم پر اور عین علیم وعظیم پر اور صاد صادق پر یا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی مخلوق کو کافی اور اپنے بندوں کا ہادی، اس کا ہاتھ تمام بندوں کے اوپر ہے وہ اپنی تمام مخلوق کو جانتا ہے اور اپنے وعدہ کا سچا ہے۔

حدیث شریف

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے کاف، ہا، د، امین، عالم، صادق نیز اسی کا معنی ''انا الکبیر، انا الھادی، کلی امین، صادق'' بھی منقول ہے۔ (اتقان جلد۲ صفحہ۲۳)

فائدہ

کاشفی نے لکھا ہے کہ مواہب صوفیاء مواہب الٰہی سے نقل کرتے ہیں یہ وہ کتاب ہے وہ مواجب جو حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہ پر وارد ہوا اس میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تین صورتیں ہیں۔

بشری کما قال تعالیٰ

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۔ (پارہ ۱۶، سورۃ الکہف، آیت ۱۱۰) ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔

ملکی۔ کما قال تعالیٰ

''لست کاحدابیت عندربی''

حقی کمال قال تعالیٰ

لی مع اللہ وقت لایسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل

اسی لئے ''من رانی فقدرای الحق'' کا معنی ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ان تین صورتوں میں علیحدہ علیحدہ طریقہ سے گفتگو فرمائی۔ صورتِ بشری میں کلمات مرکبہ سے جیسے ''قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ'' اور صورتِ ملکی کے مطابق حروفِ مفردہ سے کما قال ''کٓہٰیٰعٓصٓ'' اسی طرح کے جملہ حروف مقطعات اور صورتِ حقی کے موافق کلام مبہم ہے۔

کما قال فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی o (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱۰)

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

درتنگنائے حرف نگنجد بیان ذوق　　　　　زاں سوئے حروف ونقطہ حکایات دیگرست

ایسے مقام پہ بیان ذوق میں رسمی حروف کی گنجائش نہیں وہاں کی گفتگو کے لئے حروف و نقطے نرالے ہیں۔

تاویلاتِ نجمیہ میں سورۃ بقرہ میں لکھا ہے کہ ''الم'' اسی طرح تمام حروف مقطعات وہ مواضعات ومعمہ جات نہیں جو محبّ ومحبوب کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہیں جن پر سوائے ان کے اور کوئی مطلع نہیں ہوتا یہ حروف بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لئے اس لئے وضع فرمائے ہیں کہ وہاں نہ کسی مِلک مقرب کی گنجائش ہے نہ کسی نبی مرسل کو۔ باوجودیکہ یہ حروف جبریل علیہ السلام لائے لیکن وہ بھی خود ان کے اسرار و رموز سے بے خبر تھے اور نہ ہی کوئی دوسرا ان پر مطلع ہو سکا۔

تین علوم

اسئلہ الحکم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تین علوم نازل فرمائے۔

(۱) ایسا علم جس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا وہ ہے ذاتِ حق کی کنہ اور اس کے اسماء وصفات کے حقائق کی معرفت اور اس کے خاص غیوب کے علوم کی تفاصیل انہیں سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔

(۲) اسرار و رموز قرآن کو جن پر سوائے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کسی کو مطلع نہیں فرمایا ورایسے علوم صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں سوائے حضور اکرم ﷺ کے اور کسی کو گفتگو کرنے کی اجازت نہیں۔

سورتوں کے اوائل یعنی حروفِ مقطعات اسی قسم کے ہیں بعض نے کہا اول قسم سے ہیں (اہل سنت کا ترجیحی قول

اول ہے)

دوسرا قول ضعیف اور مرجوح ہے۔

(۳) ایسے علوم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں امانت رکھے ہیں اور اپنے حبیب ﷺ کو ان کی تعلیم دے کر حکم فرمایا یہ سب کی سب اپنی امت کو بتادیں ان میں بعض امور جلی ہیں اور بعض خفی۔ (روح البیان صفحہ ۶ اتحت "کٓھٰیٰعٓصٓ" سورۂ مریم)

اقتباسات از قرآنی آیات

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے نہ صرف اسی شعر میں قرآنی آیت سے اقتباس کیا ہے بلکہ بہت سے اشعار میں اقتباس کو بکثرت استعمال فرمایا ہے یہ شرعاً جائز ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اتقان جلد ۲ میں اس کے بارے میں اس کے بارے میں مفصل بیان فرمایا ہے۔ ذیل میں فقیر علامہ اقبال مرحوم کے اقتباسات بطورِ نمونہ پیش کرتا ہے تاکہ اہل علم کے علاوہ نئی روشنی اور اقبالیات کے پرستار کو بھی تسلی ہو کہ یہ طریقۂ اقتباس مبالغہ آرائی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے۔

علامہ اقبال مرحوم

علامہ اقبال ایک شاعر کی حیثیت سے دوسرے شاعروں سے مختلف مسلک رکھتے ہیں وہ قدماء کے بے شمار عشقیہ اور مدحیہ مضامین اور استعارات وتشبیہات کو یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ

آنچہ در گفتار فخر تست آں ننگ من است

ان کے کلام میں کئی واضح اشارے موجود ہیں جو ان کے مسلکِ شاعری کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے — عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ — کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ

نغمہ کجاو من کجا سازِ سخن بہانہ ایست — سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

نہ زباں کوئی غزل کی نہ زباں سے آشنا میں — کوئی دل کشا صدا ہو عجمی ہو یا کہ تازہ

وہ بارگاہِ ایزدی میں دعا کرتے ہیں

پھر وادیٔ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے — پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل — اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو — وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

اور وہ اپنی زندگی کا مقصد ہی یہ سمجھتے ہیں کہ

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اقبال کی شاعری کا تاروپود اسلام ہے۔ اقبال کی شاعری کا محور اسلام ہے ان کی شاعری کا مقصد اور شاعرانہ مساعی جمیلہ کی منزل اسلام ہے اور ان کی پروازِ تخیل معراجِ اسلام ہے اس لئے ان کے استعارات وتشبیہات بھی اسی رنگ سے رنگین ہیں۔

صِبْغَةَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ۔ (پارہ ا،سورۃ البقرہ، آیت ۱۳۸)

ہم نے اللہ کی رنگی لی اور اللہ سے بہتر کسی کی رنگی۔

ہم اقبال کی عبری اور اسلامی تشبیہات کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت پیش کرتے ہیں۔

(الف) قرآن، سیپارہ، سورتیں، قرآنی آیات وغیرہ کی تشبیہات

(ب) نماز، اذان، موذن، وضو، کلمہ، قیام، رکوع، سجود، زکوۃ وغیرہ کی تشبیہات

(ج) انبیاء، ائمہ دین اور بزرگانِ دین کی تشبیہات

(د) اسلامی دیار اور امصار کی تشبیہات

(ر) اسلام کے مخصوص عقائد وشعار مثلاً فرشتے، حور و جنت وغیرہ اور مساجد، کھجور، ہلال وغیرہ کی تشبیہات

(الف) قرآن، پاہ، سورت، آیات وغیرہ

اقبال مردِ مومن کو قرآن سے تشبیہہ دیتے ہیں اور قدما نے محبوب کے چہرے کو قرآن سے تشبیہہ دی ہے یہ قدیم شاعری کا رنگ تھا جسے اقبال نے یکسر بدل دیا اور مردِ مرمن کو قرآن سے تشبیہہ دے کر قدما کی تشبیہات کا نقش باطل کر دیا ۔ یہ تشبیہہ زبانِ حال سے پکار کر کہہ رہی ہے کہ

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ (پارہ ۱۵،سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۱)

حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

قرآن

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

قرآنِ پاک کی سورتوں سے سورۂ رحمٰن، سورۂ نور، الٓم، سورۂ والشّمس کی تشبیہات کا ذکر کیا ہے۔

سورۂ رحمٰن

فطرت کا سرودِ ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفتِ سورۂ رحمٰن

(ضربِ کلیم)

سورۂ نور

اے نشانِ رکوع سورۂ نور
قال ذٰلِکَ الْکِتٰبُ ہے تو

(یتیم کا خطاب)

طلسمِ ظلمتِ شب سورۂ والنور سے توڑا
اندھیرے میں اڑایا تاجِ زر شمع شمستان کا

(پیامِ صبح)

الٓم

موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی
ہے الم کا سورہ بھی جزوِ کتابِ زندگی

(فلسفۂ غم)

ہمارا خیال ہے کہ اس تشبیہ میں علامہ صاحب ایک بات بھول گئے ہیں "الم" سورۃ کا نام نہیں بلکہ ایک پارے کا نام ہے اگر اقبال اس شعر میں سورہ کے بجائے پارہ کا لفظ لاتے تو شعر بھی موزوں رہتا اور تشبیہ بھی درست ہوتی۔ راقم نے بانگ درا کے کئی ایڈیشن دیکھے ہیں پہلا اور دوسرا ایڈیشن دستیاب نہیں ہو سکا باقی سب جلدوں میں الم کے ساتھ سورہ کا لفظ لکھا ہے شاید اقبال نے سیپارہ ہی لکھا ہو اور سہو کاتب ہو گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سورۂ والشّمس

گل و گلزار تیرے خلد کی تصویریں ہیں
یہ سبھی سورۂ والشّمس کی تفسیریں ہیں

(انسان اور بزمِ قدرت)

سورۂ اخلاص

میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قُلْ ھُوَ اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام

(ضربِ کلیم)

شعرائے قدیم نے بھی اپنی غزلیات، قطعات یا قصائد میں موقع اور محل کے مناسب قرآنی آیات بلکہ بعض الفاظ ومرکبات سے تلمیحات، تشبیہات اور استعارات پیدا کئے ہیں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

ذوق

ہوا حمد خدا میں دل میں جو مصروفِ رقم میرا	الف الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا

تشبیہ قلم کی الف الحمد سے

ولی

رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب	زیور لب ذکر "سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی" کروں	(استعارہ)

درد

رکھ "نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ" کو یاد	جب تلک اے درد دم میں دم رہے	(تلمیح)

سوق

صبح کو طائرانِ خوش الحان	پڑھتے ہیں "کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ"	(استعارہ)

سودا

"اَلَمْ نَشْرَحْ" ہوا عالم میں تیرا عشق اے سودا	نہ پنہاں ہو سکے دریا سے دل میں ماہ کی صورت

(تلمیح اور دوسرا مصرع تشبیہ)

اقبال بھی قرآنی آیات، الفاظ ومرکبات کی تضمین کر کے تلمیحات، تشبیہات اور استعارات کی تخلیق کرتے ہیں۔ ہم صرف تشبیہات واستعارات پر مشتمل اشعار کی مثالیں دیں گے۔

کلمۂ توحید

"لا الٰہ الا اللہ کے معانی ومطالب کی تشریح وتوضیح سے اقبال کا کلام اس طرح مزین ہے جس طرح آسمان چاند اور ستاروں سے۔ اس کلمۂ توحید کو اتنے مختلف پیرایوں میں اور اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ اس کی تکرار محسوس ہی نہیں ہوتی۔ کبھی خودی کے ذکر میں اور کبھی بیخودی کے بیان میں، کبھی ملا اور خطیب کو طنزاً "لا الٰہ" کا وارث کہا گیا ہے اور کبھی انہیں لغت ہائے حجازی کا "قارون" کہہ کر اپنے تئیں انکسار سے کہا ہے کہ بجز دو حروف 'لا الٰہ' اس قلندر کے پاس کچھ بھی

نہیں ۔کبھی صوفی کو اس کے معانی سمجھاتے ہیں اور کبھی مفتی و ملا کو، کبھی نفی اور اثبات کے اجتماع ضدین کے عنوان سے بحث کی ہے لیکن کبھی سیاست مدن کے مسائل سمجھاتے ہوئے اور پیچیدہ معاملات کو سلجھاتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''لا'' اگر ''الا'' سے بیگانہ ہو تو سیاست صرف ''چنگیزی'' رہ جاتی ہے ۔کبھی علم معانی کی رُو سے اس کی تشریح کی ہے اور کبھی علم بیان کی رو سے مندرجہ ذیل تشبیہات و استعارات دیکھیے۔

خودی کا سرِ نہاں لا الٰہ الا اللہ　　　　خودی ہے تیغ فساں لا الٰہ الا اللہ

(ضربِ کلیم)

اگر خودی کو تیغ خیال کریں تو یہ تیغ ''لا الٰہ الا اللہ'' سان پر ہی تیز کی جا سکتی ہے۔

نہادِ زندگی میں ابتدا لا انتہا الا　　　　پیامِ موت ہے جب لا ہوا الا سے بیگانہ

(ضربِ کلیم)

مسلمان بالعموم لا اور الا کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔لبوں پر کلمہ توحید جاری ہوتا ہے مگر دل اس کے معانی سے لذتِ آشنا نہیں اور اسی وجہ سے اعمال و افعال میں بے شمار لغزشیں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔مغربی تعلیم اور تہذیب دورِ حاضر میں لا کا سبق یعنی کوئی معبود نہیں ہے تو سکھا رہی ہے لیکن الا یعنی سوائے اللہ کے کا درس فراموش کرتا جا رہا ہے۔

لبالب شیشہ تہذیب حاضر ہے مئے لا سے　　　　مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ الا

(بالِ جبریل)

تہذیب حاضر ایک ایسی صراحی یا مینا سے مشابہ ہے جس میں لا کی شراب لبالب بھری ہوئی ہے مگر ساقی (رہنمایان مذہب و دین) کے ہاتھوں میں الا کا پیمانہ نہیں۔

یہ تخم لا الٰہ تیری زمین شور سے پھوٹا　　　　زمانے بھر میں رسوا ہے تری فطرت کی نازائی

(بانگِ درا)

''لا الٰہ'' کو ایک بیج سے اور قلب مسلم کو زمین شور سے تشبیہ دی گئی ہے ۔زمین شور کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا وہاں ''لا الٰہ'' کا تخم اکارت جا رہا ہے۔

نفی ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا　　　　لا کے دریا میں نہاں موتی ہے الا اللہ کا　　(سوامی رام تیرتھ)

لا اور الا کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ لا معبود الا اللہ مگر صوفی کا دل آگاہ ایک قدم آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے لا موجود

الا اللہ یعنی اس عالم شہود کی کثرت میں صرف ایک وحدت ہے اور وہی واجب الوجود اور قائم بالذات ہے باقی سب اُسی کے عوارض یا مظاہر ہیں۔صوفی نفی ہستی کا قائل ہے وہ لا کے دریا میں الا اللہ کے موتی کو نہاں ہونے کے باوجود دیکھتا ہے اور نفی ہستی کو کوئی چیز نہیں سمجھتا۔

مٹا دیا مرے ساقی نے عالم من و تو　　　پلا کے مجھ کو مئے "لا الٰہ الا ھو"　　　(بالِ جبریل)

"لا الٰہ الا اللہ" کی حقیقت سے آگاہی ہو جائے تو انسان پر ایک خود فراموشی کا عالم طاری ہو جاتا ہے جیسے وہ شراب کے نشہ میں مخمور ہو اس شراب کی یہ تاثیر ہے کہ اس کی نگاہ "مایۂ آشوبِ امتیاز" نہیں رہتی یہاں بھی کلمۂ توحید کو شراب سے تشبیہ دی ہے کلمہ توحید من و تو کا امتیاز مٹا دیتا ہے۔

قلندر جز دو حرف لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا　　　فقیہہ شہر قارون ہے لغت ہائے حجازی کا　　　(بالِ جبریل)

ہمارے علماءِ عصر حاضر کو بالعموم کو یہ زعم ہے کہ عربی زبان پر جس قدر انہیں عبور ہے مسلمانوں کے کسی طبقہ میں نہیں اور انگریزی پڑھے لکھے ہوئے لوگوں کو تو بالخصوص عربی سے بے بہرہ سمجھتے ہیں حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل باطل ہے کوئی بھی علم ہو کسی خاص طبقے کے لئے مخصوص نہیں ۔ ہر شخص عربی فارسی یا مغربی علوم میں یکتائے روزگار ہو سکتا ہے بشرطیکہ محنت سے کام لے۔اقبال کے کلام کی ہمہ گیری دیکھ کر ملا قسم کے لوگ ان کے حاسد ہو گئے اور پروپیگنڈا کرنے لگے کہ اقبال کو عربی زبان سے یا اسلام سے کیا واقفیت ہو سکتی ہے؟ یہ شعر اسی قسم کے فقیہان شہر پر طنز ہے اور قارون کی تشبیہہ بھی طنزاً دی گئی ہے۔اس شعر سے کنایۃً یہ بھی مراد ہے کہ لغت ہائے حجازی کا قارون بننے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ لا الٰہ کے دو حرفوں کی تمام معنوی خوبیاں از بر ہوں۔

اگر چہ بت ہیں زمانے کی آستینوں میں　　　مجھے ہے حکمِ اذاں "لا الٰہ الا اللہ"

بت استعارہ ہے ہر قسم کی شرک و کفر کی باتوں سے یا کافرانہ طرزِ بود و باش سے۔ "ھُوَ اللہُ اَحد"

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے　　　منہ کے بل گر کے "ھُوَ اللہُ اَحد" کہتے تھے

(شکوہ)

بتوں کا سہمے رہنا، منہ کے بل گرنا اور "ھُوَ اللہُ اَحد" کہنا استعارہ تبعیہ ہے۔ "لَن تَرانی"

دید سے تسکین پاتا ہے دلِ مجبور بھی　　　"لَن تَرانی" کہہ رہے ہیں یا وہاں کے طور بھی

(خفتگانِ خاک سے استفسار)

لا تخف

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی — اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ 'لا تخف'

(بالِ جبریل)

اقبال کے کلام میں قرآنی تلمیحات بہت ہیں مثلا

''ما زاغ، رفعنا لک ذکرک، لاعرفنا، لا یخلف المیعاد، لیس للانسان الا ما سعیٰ، ان الملوک، وعد اللہ حقا، لا تدع مع اللہ الٰہا اٰخر، قد کنتم بہ تستعجلون، یسئلون'' وغیرہ وغیرہ۔

(ب) اذان، موذن، نماز

اب نماز کی مختلف حالتوں اور اذان، موذن، وضو وغیرہ اصطلاحات پر مبنی تشبیہات ملاحظہ فرمائیے۔

جاگے کوئل کی اذاں سے طائرانِ نغمہ سنج — ہے ترنم ریز قانونِ سحر کا تار تار (نمودِ صبح)

کوئل کو موذن سے تشبیہہ دی ہے۔ صبح کا استعارہ ایک ایسے باجے سے کیا ہے جس کا ہر تار ترنم ریز ہے۔

موذن

پچھلے پہر کی کوئل وہ صبح کی مؤذن — میں اس کا ہمنوا ہوں وہ میری ہمنوا ہے (ایک آرزو)

پکارا اس طرح دیوارِ گلشن پر کھڑے ہو کر — چٹک اور غنچۂ گل تو موذن ہے گلستان کا

اس شعر میں غنچۂ گل کو کوہستان کا موذن کہا ہے اور پہلے شعر میں کوئل کو صبح کا مؤذن دونوں صورتوں میں مؤذن مشبہ بہ ہے۔

وضو

پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے — رونا مرا وضو ہو نالہ مری دعا ہو (ایک آرزو)

پھولوں پر شبنم گرنا ایک فطری عمل ہے مگر اقبال اسے یوں سمجھ رہے ہیں کہ شبنم پھولوں کو وضو کرا رہی ہے تاکہ صبح کی نماز ادا کرسکیں پھر دوسرے مصرع میں رونے کو وضو سے اور نالہ کو دعا سے تشبیہہ دی ہے۔

تجھے کیا دیدۂ گریاں وطن کی نوحہ خوانی سے — عبادت چشمِ شاعر کی ہے ہر دم باوضو رہنا (تصویرِ درد)

نماز

گر نا ترے حضور میں اس کی نماز ہے — ننھے سے دل میں لذت، سوز و گداز ہے (شمع و پروانہ)

مثال پرتو ے طوفِ جام کرتے ہیں   یہی نماز ادا صبح و شام کرتے ہیں   (غزلیات)

درختوں کے متعلق لکھتے ہیں

نمازِ شام کی خاطر یہ اہل دل ہیں کھڑے   مری نگاہ میں انسان پا بگل ہیں کھڑے   (کنارِ راوی)

قیام وسجود

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر   یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقتِ قیام آیا

''قیام کا وقت'' اور ''سجدوں میں گرنا'' بڑا بلیغ استعارہ ہے۔ قیام سے مراد مسلمانوں کا سیاسی، سماجی اور اقتصادی طور پر مضبوط ہو کر دوسری اقوام اور دوسرے مذاہب کا مقابلہ کرنا ہے اور ایسے زمانے میں جب کہ مسلمانون کو اپنی سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالت کے لئے کوشش کرنا چاہیے ان کے دینی رہنما عبادت اور دعا کی تلقین کرتے ہیں کہ اللہ بڑا کارساز ہے وہ ہمارے سب کام بنا دے گا حالانکہ خدا کا فرمان محنت اور سعی کرنا ہے

لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ٥ (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۳۹)

آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

اور یہ نادان (مسلمان) گویا قیام کے وقت سجدوں میں گر گئے ہیں۔

تو سمجھتا نہیں اے زاہد ناداں اس کو   رشک صد سجدہ ہے اک لغزشِ مستانہ دل   (دل)

لغزشِ مستانۂ دل سو سجدے کرنے کی مانند ہے۔

دعا

شکستہ گیت میں چشموں کے دلبری ہے کمال   دعائے طفلک گفتار آزما کی مثال   (فراق)

چشموں کے شکستہ گیت سے مراد پانی کی آواز کو گیت سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس گیت میں ایسی دلربائی ہے جیسے کوئی بچہ جس نے ابھی پوری طرح بولنا بھی نہیں سیکھا دعا کے الفاظ اپنی توتلی زبان سے ادا کر رہا ہو۔ یہ تشبیہ بھی اقبال کی دوسری تشبیہات کی مانند بالکل اچھوتی تشبیہہ ہے۔

یاد سے تیری دل دردِ آشنا معمور ہے   جیسے کعبے میں دعاؤں سے فضا معمور ہے

یہ بھی اچھوتی تشبیہ ہے اس کی مثال بھی کہیں اور نہیں ملے گی۔

زکوٰۃ

دستِ دولت آفریں کو مزدیوں ملتی رہی اہل ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکوۃ

(بانگ درا، سرمایہ و محنت)

مراقبہ

تمام دنیاوی ہنگاموں سے بے نیاز ہو کر خدا سے لو لگا کر خاموش بیٹھنا مراقبہ کہلاتا ہے اس عبادت سے الشرع صدر ہوتا ہے۔ہندی کا ایک شعر ہے

آنکھ، کان، منہ ڈھانپ کے نام نرنجن لے اندر کے پٹ تد کھلیں جب باہر کے دے

یعنی دل کے دروازے اسی صورت میں کھلتے ہیں جب باہر کے تمام دروازے (دیکھنا، سننا اور بولنا) بند کئے جائیں یہی مراقبہ ہے اب مراقبہ کی تشبیہ دیکھئے

خاموش ہیں کوہ و دشت و دریا قدرت ہے مراقبے میں گویا (ایک شام)

سحر خیز

سحر خیزی ہمیشہ سے صحیح العقیدہ مسلمانوں کا شعار رہی ہے۔سحر خیزی ایک طرح سے خدا کا حکم ہے کیونکہ صبح کی نماز سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی ادا کی جاسکتی ہے اور نماز اسلام کا ایک بڑا استون ہے۔شریعت کی رُو سے جو شخص صبح نہیں اُٹھتا اور نماز ادا نہیں کرتا وہ مسلمان ہی نہیں وہ خدا کے دیدار کے قابل ہی نہیں

ہر کہ وقتِ صبحدم دریا حق بیدار نیست اُو محبت را چہ داند لائق دیدار نیست

اقبال سحر خیز تھے وہ فخر سے کہتے ہیں

زمستانی ہوا میں گر چہ تھی شمشیر کی تیزی نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی (بال جبریل)

انہوں نے خورشید کو "عابد سحر خیز" سے تشبیہہ دی ہے۔

خورشید وہ عابد سحر خیز لانے والا پیامِ "بر خیز"

مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر پیتا ہے مئے شفق کا ساغر

تسبیح

تسبیح کے معنی تو "سبحان اللہ" کا ورد کرنا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی ٥ (پارہ ٣٠، سورۃ الاعلیٰ، آیت ١)

اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے۔

خداوند تعالیٰ کا حکم ہے لیکن تسبیح اصطلاحاً ایک مال ہے جس میں عموماً ایک سو ایک دانے (پتھر، لکڑی، یا موتیوں کے) ہوتے ہیں۔ تسبیح خواں ایک ایک دانے پر سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھتے جاتے ہیں چنانچہ اس سبحہ گردانی سے ایک سو ایک یا زیادہ بار پڑھنے کا علم ہوتا رہتا ہے۔ اقبال نے تسبیح کے دانوں کو مسلمانوں سے تشبیہہ دی ہے اور اُن کے اتفاق و اتحاد کی یہ صورت بتائی ہے کہ وہ منتشر نہ ہوں بلکہ ایک ہی رشتہ (رشتۂ تسبیح) میں منسلک رہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کا　　　جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

(تصویرِ درد)

رشتۂ الفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تو　　　پھر پریشان کیوں تری تسبیح کے دانے رہے

(شمع اور شاعر)

عابد شب زندہ دار

رات کو عبادت کو خاص فضیلت ہے۔ خداوند تعالیٰ رسول مقبول ﷺ کو فرماتا ہے

یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ٥ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ٥ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ٥ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ٥ (پارہ ۲۹، سورۃ المزمل، آیت ا تا ۴)

اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رات کی عبادت کتنی فضیلت رکھتی ہے۔

اقبال صبح کے ستارے کو دیکھتے ہیں۔ سب ستارے ایک ایک کر کے رخصت ہوتے جاتے ہیں ایک ہی ستارا (نجم سحر) آسمان پر رہ گیا ہے اور سب سے آخر میں اس طرح آسمان سے رخصت ہو رہا ہے جیسے کوئی ساری رات عبادت کرنے والا عابد عبادت خانے سے سب سے آخر میں باہر نکل رہا ہو۔

ہے رواں نجم سحر جیسے عبادت خانے سے　　　سب سے پیچھے جائے کوئی عابد شب زندہ دار　　　(نمودِ صبح)

فاتحہ خوانی

گو سکوں ممکن نہیں عالم میں اختر کے لئے　　　فاتحہ خوانی کو ٹھہرا ہے یہ دم بھر کے لئے　　　(گورستانِ شاہی)

گورستان کی مناسبت سے فاتحہ خوانی ضروری تھی اس لئے یہ کام "اختر" کے سپرد کیا یہ وہ دم بھر کے لئے ٹھہر کر فاتحہ پڑھ رہا ہے۔

احرام باندھنا

مناسکِ حج ادا کرنے سے پہلے دنیوی لباس اتار کر تمام حاجی ایک ہی کپڑے یا چادر سے جسم کو ڈھانپ کر حج کی عبادت میں شریک ہوتے ہیں اس کپڑے کا چادر کا جسم پر لپیٹنا احرام باندھنا کہلاتا ہے۔ احرام اس بات کی علامت ہے کہ ہم نے دنیاوی آلائشوں کو ترک کر دیا ہے اور نئی پاکیزہ زندگی میں قدم رکھا ہے۔ اب یہ تشبیہہ دیکھئے

باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرام حیات ‌ ‌ ‌ چہچہاتے ہیں پرندے پاکے پیغام حیات ‌ ‌ ‌ (نوید صبح)

انبیاء و بزرگانِ دین

کلامِ اقبال میں جگہ جگہ انبیائے کرام اور بزرگانِ دین کی تلمیحات ہیں لیکن تشبیہات زیادہ تر حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت موسیٰ، حضرت یوسف اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے متعلق ہیں اور بزرگانِ دین میں سے حضرت امام حسین سے یا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق ہیں۔ زیادہ تر تشبیہات حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے ماخوذ ہیں۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا ‌ ‌ ‌ یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو ‌ ‌ ‌ (تصویر درد)

قرآن مجید میں حضرت آدم کا ذکر جو دوسری سورۃ کے تیسرے رکوع کے بعد آتا ہے اس میں ایک شجر کا لفظ آتا ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ دیکھئے

اور ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

اس درخت یا شجر کی تفسیر میں علمائے اسلام نے بہت کچھ لکھا ہے جس کی تفصیل میں جانے کی ہمیں ضرورت نہیں ہمیں یہاں صرف اس قدر جاننے کی ضرورت ہے کہ اقبال نے اس شجر کو "فرقہ آرائی" کہا ہے اور اس کے پھل کو "تعصب" فرقہ آرائی کو شجر سے اور تعصب کو اس شجرِ خاص کے پھل سے تشبیہہ دے کر فرماتے ہیں کہ یہی وہ پھل ہے جس

کو کھانے سے آدم کو جنت سے نکلنا پڑا۔اس شعر میں تشبیہہ سے اقبال نے یہ معنی ذہن نشین کرائے ہیں کہ اگر مسلمان تعصب سے کام لے کر فرقہ آرائی کرتے رہے تو ان کا وہی حشر ہوگا جو حضرت آدم کا ہوا جو ایک لغزش کی وجہ سے جنت سے نکالے گئے اگر مسلمانوں نے بھی تعصب کے پھل کو کھایا تو وہ بھی وطن میں آرام سے نہیں رہ سکیں گے۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں　　　کہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے　　　(بالِ جبریل)

آدمِ خاکی کو ٹوٹے ہوئے تارے سے تشبیہہ دی ہے آسمان سے ستارے ٹوٹتے رہتے ہیں جو دوبارہ آسمان تک نہیں پہنچ سکتے لیکن آدمِ خاکی جو ایک بار ٹوٹے ہوئے تارے کی طرح زمین پر اتارا گیا پھر اتنی ترقی کر رہا ہے ذہنی اور روحانی طور پر کہ محسوس ہو رہا ہے وہ پھر اسی جنت کو حاصل کرلے گا جس سے نکالا گیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ جلیل القدر نبی ہیں جنہوں نے خداوند تعالیٰ کی عبادت کے لئے کعبہ کی بنیادیں رکھیں۔آپ نے بتوں کو توڑا اور توحید باری تعالیٰ کا درس دیا۔آپ خداوند تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور ان کے حلق پر چھری پھیری لیکن خداوند تعالیٰ کو انسانی قربانی منظور نہ تھی اس لئے ایک مینڈھا ذبح کیا گیا۔عیدالاضحیٰ کے دن حلال جانوروں کی قربانی اسی واقعہ کی یاد ہے۔ حضرت اسمٰعیل بھی فرمانبرداری اور اطاعتِ پدر کے لحاظ سے ایک مثالی بیٹے تھے جو باپ کے حکم پر قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

نمرود اُس وقت بادشاہ تھا۔بادشاہت اور نبوت میں ہمیشہ ٹکر ہوتی چلی آئی ہے۔نمرود کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے لاوے میں پھینکا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ ٹھنڈی ہوگئی یا بعض روایات کی رُو سے گلزار بن گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دین ابراہیم کی صداقت مبرہن ہوگئی۔ان تمام واقعات سے متعلق شعرائے قدیم کے کلام میں تلمیحات و تشبیہات کا خاصا ذخیرہ ہے۔کلامِ اقبال میں بھی تلمیحات کثرت سے موجود ہیں لیکن ہم صرف تشبیہات کو پیش کر رہے ہیں مثلاً

بت شکن اُٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں　　　تھا ابراہیم پدر اور پسر آذر ہیں　　　(جوابِ شکوہ)

موجودہ زمانے کے مسلمانوں کو ''آذر'' اور ''بت گر'' سے تشبیہہ دے کر اور اُن کے آباؤاجداد کو ''ابراہیم'' اور بت شکن سے تشبیہہ دے کر شرم دلائی کہ تمہارے باپ دادا کیا تھے اور تم ہو گئے ہو۔آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں

چچا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''کیا آذر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا؟''

بت کدہ پھر بعد مدت کے مگر روشن ہوا　　　نورِ ابراہیم سے آذر کا گھر روشن ہوا　　(نانک)

یہ شعر گورونانک کا ہے وہ خود کو بتوں سے دور رکھتا تھا خود کو اللہ تعالیٰ کے قریب لانا چاہتا لیکن اسلام سے دوری کی وجہ سے کافر رہا۔ اس لئے اپنے والدین کے گھر کو ''بت کدہ'' اور ''آذر کے گھر'' سے تشبیہ دی ہے اور بابا نک کے وحدانیت کے عقیدہ کو نورِ ابراہیم سے تشبیہ دی ہے۔

توڑ دیتا ہے بت ہستی کو ابراہیم عشق　　　ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق　　(سوامی رام تیرتھ)

ابراہیم عشق استعارہ ہے، عشق ابراہیم کی مانند ہے جو ہر قسم کے بتوں کو توڑ دیتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی ہستی کے بت کو بھی توڑ دیتا ہے یعنی جان کی پرواہ نہیں کرتا۔ دوسرے مصرع میں مستی تسنیم عشق بھی استعارہ ہے لیکن یہ ایسی ہستی ہے جو دراصل ''ہوش'' ہے۔

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے　　　کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے　　(خضرِ راہ)

''آگ، اولادِ ابراہیم اور نمرود'' تینوں بطورِ استعارہ بیان کئے گئے ہیں لیکن ان کی وجہ جامع (وجہ تشبیہ) بہت واضح ہے۔ عصرِ حاضر کی تعلیم وتہذیب، مذہب اور مرکز سے دوری، مغرب کی کورانہ تقلید اور الحاد وبے دینی کی طرف جدید نسل کا رجحان یہ سب کیا ہے آگ ہے جس میں مسلمانوں کو جھونکا جارہا ہے یا بعض از خود اس آگ میں گر رہے ہیں۔ اولادِ ابراہیم سے مراد مسلمان ہیں اور نمرود غیر مسلم حکومت یا حکومت کے کل پرزے ہیں۔ کفر، الحاد، تہذیب وتعلیم جدید کی آگ سے مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے۔

اقبال ایک اور مقام پر کہتے ہیں

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں　　　کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل

اس شعر میں دانشِ حاضر (مغربی نظامِ تعلیم اور تہذیب جدید) کو آگ اور عذاب سے تشبیہ دی گئی ہے اور اپنے تئیں خلیل (حضرت ابراہیم) سے اس شعر میں بھی ایک زبردست انتباہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم کی طرح دانشِ حاضر کی آگ میں ڈالا گیا ہوں یعنی مغربی نظامِ تعلیم کے مطابق میں نے اعلیٰ تعلیم پائی ہے اس لئے اس کے مضر رساں اثرات سے کما حقہ واقف ہوں مجھ پر تو اس آگ نے اثر نہیں کیا لیکن یہ ایسی آگ ہے جو عام آدمیوں کو خس وخاشاک کی طرح جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور اس راکھ میں ایمان کی کوئی چنگاری روشن رہنے نہیں پاتی اس لئے اس آگ

سے ڈرتے رہو تعلیم بھی حاصل کرتے رہو لیکن اس کی ضرر رسانی سے خبردار رہو۔

یقین مثل خلیل آتش نشینی　　　　　یقین اللہ مستی خود گزینی

یقین کے تین مدارج ہیں۔ عالم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔ اگر کسی چیز کے متعلق لوگوں سے سن سن کر یقین ہو جائے یا اخبار و روایات کو پڑھ پڑھ کر اس کے صحیح ہونے کا یقین آجائے تو یہ علم الیقین کی منزل ہے اور اگر جو کچھ سنا یا پڑھا ہے اسے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا جائے تو یہ عین الیقین کی منزل ہے مگر یقین کی تیسری اور آخری منزل یہ ہے کہ کسی بات کا اس طرح یقین ہو جائے کہ اس میں شک و ریب اور وہم نہ رہے اور بس۔

قصیدہ

تعریف یا بُرائی میں لکھا جائے۔ اول بیت کے دونوں مصرع اور باقی اشعار کے مصرع ثانی ہم قافیہ ور دیف ہوں کم از کم پندرہ شعر ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے اس قصیدے میں پچاس اشعار کے مصرع اول و ثانی کا ردیف قافیہ ایک رکھا ہے یہ اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کی کرامت ہے پھر بھی اس کی نسبت اپنے پیرزادے کی طرف فرمادی۔

تقاضائے ادب

ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ شیخ یعنی مرشد کی ہر نسبت کا ادب کیا جائے جیسا کہ اہلِ حق کا شیوہ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ تو اس طریقۂ ادب میں اپنی مثال خود ہیں یہاں تک کہ جن فقہاء و محدثین کے ساتھ اختلاف رائے رکھتے ہیں اُن کے خلاف تحقیق کر کے ادب کے طور پر فرماتے ہیں کہ حضور یہ آپ کا فیض ہے جس میں نے بیان کیا۔

تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ''تفصیلات المصطفیٰ فی تطفلات احمد رضا'' میں دیکھئے۔

ھذا آخر رقم قلم

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

۱۷ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ بروز شنبہ

فصلی اللہ علیٰ حبیبہ الکریم الامین وعلیٰ آلہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین

تاثرات

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ

امیر جماعت اہل سنت پاکستان (کراچی)

اعلیٰ حضرت مجددِ برحق، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ دنیائے اسلام کے عظیم محقق مفکر، محدث اور ایک عبقری شخصیت تھے بلاشبہ ایسی نابغۂ روزگار ہستیاں صدیوں میں منصۂ شہود پر جلوہ آراء ہوتی ہیں۔

آپ ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف یوپی بھارت میں پیدا ہوئے۔ ۱۳ برس ۱۰ ماہ کی عمر میں علومِ عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے بعد تصنیف وتالیف اور فتویٰ نویسی میں مشغول ہوگئے۔

پچاس سے زائد علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی نیز ہر فن میں کوئی نہ کوئی یادگار تصنیف ضرور چھوڑی ہے ایک ہزار سے زائد کتب تصنیف فرمائیں انہی میں ایک آپ کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' ہے جس کے پڑھنے سے قاری پر جو پہلا تاثر قائم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو حضور ﷺ سے بے پناہ عشق ہے آپ کی شاعری عام شعراء کی طرح ذہنی افکار کا نہیں بلکہ قلبی واردات کا نتیجہ ہے اور ان کے یہاں خانۂ دل کی کیفیت کے انعکاس کا ذریعہ ہے۔ خود ہی فرماتے ہیں

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا — نہ شاعری کی ہوس نہ پرواہ ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

آپ کی دینی شخصیت اتنی بھاری کم تھی کہ جس کی وجہ سے آپ کی شاعرانہ شخصیت زیادہ اجاگر نہ ہو سکی ورنہ آپ کی شاعری صف اول کے شعراء کی شاعری پر غالب ہے۔

آپ کے لکھے ہوئے معروف سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

کی گونج آج بھی دنیا بھر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مزارِ پُرانوار پر رحمت ورضوان کی بارش فرمائے۔

اس کتاب میں آپ صرف قصیدۂ نور ملاحظہ فرمائیں تو تب بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ اس سے ملتے جلتے جتنے بھی قصائد چھوٹے بڑے شعراء نے لکھے کئی اعتبار سے یہ قصیدہ ان میں نمایاں ہے۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا فیض احمد اُویسی نے اس کی شرح فرمائی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مقبولِ عام فرمائے۔ آمین

فقیر سید شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہل سنت پاکستان کراچی